تبصیر العقلاء بتلبیسات اهل التجھّم والارجاء

"التحذیر من فتنۃ التکفیر" کا ردّ بنام

اہل حق کو فتنہ سمجھنے والوں کا ردّ

قرآن وسنت اور فہم سلف صالحین کے منہج کی روشنی میں اہل عقل

کی خدمت میں

مؤلف: فضیلۃ الشیخ ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

ترجمہ: فضیلۃ الشیخ مدثر لودھی حفظہ اللہ



اسلامی لائبریری

تبصير العقلاء بتلبيسات اهل التجهّم والارجاء

''التحذیر من فتنۃ التکفیر'' کارڈ بنام

اہل حق کو فتنہ سمجھنے والوں کارڈ

قرآن وسنت اور فہم سلف صالحین کے منہج کی روشنی میں اہل عقل کی خدمت میں

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ''صنفان من أمتي لا يردان عليّ الحوض القدرية، والمرجئة''

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے دو گروہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آسکیں گے: قدریہ اور مرجئہ'' (رواہ الطبرانی فی الاوسط، وآوردہ الالبانی فی سلسلۃ الصحیحۃ ج٦ وقال (اسنادہ قوي)

مؤلف: فضيلة الشيخ ابومحمد عاصم المقدسی حفظه الله

ترجمہ: فضیلۃ الشیخ مدثر لودھی حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا منہج قرآن و سنت کو فہم سلف صالحین کے ذریعے سمجھنا اور اُس پر عمل کرنا ہیں

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "جب تفصیل میں جایا جائے اور وضاحت طلب کی جائے تو راز منکشف ہو جاتے ہیں دن اور رات واضح ہو جاتے ہیں اہل ایمان ویقین ان دھوکے باز منافقوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں جو حق کو باطل سے ملا کر علم کے باوجود حق چھپا دیتے ہیں۔" (الرسالۃ النستعینیۃ ص۲۶)

نیز فرمایا: "امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا ایک شخص نماز روزے کی پابندی کرے اور دوسرا بدعتی کا رد کرے آپ کے نزدیک کون محبوب ہے۔ فرمانے لگے جب وہ نماز پڑھے گا روزے رکھے گا اعتکاف کرے گا اس کا فائدہ صرف اس کی اپنی ذات کو ہو گا اور جب بدعتی کا رد کرے گا اس کا فائدہ تمام مسلمانوں کو ہو گا لہذا یہ افضل ہے"۔ بات واضح ہے کہ اس کا فائدہ عام مسلمانوں کی دینداری کو ہو گا اس طرح یہ جہاد فی سبیل اللہ سے ہوا کیونکہ اللہ کی سبیل اور اس کے دین، منہج اور شریعت کو (شرک وبدعت کی آلودگیوں سے) پاک کرنا اور دین سے ان (مشرکوں واہل بدعت) کی سرکشی وزیادتی کو دور کرنا فرض کفایہ ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور اگر اللہ ان بندوں کو کھڑا نہ کرتا جو ان (شرکوں واہل بدعت) کے ضرر کو دور نہ کرتے تو دین

بگاڑ کا شکار ہو جاتا جبکہ یہ دشمن کے غالب آجانے کے نقصان سے بڑا نقصان ہے"۔
(مجموع الفتاویٰ: ۲۸/۲۳۲)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلامضل له، ومن يضلل فلاهادي له.

وأشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريك لهٗ وأشهد أنّ محمدا عبده ورسوله.

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ☆ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ اما بعد((فانّ أصدق الحديث كتاب الله تعالیٰ وخير الهدي هدي محمد ﷺ وشرّ الامور محدثاتها وكلّ محدثة بدعة وكل ضلالة في النّار))

۱۴۱۷ ہجری کے وسط میں جب میں سواقہ کی ایک جیل میں تھا میرے پاس البانی کے ایک فتوے کے دو مختلف ایڈیشن آئے جن پر شیخ بن باز کی تفریط تھی جس کا نام ”فتنہ تکفیر“ تھا. مجھے توقع ہے کہ مجھے اس طرح کے اور فتاوٰی بھی دیکھنے کو ملیں گے کیونکہ طاغوتی حکمرانوں کے ہاں اس طرح کے کام رائج ہیں جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بہترین طباعت کے باوجود یہ مفت تقسیم ہوتی ہیں۔

اللہ کی رحمت ہو میرے بھائی عاصم پر (عبد العزیز بن فہد بن ناصر المعثم اللہ ان پر رحم فرمائے اور انہیں وسیع جنت میں جگہ دے اور انہیں ان کے ساتھ قتل کیے جانے والے کو نیک شہداء کے

زمرہ میں داخل فرمائے انہیں ریاض میں ''تفجیر العلیا'' کے واقعے کے بعد علماء سوء کے فتوی کی روشنی میں قتل کیا گیا کہ مسلمان موحد کہ کافر مشرک کے بدلے قتل کیا جاسکتا ہے حالانکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی صریح مخالفت ہے جس میں ہے:((لایقتل مسلم بکافر)) ''مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے''۔ ''صحیح البخاری عن علی رضی اللہ عنہ'' جمہور نے اس سے دلیل لی ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ زیر امان ہو یا ذمی چہ جائیکہ حربی ہو۔ حربی کون ہو سکتا ہے اور طاغوتی حکمرانوں کے ساتھ کئے گئے معاہدوں اور ان کے اپنے دشمنان دین ودوستوں کو پناہ دینے کا کیا حکم ہے یہ اس بحث کا محل نہیں اس بارے میں میں ''الرمحیۃ'' میں تحریر کر آیا ہوں۔ انھوں نے مجھے جزیرہ کے ایک موحد کے متعلق بتایا کہ اس کا باپ حکومت کا تفتیش کار تھا اس کے پاس اس طرح کی فتنہ پرور اور خطرناک کتابیں اور ملتے جلتے موضوعات پر کیسٹس آتی رہتی تھیں جن کا زیادہ تر مواد کفر کے طاغوتوں کے دفاع میں ہوتا اور اس تصور پر کہ وہ ایسے حکمران ہیں جن کی اطاعت کرنا، بات ماننا اور ان کے خلاف بغاوت نہ کرنا اور ان کی بیعت نہ توڑنا فرض ہے ان کے حامی علماء سوء اور طاغوتوں کے چیلے ہر اس موحّد پر انہیں فضیلت دیتے ہیں ان کے عیب ٹٹولتے اور غیبت کرتے ہیں اور ان پر دائرہ تنگ کرتے ہیں جو ان کے بطلان کو بیان کرتا ہو اور لوگوں کو ان سے بچنے کا کہتا ہو۔ یہی تو سعودی تفتیش کار کو چاہیے لہٰذا وہ اسے عمدہ طباعت کے ساتھ مفت چھپواتا اور تقسیم کرواتا ہے۔

عبدالعزیز بھائی مجھے یہ واقعہ بیان کر رہے تھے اور اس گمراہی پر تکلیف بھی محسوس کر رہے تھے جس کے ذریعے دھوکے باز نوجوانوں پر انجانے میں حملہ کرتے ہیں اور میں ان سے کہہ رہا تھا کہ آپ غم نہ کریں اللہ توحید اور اہل توحید کو بے یارومددگار نہ چھوڑے گا اور افسوس نہ کریں یہ کتب جنہیں طاغوت اس مال سے چھپواتے ہیں جس پر ان کا ناجائز قبضہ ہے برکت سے خالی ہیں اللہ نے ان کے نور کو اندھا کر دیا ہے اور انہیں پھیلنے نہ دے گا جبکہ ہم موحدین کی کتب بھی دیکھتے ہیں جو طواغیت کے خلاف ہیں اور شرک وکفر کی بیخ کنی کرتی ہیں ایسی کتب بھی نوجوانوں میں عام ہیں اگرچہ ان کی

طباعت معمولی ہوتی ہے مگر موحدین ان پر جانیں خرچ کرتے ہیں اللہ کے فضل و کرم سے وہ نتائج لاتی ہیں اور ہزاروں، لاکھوں باطل خیالات کو ختم کر دیتی ہیں۔ اور میں انہیں اللہ کا یہ فرمان یاد دلا رہا تھا کہ:

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ﴾ (الرعد:۱۳:۱۷)

”جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے اور لوگوں کو نفع دینے والی چیز تو زمین پر باقی رہتی ہے“

بھائی ابو عاصم ہم توحید کے دفاع میں لکھتے ہیں جبکہ وہ توحید اور شرک و کفر کو ملا کر لکھتے ہیں ہم اس لئے لکھتے ہیں تاکہ لوگ ایمان کے مضبوط کڑے کو تھام لیں جبکہ وہ اس لئے لکھتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس سے ہٹا دیں اور شیطان اور سلطان کے اولیاء سے جاملیں یہ سلسلہ یونہی رہے گا اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ (الکوثر:۱۰۸:۳)

”آپ کا دشمن ہی دم بریدہ ہے“۔

توحید اور دعوت توحید کے دشمن اور داعیان توحید سے فراڈ کرنے والے اس آیت کے حقیقی مصداق ہیں

توحید ایسا ستون ہے جسے کوئی گرا نہیں سکتا اگرچہ اس کے لئے جن وانس ہی کیوں نہ جمع ہو جائیں۔

میرے بھائی ہمارے لئے یہ کافی ہے کہ ہمارے لکھنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور موحدین اور دینداروں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں جبکہ ان کی کتابیں دشمنان دین کو خوش کرتی ہیں حق کو باطل سے ملاتی ہیں باطل اور شرک کو جائز کہتی ہیں کفر کو آسان بنا دیتی ہیں اور مشرکین اور دشمنان دین کے

لئے باعث راحت بنتی ہیں یہ تعجب نہیں کہ ہماری کتابیں طاغوت کی ناراضگی اور ایذاؤں اور قید کا سبب بن جائیں جبکہ اسی وقت ان کی کتابیں طاغوت اور اس کے حامیوں کی خوشنودی، تقویت اور انعام واکرام کا سبب بن جائیں۔

ہر آنکھ والا دیکھتا ہے کہ وہ انہیں عمدہ طباعت میں شائع کرتے ہیں (حسن اتفاق ہے کہ آج میں اردن میں بھی ایک ایسی ہی کتاب دیکھتا ہوں جو جیل میں دیکھی تھی جو اردن کے بادشاہ کے خرچ پر بڑی عمدہ طباعت میں چھپی ہے جیسا کہ صفحہ اول پر درج ہے۔ محمد بن ابراہیم شقرہ نے سیرت کے عنوان پر یہ کتاب لکھی اور نام رکھا((السیرۃ النبویۃ العطرۃ فی الآیات القرآنیۃ المطرۃ)) اپنے بادشاہ کو بطور ہدیہ کے پیش کی اور کہا کہ میں یہ کتاب شجرہ طیبہ کی ایک شاخ بادشاہ حسین بن طلال اعزہ اللہ فی الدارین کے حضور پیش کرتا ہوں اور اللہ سے دعاگو ہوں کہ "وہ حسین کی زندگی کو لمبا کر دے اور اس کی کاوشوں میں برکت دے اور لباس عافیت کو اس پر پھیلا دے اور وفاداری کے اس تعلق کو اس کے اور اس کے گروہ کے مابین باقی رکھے اور مضبوط کرے یقیناوہ سننے اور قبول کرنے والا ہے"۔ پھر ایسے شخص کو جس کا سلفیت سے کچھ تعلق نہیں سلف صالحین کا سردار قرار دیتا ہے کہ البانی کے بعد عالَم میں اگر کوئی سردار ہے تو وہ (یعنی حسین بن طلال)........سچ تو ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں) ان کے مؤلفین نے ان کتابوں کو طاغوتوں کے دفاع اور ان کے باطل کو جائز اور ان کے جرائم کو معمولی بنا کر پیش کرنے کے لئے لکھا ہے تاکہ اپنے مسلمان دشمنوں اور ان کے شرعی امراء کے خلاف ایک باطل شبہ قائم کر دیں جیسا کہ بصیرت سے اندھوں کو اللہ نے ان کے ہاتھوں دے دیا بالآخر وہ اور ان کی روش پر چلنے والے ان (طواغیت) کے لشکری اور مددگار بن گئے پھر وہ کیونکر ایسی کتابیں نہ پھیلائیں جو ان کی حکومتوں کے لئے ان کے لشکروں اور مخبروں سے بڑھ کر حفاظت وحمایت کا سبب ہیں گویا لشکر بادشاہ کی تلوار سے لڑتے ہیں اور یہ (ناسمجھ عوام کے لئے) باعمل علماء اللہ کی تلوار (یعنی قرآن وحدیث) سے لڑتے ہیں اس طرح شبہ

میں ڈالنا اور گمراہ کرنا تو بہت ممکن ہے۔لوگ جو بادشاہ کی تلوار کے خوف سے اس کی بات مانتے ہیں ان کا ان علماء کی تلوار کے سامنے جھک جانا زیادہ خطرناک ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ اور دین کی بات کرتے ہیں اور شریعت کے دلائل پیش کرتے ہیں۔

خرابی ہو بربادی ہو جو دنیا کا طالب ہے اور خواہش کا پیرو اور دین کو طاغوت کے قدموں پر ڈھیر کرے اس عالم کے علم سے بڑھ کر نقصان دہ شئے کیا ہو سکتی ہے جس کے ساتھ دنیا جاہلوں کی ہمراہی میں کھیلے جو اپنے رب کی طرف مراقب اور اس سے خوفزدہ نہ ہو اس کے دونوں ہاتھ اور مال برباد ہوں۔

یہ فتوٰی جس پر مملکت سعودیہ کے علماء کی تقریظ ہے جس کا نام ((التحذیر من فتنة التكفير)) یعنی فتنہ تکفیر سے بچاؤ (مناسب ہوتا اگر ح کو خ اور ذ کو د سے بدل دیا جاتا یعنی ((التخدير من فتنة التكفير)) جس کا معنی ہے فتنہ تکفیر سے چھپنا یا اسے جمع کرنا) یہ دراصل بڑا قدیم فتوٰی ہے جھمیہ اس کا بڑا ڈھنڈورا پیٹ چکے ہیں اور کچھ عرصہ قبل اسے ((فتنة التكفير والحاكمية)) کے نام سے طبع کروا کے مفت تقسیم کروا چکے ہیں جن میں تقدیم وزیادات محمد بن عبداللہ الحسین کی تھی۔اس کے مقدمے میں صفحہ ۵ پر نوجوانوں کو طواغیت کے خلاف ابھارنے والوں کے متعلق لکھا ہے "واجب یہ ہے کہ غیرت دینی ہونی چاہیئے نہ کہ جاہلی" پھر کچھ ہی سطور بعد خود ہی اپنی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "میں سب سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ ان بلاد میں ٹارگٹ ہیں" مراد سعودی شہری ہیں جیسا کہ آگے وضاحت آجائے گی کہ "اپنے درمیان بھیجے گئے ہر ایک سے الگ رہو" اور ایسے بگل نہ بجاؤ کہ مفاد پرست ان میں پھونکیں ماریں اور ایسے بچھونے نہ بنو کہ کینہ پرور تمہیں ان شہروں اور شہریوں اور ان کے عقیدے کے خلاف استعمال کرنے لگیں اور تمہارا رخ گمراہ قوموں اور فاسد عقائد کی طرف موڑ دیں یہ لوگ ہمیشہ تمہارے عقائد کو خراب کرنے اور تمہارے امراء میں عیب نکالنے میں لگے رہیں گے" صفحہ ٦ پر لکھتا ہے "یہ لوگ اہل سنت سے اور تمہارے امن اور شہروں سے بغض

رکھتے ہیں اللہ کی قسم یہ تم پر تسلط جمانا چاہتے ہیں"۔ نیز "اس امت کو اس آخری عرصے میں ان شہروں میں آزمایا جارہا ہے "صفحہ ۸ پر لکھتا ہے "ہمیں اپنے ماحول سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرنا چاہئیے تا کہ حاکموں سے لڑائی اور علماء کو حقیر جاننے اور امراء کے خلاف جرأت کا مظاہرہ کرنے کے نتائج معلوم کرسکیں جو سوائے جنگوں اور دشمنوں کے پیدا کردہ فتنوں اور فرقوں اور جماعتوں کے وجود میں آجانے کے سوا کچھ بھی نہیں آخر ہم کیا چاہتے ہیں کیا اس امن میں جس کی تمنا ہر شخص کرتا ہے ہم خوش نہیں اور نیکیاں جن سے ہم ہر لمحے اپنا دامن بھرتے ہیں اور ہر قریب و دور رہنے والا ہم پر رشک کرتا ہے یہ تو بعض لوگوں کے لئے صرف ایک عادت سی ہے کیونکہ وہ ان شہروں کے بانی شاہ عبد العزیز کے ہاتھوں ان کی تطہیر و توحید سے قبل حالت کا تصور بھی کرسکتے" صفحہ ۱۴،۱۵ پر لکھتا ہے "علماء ربانیین جنہوں نے اپنی زندگیاں کتابوں کی ورق گردانی میں گزار دی .وہ اہل حل وعقد، امراء سے بہت زیادہ تعلقات رکھتے تھے . بعض نادان سمجھتے ہیں کہ یہ علماء حالات حاضرہ پر نگاہ نہیں رکھتے اللہ نے انہیں ہدایت دے ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ جنگ خلیج کے زمانے میں ان کا مبنی بر شجاعت مضبوط مؤقف اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ حالات حاضرہ پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں" صفحہ ۱۷ پر لکھتا ہے "ان لوگوں کی مجلسیں صاحبان اقتدار علماء اور امراء کی غیبت کیے بغیر کس طرح بارونق ہوسکتی ہیں"(غور کیجئے کہ یہ کس طرح حاکموں کی غیبت کا انکار کررہا ہے جنہوں نے دین کو ڈھادیا اور اسے کس قدر تکلیف ہوتی ہے اور جلن محسوس کرتا ہے! ان حاکموں کی غیبت سے جو اللہ کے دشمنوں کے دوست اور موحدین سے برسرپیکار ہیں اور پھر ہر اس مواحد اور مجاہد پر طعنہ زنی کرتا ہے جو اپنے مشرک امراء کا دشمن ہو۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "تین لوگوں کی غیبت حرام نہیں۔ ان میں سے ایک غالی بدعتی بھی ہے۔ صفحہ ۵۶ پر کہتا ہے جو لوگ بدعتیوں کی مذمت غیبت کے خوف سے نہیں کرتے ہم ان سے کہتے ہیں کہ بعض علماء نے ان چھ امور کو مستثنٰی کیا ہے:

الذمُّ ليس بغيبة في ستة　　　　متظلم ومعرّف ومحذر

ومجاھراً فسقًا ومستفت ومن طلب العانۃ فی ازالۃ منکر

چھ لوگوں کی مذمت کرنا غیبت نہیں ظلم کی شکایت کرنے والا، ظالم کی پہچان کروانے والا، ظالم سے ڈرانے والا، گناہ بتانے والا، فتوٰی پوچھنے والا اور منکر کو زائل کرنے کے لیے مدد مانگنے والا۔

افسوس ہے کہ اس کے وہ امراء جن کی غیبت کا اس لئے انکار کیا اس کے نزدیک کافر نہیں ہیں ۔کیا ان کا فاسق ہونا اور فسق کی حمایت و مراقبت اور اسے عام کرنا واضح نہیں؟ کیا شہروں اور لوگوں پر ان کے مظالم عام نہیں ؟کیا لوگوں کو ان کے باطل کی پہچان کروانا اور اس سے ڈرانا اور ان کے منکرات کو زائل کرنے کے لئے مدد مانگنا جائز نہیں ؟سچ تو یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل ہی اندھے ہیں جو سینوں میں ہیں (کیا سلف صالحین کا یہی منہج تھا) کہ تم سرکشوں کے عتاب پر خاموش رہو اور ان کے مددگار بن جاؤ اور ان کافر امراء کی غیبت کرنے والوں سے الجھو اور داعیان حق پر عیب لگانے والوں سے کچھ تعرّض نہ کرو گو تم سے مشرکین محفوظ رہیں لیکن سچے موحدین محفوظ نہ رہیں) کیا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی سنت کو تھامنے کی وصیت کی تھی کہ ((علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی عضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور)) "میری اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو لازم کرلو اسے دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور دین میں نئے کام نکالنے سے بچو"۔ اہل حق و بصیرت کے لئے ان کتب کے ردّ میں اس طرح کی عبارات ہی کافی ہیں جیسے لوگ کہتے ہیں کہ مکتوب اپنے عنوان سے ہی معلوم ہو جاتا ہے یا بقول شاعر۔

واحسن ما فی خالد وجھہ مفتی علی الغائب بالشاھد

خالد کے وجود میں اس کا چہرہ سب سے حسین ہے۔غائب کو موجود پر قیاس کرلو

فتوٰی مذکور جس پر ابن باز کی تفریظ ہے میں عصر حاضر کی چند مشہور شخصیات کو بھی اہل بدعت میں شمار کیا گیا ہے اس سے میری مراد یہ نہیں کہ میرا اس سے یا اس کے ہم خیالوں سے اختلاف چند

شخصیتوں یا اپنی ہی شخصیت کے لئے ہے جب وہ مجھے نشانہ بناتا ہے (جن شخصیات سے اس نے تعرض کیا ان میں سے بعض شخصیات کی کتب اور مناہج سے مجھے بھی تعرض ہے) بلکہ میرا ان سے اختلاف توحید اور اس کے بنیادی رکن سے ہے جسے گرانے اور باطل کے ساتھ ملانے پر وہ مدد گار بنے ہوئے ہیں کیونکہ وہ طاغوت کے دفاع پر راضی ہیں اور اس کے کفر و شرک کے معمولی اور جائز ہونے پر باطل شبہات قائم کر رہے ہیں جبکہ ہم گروہ توحید میں ہونے پر راضی وخوش ہیں اور اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اس کی حمایت و سبیل میں زندہ رکھے اور موت دے۔ پھر اپنی کتاب کا اختتام ان الفاظ میں کیا ہے "امام المسلمین اور ان شہروں کی بنیاد رکھنے والے(شاہ عبدالعزیز عبدالرحمن آل سعود رحمه الله واسكنه فسيح جناته وغفرله) کی بھی یہی نصیحت تھی اور پھر اس نصیحت کو ان اشعار کی تمثیل کے ساتھ ختم کیا۔

فجئت بالسيف والقرآن معتزماً — حتى انجلى الاظلام وارتفعت

تمضي بسيفك ما امضاه قرآن — للدين في الارض واركان

تو لایا تلوار اور قرآن پختہ ارادہ کے ساتھ۔ تو اپنی تلوار سے وہی نافذ کرتا ہے جو قرآن نے جاری کیا۔ یہاں تک کہ ہر طرح کا اندھیرا چھٹ گیا اور زمین پر دین کے ستون اور نشانات بلند ہو گئے۔

الحمدللہ ان کے بعد ان کی اولاد منہجِ کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو کر حکومت کر رہی ہے (ان کے امام مذکور اور اس کی اور اس کے بیٹوں کی کتاب و سنت کے مطابق حکومت مزعومہ کی حقیقت جاننے کے لیے ملاحظہ کریں ((الكواشف الجلية في كفر الدولة السعودية)) نیز مذکورہ بالا اشعار کی مانند ابیات کے ردّ میں میرا قصیدہ ((الى حارس التنديد ورهبانة)))

اے میرے مواحد بھائی اس سب سے واضح طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس طرح کے فتوٰی اور کتب کی نشر وطباعت کا کیا مقصد ہے اور یہ کن کے کام کی اور مدد گار ہیں۔ اور ان کے پیچھے کون ہے؟ دوسرا مطبوعہ جس کا مقدمہ علی الحلوی نے لکھا ہے اللہ اس کو ہدایت دے وہ بھی مجھے جیل میں ملا

کیونکہ یہ ان کتابوں میں سے ہے جن کی جیل میں داخلے کی اجازت ہے اور جن کے مطالعے پر کوئی پابندی نہیں۔ بلکہ میں نے جیل کے عملے اور افسروں کو بھی دیکھا کہ وہ یہ کتابیں بعض ان قیدیوں کو دیتے ہیں جو ان کے گمان کے مطابق ان کی دعوت توحید سے متاثر ہونا شروع ہو گیا ہو۔ کہ اس طرح وہ اپنی اور اپنے طاغوتوں کی کفریات کا دفاع کرنے اور اپنے دعوٰی اسلام کو ثابت کرنے اور اس دعوت جو ان کی اور ان کے بڑوں کی تکفیر کرتی ہے کو روکنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ان کتابوں کا یہی واحد مقصد اور نتیجہ ہے۔میں نے اس کا بھی مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں میرے اور بعض عزیز بھائیوں کے خلاف عیب جوئی میں اچھا خاصا مواد ہے بس اس امر نے ہی مجھے حقیقت بیان کرنے والا بنا دیا پہلے میں اختلاطیت اور خرابی عمل کی وجہ سے اس کا ردّ لکھنے میں متردد رہا کیونکہ میری عادت نہیں کہ اپنے نفس کا دفاع کروں خواہ طعنہ زنی اور شناعت اور مخالفت کرنے والے کتنے ہی کیوں نہ ہوں جو ہم پر اور ہماری دعوت پر جھوٹ بولنے میں اللہ سے نہیں ڈرتے بلکہ میری عادت ہے کہ میں ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیتا ہوں

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوۡرٍ﴾ (الحج:۳۸)

”اللہ ہی اہل ایمان کا دفاع کرتا ہے یقیناً اللہ بہت خائن کافر کو پسند نہیں کرتا“۔

یہ تو میری ذات پر حملہ تھا جیسا کہ حلبی نے مقدمے میں مجھے ہالک قرار دیا ہے حالانکہ فیصلہ تو اللہ ہی نے کرنا ہے میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے ناجح کامیاب بنائے نہ کہ ہالک اس دن جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد البتہ جو اللہ کے پاس قلب سلیم لائے۔ لیکن جب یہ حملہ اور تہجم مسلمانوں کے دین اور رب العالمین کی توحید اور انبیاء ورسل کی دعوت پر ہوا اور ان کے ماننے والوں اور پیروکاروں کو تکفیری اور خارجی کہا گیا تاکہ لوگ ان کی دعوت نہ سنیں اور حق وباطل خلط ہو جائے اس وقت معاملہ مختلف ہو جاتا ہے۔

میرے بعض قیدی ساتھیوں نے جب میرا تردد دیکھا تو کہنے لگے کہ وہ لوگوں میں یہ باتیں پھیلا رہے ہیں کہ یہ خاموش اس لئے ہے کہ جواب نہیں دے سکتا اور چشم پوشی اس لئے ہے کہ مناظرے سے فرار چاہتا ہے تم اپنے لئے نہ سہی مگر محض دعوت وتوحید کے دفاع میں جواب دو یہ بات مجھے پسند آئی میں نے اللہ سے مدد مانگی اور دعا کی کہ اسے خالص اپنی ذات کریم کے لئے کر لے اور اس کے ذریعے قاری اور کاتب کی نفع دے۔انہ نعم المولیٰ ونعم النصیر.........

ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

((جمادی الاولی سنة ١٤١٧ھ اردن سجن سوقة))

﴿رَبَّنَآ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ الظَّالِمِ اَهۡلُهَا وَاجۡعَلْ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا وَّاجۡعَل لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِيۡرًا﴾(النساء:٧٥)

اے ہمارے پروردگار اس بستی سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی دوست اور مددگار بنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ حلبی میں موجود شہادت کا ردّ حکم امامت اور اصطلاح حاکمیت سے اعراض و تدلیس

1 حلبی اپنے مقدمہ کے صفحہ ۳ پر لکھتا ہے:

''یہ مسئلہ ''حکم'' پر جامع اور مختصر رسالہ ہے'' پھر حاشیے میں لکھا ''بعض لوگ اس پر لفظ حاکمیت کا اطلاق کرتے ہیں یہ ایک نئی اصطلاح ہے جو محل نظر ہے پھر اسے دین کا بنیادی اصول اور سب سے بڑا باب قرار دینا کہ جب بھی عقیدے کا تذکرہ ہو تو اسے حاکمیت پر حمل کرنا. یہ تو بعض اہل علم کے نزدیک شیعہ کے عقائد شنیعہ سے مشابہت ہے وہ امامت کو دین کا بنیادی اصول قرار دیتے ہیں یہ باطل قول اور منکر رائے ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنۃ ۱/ ۲۰،۲۹ میں اس کا بھرپور ردّ کیا ہے'' پھر صفحہ ۶ کے حاشیہ پر لکھا ہے ''بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگوں نے ایک نئی اختراع کی کہ اس کا نام ''توحید حاکمیت'' رکھ دیا پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اسے توحید کی تین معروف اقسام میں چوتھی قسم شمار کیا سلف اور سلفیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ محض آراء اور بدعات ہیں''۔

میں کہتا ہوں: جو اسماء توقیفی ہوں جیسے اللہ کے اسماء صفات اور ایمان و اسلام اور حدود، نصاب جات اور فرائض وغیرہ کی اصطلاحیں جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مخصوص وضع و ہیئت و کیفیت میں وضع کیا اور ان کے مخصوص نام رکھے ہیں بعض اصطلاحات ایسی بھی ہیں جو مخصوص گروہ کے ہاں متفقہ طور پر جدید امور کے لئے ہیں اور ان سے اللہ کے احکامات کی مخالفت بھی نہیں ہوتی علاوہ ازیں ہمارے علماء سے منصوص ہے کہ ''لا مشاحۃ فی الاصطلاح'' یعنی اصطلاح میں کوئی الجھن

یا اختلاف نہیں ہوتا۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ کسی بدعت یا گمراہی یا کسی مخالف شرع اصول یا قانون پر اصطلاح نہ بنائی جائے۔ اصطلاح یا تو سکھانے کے لئے ہوتی ہے یا حصول علم کو آسان بنانے کے لئے اور متون کی حفاظت اور طلباء کے لئے تعریفات منضبط کرنے کے لئے اس میں کوئی اختلاف یا حرج نہیں اہل علم بغیر کسی انکار یا ردّ کے ایسا کرتے رہتے ہیں کیونکہ اعتبار معانی کا ہوتا ہے الفاظ کا نہیں۔ اور اگر یہ کسی بدعت یا گمراہی کو روا کرنے کے لئے ہو جیسے گناہ کبیرہ کے مرتکب کی سزاء خلود فی النار کے لئے خوارج اور معتزلہ کی اصطلاح یا جیسے غیر قریشی امراء کو اصطلاحاً امیر المؤمنین اور امام المسلمین کہتے ہیں (جیسا کہ دور حاضر میں بعض علماء سعودیہ کی بھی یہی روش ہے بلکہ یہ خوارج اور معتزلہ سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں کیونکہ وہ غیر قریشی مسلمان کا امام امام المسلمین کو ہونا مستحسن جانتے ہیں تاکہ اس سے باآسانی اختلاف رکھ سکیں اور کفر (یعنی گناہ کبیرہ) کے ارتکاب کی صورت میں اسے بدل سکیں اس استحسان کا باطل ہونا واضح ہے مگر انھوں نے تو ایک غیر قریشی کافر نادان کا اصطلاحی نام امام المسلمین رکھ دیا اور نہ صرف اس کی بیعت کی اس کے ساتھ ساتھ اسے حکم اور امامت میں بھی برقرار رکھا تو اس کا باطل ہونا اور بھی زیادہ واضح ہے) یا جیسے وہ لوگ جو اپنی بدعات پر اصطلاح توحید اور اہل الدین اور فقہ اکبر وغیرہ کا اطلاق کرتے ہیں جیسے جہمیہ اور معتزلہ اور متکلمین وغیرہ (اس سلسلے میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملاحظہ ہو الرسالۃ النستینیۃ ص۲۰۴،۲۰۶ مجموع الفتاوٰی جلد ۵ طبع دارالکتب العلمیۃ) یا دین یا شریعت یا کسی نئی ایجاد کردہ حد پر دلیل کے بغیر اصطلاح قائم کرنا جیسا کہ یہود نے رجم کے بدلے تحمیم اور جلد کی اصطلاح نکالی اور ایسے ہی (جحز) کے لئے مشرّع اور اپنے کفریہ قوانین اور حدود کفر پر عدالت کی اصطلاحات بنائی ہیں یا جیسے بعض لوگ لفظ توحید کو اپنی جاہلی وطنی اتحاد پر استعمال کرتے ہیں جو تمام مذاہب میں اتحاد کا سبب اور توحید رسل سے انکار ہے (دیکھئے ہمارا رسالہ الفرق المبین بین توحید المرسلین و توحید الوطنیین) اس قسم کی اصطلاحات مذموم، بدعت اور قابل ردّ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو ردٌّ)) (متفق علیہ)

" جو ہمارے حکم میں ایسا کام نکالے جو اس سے ثابت نہ ہو وہ مردود ہے"۔

میں اگرچہ لفظ حاکمیت یا توحید حاکمیت استعمال نہیں کرتا لیکن میں اس شریعت کے معارض بھی نہیں سمجھتا جب تک کہ اس سے اللہ کی رضا مراد ہو خصوصاً ہر وہ شخص جو معمولی علم بھی رکھتا ہو وہ جانتا ہے کہ توحید ربوبیت اور توحید الوہیت اور توحید اسماء صفات کی اصطلاح توقیفی وشرعی نہیں ہے جیسا کہ صلاۃ، زکوٰۃ، ایمان، اسلام اور احسان وغیرہ کی اصطلاحات ہیں بلکہ صحابہ اور تابعین سے یہ اصطلاحی تقسیم ثابت ہی نہیں ہے۔ کہ ان کے علاوہ اصطلاح بنانے والے کو بدعتی یا طریقہ سلف سے ہٹنے والا یا آراء اور متاخرین کو بدعت کا پیروکار وغیرہ کہا جاسکے جیسا کہ حلبی نے لکھا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے توحید الوہیت کو "توحید ارادہ وقصد" اور کبھی "توحید طلب" اور کبھی "توحید عملی" اور کبھی "توحید شرع" اور کبھی "توحید اللہ بأفعال العباد" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ایسے ہی توحید اسماء صفات اور توحید ربوبیت کو "توحید علمی یا خبری" یا "توحید معرفت واثبات" یا "توحید اللہ بافعالہ واسمائہ وصفاتہ" سے موسوم کیا ہے۔ اس میں کوئی حرج اور اختلاف نہیں اور نہ ہی ہم اس اصطلاح میں جب تک یہ حق پر ہے اپنے مخالفین پر ردّ یا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ فرعی اختلاف سے زیادہ نہیں۔ بشرطیکہ اس اصطلاح سے مراد لیا جانے والا معنی حق ہو ابن ابی العز الحنفی عقیدہ طحاویہ کی شرح صفحہ ۵۱۴ میں فرعی اختلاف کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں "دونوں قولوں کا معنی ایک ہی ہوتا ہے لیکن عبارتیں مختلف ہوتی ہیں جیسا کہ اکثر لوگ تعریفات کے الفاظ اور سیاق ادلۃ اور مسمّٰی یات کی تعبیر وغیرہ میں اختلاف رکھتے ہیں مگر دونوں قولوں میں ایک کو محمود اور دوسرے کو مذموم قرار دے کر اس کے قائل پر زیادتی کرنا سراسر جہالت اور ظلم ہے"۔

توحید حاکمیت کی اصطلاح جس کے گرد حلبی نے بڑا ڈھنڈورا پیٹا اور اس کے قائل پر زیادتی کر کے جہالت اور ظلم کا ارتکاب کیا۔ اس کا اطلاق بھی غالباً توحید اللہ فی التشریع پر ہوتا ہے اور یہ توحید اللہ فی العبادۃ کی ہی ایک قسم ہے۔

شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اضواء البیان میں فرماتے ہیں "اللہ کے حکم میں شرک کرنا اس کی عبادت میں شرک کرنے جیسا ہے"۔ کیونکہ خالص ایک اللہ کی عبادت کا مطلب شرع اور حکم میں اس کی اطاعت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ (الانعام:۱۲۱)

"شیاطین اپنے اولیاء کی طرف القاء کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم مشرک ہو"۔

قرآن کے سب سے بڑے عالم ابن عباس رضی اللہ عنہ مستدرک حاکم میں بسند صحیح اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہیں کہ بعض مشرکین مسلمانوں سے ذبح اور مردار کی حرمت کے مسئلے میں جھگڑا کرتے اور کہتے جسے تم خود قتل کرو اُسے کھالیتے ہو اور جسے اللہ ماردے وہ نہیں کھاتے تو اللہ نے فرمایا:

﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾

"اگر تم نے ان کی اطاعت کی یا بات مانی تو تم یقیناً مشرک ہو"۔

نیز فرمایا:

﴿وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾

"وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا"۔

اور ابن عامر کی قراءت کے مطابق:

﴿وَلَا تُشْرِكْ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾

"تو اس کے حکم میں شریک نہ ٹھہرا"۔

شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ اضواء البیان میں فرماتے ہیں: "ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقابلے میں شریعت بنانے والوں کی پیروی کرنے والے مشرک ہیں" پھر بہت سی آیات بطور دلیل کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "ان آسمانی نصوص سے مقصد کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ اللہ عزوجل کی اپنے رسول کی زبانی جاری کردہ شریعت کے مخالفت میں شیطان کے اپنے اولیاء کی زبانی جاری کردہ ملکی قوانین کے پیروکار بے شک کافر و مشرک ہیں اور ان کے کفر و شرک میں وہی شک کرے گا جو بصیرت اور نور وحی سے بے بہرہ و اندھا ہو گا" (اضواء البیان: ۴/ ۸۳)

آپ غور کیجئے کہیں آپ بھی ان لوگوں میں شامل تو نہیں جنہیں اللہ نے نور وحی سے اندھا کر دیا؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبۃ: ۳۱)

"(یہود و نصاریٰ) نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا"

اس کی تفسیر منقول ہے کہ عبادت سے مراد ان کی اطاعت اور حلال اور حرام اور شریعت میں ان کی اتباع ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب التوحید میں باب باندھا کہ "اللہ کے حلال کردہ کی تحریم اور اللہ کے حرام کردہ کی تحلیل میں علماء اور امراء کی اطاعت کرنے والا انہیں اللہ کے سوا رب بنانے والا ہے" اور پھر اس کے ذیل میں سورۃ توبہ کی یہی آیت اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث پیش کرتے ہیں لہٰذا اسے توحید عبادت یا توحید الوہیت یا توحید شرع یا تشریع یا توحید اطاعت یا توحید حاکمیت وغیرہ کہنا سب برابر ہے کیونکہ اصطلاح میں کوئی الجھن نہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ منکر دراصل حلبی ہے کیونکہ وہ اس دین کا بنیادی رکن اور سب سے اہم باب ہونے کا انکار کرتا ہے۔ اور وہ

اس طرح کیوں نہ ہو۔ جب کہ وہ توحید کا سب سے اہم باب ہے جو بندوں پر اللہ کا حق ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾(النحل:۳۶)

"ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگوں اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کریں"۔

تمام انبیاء کے دین اور ان کی دعوت کی یہی بنیاد ہے۔ اللہ نے مخلوق کو اسی لئے پیدا کیا فرمایا:

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾(الذاریات:۵۶)

"میں نے جن وانس کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا"۔

یعنی وہ میرے اکیلے کی ہی عبادت کریں جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں یہی وہ مضبوط کڑا ہے جس کا تھامنے والا نجات پائے گا اور اس سے اعراض کرنے والا نقصان اور ہلاکت اور واضح گمراہی میں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لاَ انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾(البقرۃ:۲۵۶)

"ہدایت گمراہی سے واضح ہے اب جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان رکھے اس نے ہی مضبوط کڑے کو مضبوط پکڑا ہوا ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"

لہٰذا کوئی شک نہیں کہ یہ دین کا سب سے اہم باب اور بنیاد اور عقیدے کا سب سے اہم رکن ہے۔ حلبی نے ایسی ہی ایک بات صفحہ ۵ پر شیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نقل کی ہے فرماتے ہیں "اس کے احکام کی بنیاد اس کی توحید اور اس کا شریک ٹھہرائے بغیر اکیلے

اس کی عبادت کرنا ہے" اور ان کے دادا شیخ محمد بن عبد الوہاب a فرماتے ہیں "دین اسلام کی بنیاد اور قاعدہ دو باتیں ہیں

1: اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا اس پر ترغیب دینا اور اسی کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنا اور اس کے تارک کی تکفیر کرنا۔

2: اللہ کی عبادت میں شرک سے ڈرانا اور اس کی مذمت کرنا اور اسی کی بنیاد پر تعلقات ختم کرنا اور دشمنی رکھنا اور اس کے مرتکب کی تکفیر کرنا"۔ (مجموعۃ التوحید:۳۳)

زیادہ دور جانے کیا ضرورت ہے یہ آپ کے شیخ البانی بھی اس کا اقرار کرتے ہیں اور اس اصطلاح کو استعمال کرتے ہیں جس کے استعمال کرنے والوں پر آپ نے دائرہ تنگ کرنے کی کوشش کی ہے (یہ اس وقت کی بات ہے جب اس نے اپنے سلفی بھائی محمد نسیب الرفاعی (جنہوں نے اس سے قطع تعلق کیا اور تا وفات الگ رہے) پر ایک مسئلے میں مخالفت کی بناء پر ردّ کیا۔ جس میں البانی کا اقرار تھا کہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے تو ہر وہ شخص جس کے پاس طاغوتوں کے نمائندے اور چیلے اور خدام آتے رہتے ہوں جو سلفیت کا دعویٰ کرنے کے باوجود سرکش حاکموں سے مختلف شہروں میں بیعت ہوں ان کے لیے تو یہ سب بہت ہی معمولی ہے۔ جب کہ وہ البانی کے لیے باعث راحت اور ان کے مقربین میں ہوں اور انہیں ان کی ایک لمحے کی بھی قطع تعلقی کا ڈر نہ ہو) السلسلۃ الصحیحۃ کی چھٹی جلد صفحہ نمبر ۳۰ حدیث نمبر ۲۵۰۷ کے تحت فرماتے ہیں کہ "دعوت سلفیہ کے بنیادی اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ حاکمیت اکیلے اللہ کے لیے ہے" آپ یہ تو نہیں جانتے کہ آپ کے شیخ نے کیا لکھا ہے اور نہ ہی اس سلفی دعوت کے قواعد سے واقف ہیں جس کا آپ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ کیا آپ کو ان کے بارے میں اس کا علم ہے معمولی ہی صحیح کیونکہ آپ کے نزدیک شیخ کے لیے وہ بات جائز ہے جو کسی اور کے لیے جائز نہیں مرید صاحب کیا ایسا نہیں ہے؟ حق تو یہ ہے کہ یہ باب توحید الوہیت اور اس کے متعلقات کا بھی ایک باب ہے خواہ اس کا نام حاکمیت ہو یا کچھ اور بے شک یہ دین کا اہم اصول ہے اسی لیے قرآن الحمد

سے والناس تک اسی کے بارے میں نازل ہوا۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " قرآن کی ہر آیت توحید کو متضمن ہے اس پر گواہ ہے اور اس کی طرف دعوت دیتی ہے قرآن میں یا تو اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت اور اس کے سوا ہر ایک معبود کو چھوڑ دینے کی دعوت ہے اسے توحید ارادی طلبی کہتے ہیں یا پھر احکامات منہیات ہیں جو توحید کو ثابت اور مکمل کرتے ہیں۔ یا پھر اہل توحید کے لیے دنیا اور آخرت میں انعامات کی ضد ہے۔ یہ توحید کا صلہ ہے یا پھر مشرکوں کے لیے دنیا وآخرت میں اس کی ناراضگی اور عذاب کی خبر ہے۔ تو یہ توحید کے حکم سے خارج ہونے والوں کی خبر ہے یا پھر اللہ اور اس کے اسماء صفات اور افعال کی خبر اسے توحید علمی خبری کہتے ہیں تو قرآن پورا کا پورا توحید اور اس کا اثبات اور اس کے نتائج اور اس کی ضد شرک سے بھرا پڑا ہے"۔ اس بارے میں کوئی جھگڑالو قسم کا شخص ہی اختلاف رکھ سکتا ہے بلکہ یہ توحید اسماء صفات سے بھی زیادہ اہم ہے کہ جیسے آج کل سلفیت کا دعویدار دین کا اہم اصول قرار دیتے ہیں کہ جب اس کے نزدیک عقیدے کا ذکر کرتا ہوں تو وہ اسے اسماء صفات پر حمل کرتا ہے اور جب وہ خود عقیدہ بیان کرتا ہے تو اس کے نزدیک ایک ہی مراد ہوتی ہے یعنی توحید اسماء صفات (جیسا کہ حلبی کی حاکمیت کے متعلق عبارت سے واضح ہوتا ہے حالانکہ اسے عقیدے کی اس اصطلاح سے اختلاف ہے کیونکہ جہمیہ اور مرجئہ اس اصطلاح سے دلی عقیدہ مراد لیتے ہیں اس صورت میں یہ اصطلاح مرجئہ کی فکری مصیبت ہوگی) اسی لئے آپ ان کی اکثریت کو دیکھیں گے کہ وہ ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ وہ بہترین اور ذہین شخص ہے اور سلفی العقیدہ ہے مراد عقیدے کا یہی باب یعنی توحید اسماء صفات ہوتی ان کے نزدیک اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ طاغوت کا مددگار اور کارکن اور اسے چاہنے والا ہو اوراس کے لئے عزت وبقاء کی دعائیں کرتا ہو اور شرکیہ مجالس (پارلیمنٹ) میں بیٹھنے والے مشرک قانون سازوں سے ہو (یہ آخری بات کویت کے سلفیوں میں معروف ہے)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واجب ہے کہ ہم صرف اسے ثابت رکھیں جسے کتاب و سنت ثابت کرے اور اس کی نفی کردیں جس کی نفی کتاب و سنت کرے اور وہ مجمل لفظ جو کتاب و سنت میں نہ ہو جب تک اس کی مراد اضح نہ ہو اس کی نفی یا اثبات نہیں کی جائے گی" (مجموع الفتاوی:۷/۶۶۳)

نیز فرمایا: "وہ الفاظ جو کتاب و سنت میں وارد نہ ہوں اور نہ یہ سلف ان کے اثبات یا نفی پر متفق ہوں تو جب تک اس کی وضاحت نہ آجائے جائز نہیں کہ اس کی نفی یا اثبات کرنے والوں سے متفق ہو اگر اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کی موافقت مراد ہو تو قبول کرلے اور اگر مخالفت مراد ہو تو ردّ کردے"

جب آپ یہ بات سمجھ چکے اور توحید عبادت جس پر بعض متاخرین نے توحید حاکمیت کی اصطلاح قائم کی ہے کی مراد پہچان چکے تو یہ بھی آپ پر واضح ہو جانا چاہیئے کہ اس اصطلاح کا انکار یا ردّ جائز نہیں ہے۔ نیز اس باب میں حلبی کی تلبیس بھی آپ پر واضح ہوگئی کہ وہ لکھتا ہے کہ "یہ چند اہل علم کے نزدیک ان شیعہ کے عقائد شنیعہ سے مشابہت سے جنہوں نے امارت کو دین کا سب سے بڑا اصول قرار دیا اور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس باطل قول اور معطل رائے کی تردید کرچکے ہیں"۔ یہ توحید جو دعوت انبیاء کی بنیاد اور دین کی اصل ہے اس میں روافض کے عقیدہ امامت اور اس عقیدے کہ ایمان ۱۲ اماموں میں منحصر ہے اور ان سے حق خلافت غصب کیا گیا اور ان کے آخری امام مہدی ہیں جو ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں جن کے نکلنے کے وہ منتظر ہیں اس علاوہ دیگر خرافات جنہیں وہ ایمان کی شرط اور اسلام کا چھٹا رکن قرار دیتے ہیں اور جو یہ اعتقاد نہ رکھے اسے کافر قرار دیتے ہیں۔ ان دونوں میں کس قدر فرق ہے۔

یہ رافضہ کی اختراعات باطلہ ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ جو انھوں نے ایک شیعہ عالم کے ردّ میں ہی لکھی تھی میں انہی کا ردّ کیا ہے جس کا اشارہ حلبی نے کیا تھا تاکہ

یہ دھوکہ دے سکے کہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنہ میں توحید حاکمیت و شریعت کے قائلین کا ردّ کیا ہے نہ تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں اور نہ ہی دیگر ائمہ اعلام، اور اس میں رافضہ کے عقیدہ امامت سے اختلاط کرنا گمراہ جہلاء کا کام ہے یا ان باطل پرستوں کا جو فرق جاننے کے باوجود جان بوجھ کر دھوکے اور التباس سے کام لیتے ہیں اور حق کو باطل کے ساتھ ملا کر اور حق جاننے کے باجود اسے چھپا کر علمی خیانتیں کرتے ہیں۔ بہر صورت یہ تلبیس حلبی کی اپنی اختراع نہیں بلکہ اس نے اس میں اپنے شیخ ربیع بن ھادی المدخلی کی تقلید کی ہے اور حلبی کی اس عبارت کہ ''بعض اہل علم کے نزدیک یہ شیعہ عقائد سے مشابہت ہے''میں بعض اہل علم سے اس کی مراد مدخلی ہی ہے مدخلی اس سے پہلے ہی یہ دھوکہ پیش کر چکا ہے اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کلام بھی جو حلبی نے منہاج السنہ کے حوالے سے پیش کیا ہے جس میں انہوں نے رافضہ کے عقیدہ امامت اور اس عقیدے کا کہ امامت ایمان کا رکن ہے اور اسلام کی شرط ہے اس کے بغیر ایمان درست نہیں ہے بھرپور ردّ کیا ہے حلبی کو ذرا شرم نہیں کہ وہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سارا کلام ایسے شخص کے ردّ میں لایا ہے جو خود زمین پر امامت و خلافت راشدہ کے قیام کی کوشش میں ہے، کیونکہ وہ تو اس کے (توحید حاکمیت کے) غایت دین ہونے کا منکر ہے کیونکہ اس کے نزدیک تو حقیقی غایت دین وہ ہے جس کے لئے جن وانس کو پیدا کیا گیا اور رسولوں کو مبعوث کیا گیا کہ خالص اکیلے اللہ کی عبادت ہو اور اس سے غافل ہے یا جان بوجھ کر غافل بنتا ہے کہ سب سے اہم امامت راشدہ ہے یعنی بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ وحدہ، کی عبادت کی طرف لے جانا توحید کی تمام انواع سمیت جس میں یہ بھی ہے کہ حلال، حرام اور شریعت سازی کا اختیار صرف اللہ کو ہے (دیکھئے اس کی کتاب ((منہاج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ فیہ الحکمہ والعقل)) ص۱۰۸ ومابعد طبع جدید میں ص ۱۴۴ ومابعد'') اس تضاد اور تناقض کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس جیسے دیگر لوگ اللہ کی عبادت میں شرک صرف اسے قرار دیتے ہیں جو قبوں، مزاروں اور قبروں پر کیا جاتا ہے جو عبادت میں اخلاص کے لئے ناقص ہے رہا شرک قصور یعنی قوانین اور دستور بنانے کی شریعت میں شرک کرنا

تو یہ ان کے لئے توحید میں مخل نہیں اور نہ ہی عبادت کے لئے اخلاص میں حارج ہے کیونکہ یہ تو ان کے لئے "کفر دون کفر" ہے (میں نے اس کی کتاب مذکور کے پہلے ایڈیشن پر تنقید کی تھی اور اپنے رسالہ ((میزان الاعتدال فی کتاب المورد الزلال)) میں دلائل بھی پیش کئے تھے مگر اس نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی رجوع کیا بلکہ اپنے مؤقف پر مصر اور فخر کرتا رہا اور دوسرے ایڈیشن میں بھی اسے نہ صرف شائع کیا بلکہ مقدمہ میں میرا خوب ردّ کیا اور مجھ پر وہی تنقید کی جو مودودی پر کر چکا تھا مگر اللہ کے فضل و کرم سے ہم مودودی سے زیادہ صاحب بصیرت ہیں اور ہم کسی کی غلطی کا دفاع یا باطل پر اصرار نہیں کر رہے خواہ وہ کسی کی بھی طرف سے ہو لیکن توحید حاکمیت و شرع اور اس سے متعلق دیگر مباحث مثلاً طاغوتوں کی تکفیر اور مسلمانوں پر خلافت و امامت کو قائم کرنا ضروری ہے وغیرہ اس میں تو ایسی کوئی بات نہیں جو مدخلی اور اس جیسے دیگر جہمیہ اور مرجئہ کی تنگی کا باعث بنے کہ وہ اس جیسی دین کی بنیاد کی مذمت شروع کر دیں اور اس سے عداوت رکھیں) حلبی اپنے اس قول کہ "بعض اہل علم کے نزدیک" سے دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ یہ اہل علم کا قول ہے حالانکہ یہ صرف مدخلی نے کہا ہے مگر اس کی طرف منسوب نہیں کرتا تو اگر کوئی اہل علم بھی ہے تو اس کا نام کیوں نہیں لیتا؟ اس کے دھوکوں اور فتنوں میں اسے بھی شامل کر لیا جائے۔

1 صرف دل کے انکار کو مرجئہ کا کفر ماننا اور حلبی کا اپنے اس فاسد مذہب کی تائید میں اہل علم کے کلام کا ردّ کرنا۔

2 مرجئہ کی طرح حلبی نے صفحہ ۴ و مابعد پر کفر جحود (یعنی دل سے کفر کرنا) پر ڈھنڈورا پیٹا ہے۔

اہل سنت و جماعت میں سے کسی ایسے کو نہیں جانتا جو مخالف ہو کہ کفر جحود کفر کی ان انواع میں سے ہے جو دین سے نکال دیتا ہے۔ خاص طور پر جحود قلبی یعنی دل سے انکار کرنا جو صرف جہمیہ اور مرجئہ کی اصطلاح ہے۔ یہ متفق علیہ بات ہے۔ تو اس کا اس عنوان پر علماء کے اقوال جو جمع کرنا فی الحقیقت بے فائدہ بحث ہے جس کی کوئی وجہ نہیں اور موضع اختلاف سے فرار ہے۔ تکفیر سے بچانے

کے لیے جو اقوال اس نے نقل کیے ہیں ان میں سے اکثر اسماء صفات کے علمی مسائل سے متعلق ہیں جس کی بناء پر تکفیر اہل علم صرف حجت قائم ہونے کی صورت میں کرتے ہیں کیونکہ اس باب میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جو صرف دلیل کے ذریعے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

جبکہ کفر جحود کے کفر اکبر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کفر کی تمام انواع کو جحود قلبی کی طرف پھیر دیا جائے جیسا کہ مرجئہ اور جہمیہ کرتے ہیں (مراد شکری نے اپنی کتاب ((احکام التقریر لأحکام مسئلة التکفیر)) میں یہی روش اختیار کی ہے اور اسے ابو حامد الغزالی سے اپنی کتاب ((فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقة)) میں نقل کیا ہے اس کتاب کا اکثر مواد اسماء صفات کے ابواب میں تکفیر سے بچاؤ پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ اس کے مطالع سے واضح ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہمارا ان سے اختلاف اس موضوع پر نہیں ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر اپنے بھائی ابو قتادہ حفظہ اللہ کا کچھ کلام نقل کر دوں جو انہوں نے کتاب مذکور کی تعلیق میں لکھا کہتے ہیں: "کتاب بنام ((احکام التقریر لأحکام مسئلة التکفیر)) مطبوعہ دارالعصیمی الریاض جس کا مؤلف مراد شکری اور اس پر نظر ثانی حسن بن عبد الحمید الحلبی کی ہے اور یہ دونوں البانی کے شاگرد ہیں ان دونوں نے اسی باب میں مرجئہ کا نیا انداز اختیار کیا ہے۔ دونوں کو اقرار ہے کہ دنیا میں تمام گناہوں خواہ وہ مکفرہ ہوں یعنی کفر میں داخل کر دیں یا نہ ہوں میں صرف کفر تکذیب پایا جاتا ہے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں "کسی مسلمان کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جائے گا کہ جب تک وہ نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی تکذیب نہ کر دے خواہ یہ تکذیب جان بوجھ کر ہو جیسے ابلیس اور فرعون کی تکذیب یا صرف معنوی تکذیب ہو" غالی مرجئہ کا بھی یہی قول ہے تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ بطور دلیل ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پیش کرتے ہیں (بحوالہ درء تعارض العقل والنقل: ۲۴۲/۱)۔ فرماتے ہیں "کہ کفر رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی تکذیب یا آپ کو سچا جاننے کے باوجود آپ کی اتباع سے رک جانے کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے کہ فرعون اور یہود کا کفر" ان دونوں نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہ کیسے

سمجھ لیا کہ کفر صرف ایک قسم کا ہوتا ہے۔اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ خواہش کی قابل مذمت اتباع اورامور کو گڈمڈ کرنا ہے تاکہ وہ باطل اعتقاد کے مطابق ہو جائیں۔ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے دو قسم کے کفر ذکر کیے ہیں۔

1: کفر تکذیب جس کا تعلق شریعت سے ہے۔

2: دوسرا کفر اعراض یا عناد جس کا تعلق اطاعت وفرمانبرداری سے ہے۔

جبکہ وہ ان دونوں قسم کے کفر کو ایک ہی کفر کفرِ تکذیب قرار دیتے ہیں۔مذکورہ کتاب اگرچہ اس موضوع یعنی مسئلہ تکفیر پر مجہول ترین اور مبنی بر فساد کتاب ہے مگر اس میں ایک نیا منحرف سلفی رجحان دیکھنے کو ملتا ہے کہ ایمان اور کفر سے متعلق سلف کی کتب کو ترک کر دیا جائے۔اوران سے دلیل نہ لی جائے۔اور اس عنوان پر نئی منحرفہ کتب کی طرف توجہ کی جائے مراد شکری اور علی الحلبی الاثری ابو حامد الغزالی اور محمد بخیت المطیعی اور علامہ عضد الدین الایجی اور اس کی کتاب العقائد العضدیہ کے شارح الدوانی کے اقوال بطور دلیل پیش کرنے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے حالانکہ ادنیٰ طلبہ بھی جانتے ہیں کہ یہ سب یا تو اشعری ماتریدی تھے۔اور یہ دونوں فرقے ایمان اور کفر کے باب میں مرجئہ سے متاثر ہیں۔لیکن اسماء صفات کے باب میں ان سے دلیل لینا انگور کی بیل پر چڑھنے جیسا ہے۔کیونکہ اہل علم ان کا یہ کہہ کر ردّ کر دیں گے کہ تعلق اس باب میں اہل سنّت سے نہیں ہے۔بقول شاعر۔

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ہم نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ ان دونوں نے کتاب کا اختتام ابو حیان التوحیدی کے کلام سے جو کیا ہے۔جو اس کی کتاب ((الامتاع والمؤانسۃ)) میں موجود ہے اور اس ابو حیان کا شمار زنادقہ کے رؤسا میں ہوتا ہے۔ابن جوزی کہتے ہیں ”اسلام کے زندیق تین ہیں۔

1: ابن راوندی

2: توحیدی

3: ابو علاء المعری

اوران میں سب سے بُرا اسلام کے لیے توحیدی ہے اس لیے کہ بقیہ دونے اپنے زندقہ کی صراحت کر دی مگر اس نے نہ کی۔ (دیکھئے معجم الادبائاور بغیۃ الدعاۃ اور لسان المیزان میں اس کا ترجمہ) یہ کون سی سلفیت ہے اوران میں ایسی کیا شئے ہے کہ انہیں سلف صالحین کی طرف منسوب کیا جائے سوائے ناپائیدار دعاوی اور جھوٹے آثار کے (ابو قتادہ حفظہ اللہ کا کلام ختم ہوا)۔

اس بارے میں ان کی بنیاد وہی بڑی بنیاد ہے جو جہمیہ کی ہے۔ کہ ایمان فقط تصدیق بالقلب کا نام ہے۔ مرجئہ اور جہمیہ نے ایمان کی یہی تعریف کی ہے۔ اور اُسے دل کی معرفت اور تصدیق تک محصور کیا ہے۔ یہ کفر کو اس کی ضد کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کے نزدیک ایمان اس وقت برباد ہوتا ہے جب اعتقاد میں خرابی آئے یعنی دل سے تکذیب کر دی جائے یا حلال سمجھا جائے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے غالی مرجئہ صرف کفر تکذیب و جحود کو مانتے ہیں اور ہمارے زمانے کے مرجئہ جنہوں نے سلفیت کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے وہ اگرچہ ابتداً ایمان کے معنی اور اس کی تعریف میں مرجئہ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بھی صرف تعریف کی حد تک مگر تعریف کے اکثر لوازم میں ان کی موافقت کرتے ہیں اور انہی کے شبہات کو پیش کرتے ہیں بصراحت کہتے ہیں کہ تکفیر کے اعتقاد یا جحود قلبی کے ذریعے ہی ممکن ہے یہ لوگ اگرچہ ایمان کی تعریف صحیح کرتے ہیں اور اس میں اعتقاد کے ساتھ قول اور عمل کو بھی داخل کرتے ہیں مگر حقیقت میں تکفیر صرف اعتقاد کے ذریعے ہی کرتے ہیں بطور مثال حلبی کے مقدمے کے صفحہ ۱۹ پر اس کا قول ملاحظہ کریں ”اس سارے امر کی بنیاد دائرہ کفر میں ایمان کی خرابی اور اعتقاد کا نہ ہونا ہے“ ایسے ہی صفحہ ۹ کے حاشیے میں لکھا ہے ”جس مسلمان کے لیے پختہ ایمان کا حکم ثابت ہو وہ اس سے جحود یا تکذیب کے ذریعے ہی نکل سکتا ہے“ ایسے ہی صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے ”ترک اعتقادی کے قاعدے کے مطابق امور

متروکہ پر اس حکم کی روشنی میں یہ ممکن ہے کہ اس کی بنیاد جحود اور انکار یا تکذیب یا حرام کو حلال سمجھنا ہو نہ صرف ترک کر دینا ہو کیونکہ یہ تو خوارج کا قول ہے ان اقوال کے لازمی نتائج یہی ہیں خواہ وہ مانیں یا انکار کریں کہ ایمان محض تصدیق بالقلب کا نام ہے۔ اگرچہ وہ اس کی تعریف یہ نہیں کرتے لیکن اس کے لوازم کو قبول کرتے ہیں اسی لیے انہوں نے عمل کو مہمل کر دیا ہے اور ایمان کی تعریف میں اس کو تبر کاً ذکر کر دیتے ہیں اس طرح انہوں نے اعمال کے چھوڑ دینے یا بالکل نہ کرنے کو صرف ایمان کی کمی کا باعث قرار دیا ہے۔ گویا ان کے نزدیک جحود قلبی کے علاوہ محض عمل ہر گز ایمان کے لیے ناقض نہیں بن سکتا لہٰذا وہ نہیں کہہ سکتے کہ عمل ایمان کے ارکان میں سے ہے حق وہی ہے۔ جو ہمارے ائمہ ثابت کر آئے ہیں کہ بعض اعمال ایمان کی کمی کا باعث بنتے ہیں مگر کافر نہیں بناتے البتہ ایمان ناقص ہو جاتا ہے اور بعض اعمال ایمان برباد کر دیتے ہیں۔ ایمان کو ڈھا دیتے ہیں پہلی قسم تکفیر کے لیے مقید ہے جحود اور اعتقاد اور حلال کو حرام سمجھنے کے ساتھ جب کہ دوسری یہ شرط نہیں اور نہ ہی اس کا تذکرہ ہوتا ہے مگر کفر کی زیادتی کے لیے (ملاحظہ کیجئے ہماری کتاب ((امتاع النظر فی کشف شبہات مرجئۃ العصر)) مثلاً طاغوت کے ساتھ کفر کرنا ایسا کفر ہے جو ایمان کی سلامتی کے لیے ضروری ہے بلکہ یہ ایمان کی بنیادی شاخ ہے کیونکہ یہ نصف توحید اور اس کی شرط ہے۔ کیونکہ یہ کلمہ" لا الٰہ الا اللہ" میں موجود نفی کا پہلو ہے اسی لیے اس کا نہ ہونا اصل ایمان کو بلا اختلاف ختم کر دیتا ہے جبکہ حیائی اور راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ان اعمال کا نہ ہونا ایمان کے لیے ناقض نہیں ان سے فقط بتدریج ایمان کم اور کمزور ہوتا ہے امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ((الصلاۃ وحکم تارکھا)) کے صفحہ ۵۳ پر رقمطراز ہیں جیسا کہ حلبی نے بھی مقدمے کے صفحہ ۹ پر ذکر کیا ہے اور پھر صفحہ ٦ پر اپنے مخالفین پر الزام لگایا ہے کہ "وہ اپنے پیروکاروں سے اس طرح کے اقوال چھپاتے ہیں" ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ایمان کی شاخیں دو طرح کی ہیں۔ قولی، فعلی۔

ایسے ہی کفر کی دو شاخیں ہیں۔ قولی، فعلی۔

ایمان کی قولی شاخوں ایسی بھی ہیں جن کے نہ ہونے سے ایمان نہیں رہتا ایسے ہی اس کی فعلی شاخوں میں بعض ایسی ہیں جن کے نہ ہونے سے ایمان نہیں رہتا ایسے ہی کفر کی قولی و فعلی شاخیں ہیں تو جیسے جان بوجھ کر کلمہ کفر بکنے والے کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ یہ کفر کی شاخ ہے ایسے ہی جو کفر کی فعلی شاخ کا مرتکب ہو اس کی بھی تکفیر کی جائے گی جیسے بتوں کو سجدہ کرنا اور مصحف کی توہین کرنا"۔ جبکہ دور حاضر کے مرجئہ اور جہمیہ کفر میں داخل کرنے والی ان قولی اور فعلی شاخوں کے لئے مرجئہ اسلاف کے اصولوں کو لیتے ہیں جیسے بتوں کو سجدہ کرنا مصحف کو گندگی میں پھینک دینا، نبی کو قتل کرنا یا اللہ اور رسول کو گالی دینا یا موحدین کے خلاف کفار کی مدد کرنا۔ یہ تمام اعمال کفر میں داخل کر دیتے ہیں اہل سنّت میں سے کسی نے بھی ان میں جحود یا حرام کو حلال سمجھنے کی شرط نہیں لگائی جبکہ مرجئہ کہتے ہیں کہ یہ اعمال فاسد عقیدے اور جحود اور شک اور استحلال یعنی حرام کو حلال سمجھنے کی وجہ سے ہی صادر ہوتے ہیں لہٰذا کفریہ چیزیں ہیں نہ کہ اعمال۔ یہ باطل قول بشر المریسی اور اس کے پیروکاروں مرجئہ اور جہمیہ کا ہے اس کے اقوال شنیعہ میں یہ بھی ہے کہ "سورج چاند کو سجدے کرنا کفر نہیں البتہ یہ اعتقاد کفر کی علامت ہے" ان اقوال میں غور کیجئے اور دیکھئے کیا یہ خیر خواہی کر رہے ہیں نہیں بلکہ یہ تو سرکش ہیں۔

اہل سنّت والجماعت کے ائمہ فرماتے ہیں: ابو یعقوب اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "جس کی تکفیر پر اجماع ہے اور جس پر سب کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ جس طرح جاحد منکر پر لگاتے ہیں یہ وہ مومن ہے جو اللہ اور اس کی شریعت پر ایمان لائے پھر کسی نبی کو قتل کرے یا اس کے قتل میں تعاون کرے اور کہے کہ انبیاء کا قتل حرام ہے تو یہ کافر ہے۔ (تعظیم قدر الصلاۃ للمروزی)

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الصارم المسلول ص ۵۳۴ میں بھی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے اس پر اجماع نقل کیا ہے فرماتے ہیں: "جو اللہ یا اس کے رسول کو گالی دے وہ ظاہر و باطن میں کافر ہو خواہ اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھے یا حلال جانتا ہو یا اپنے اعتقاد سے کھیل رہا ہو یہ مذہب ان تمام فقہاء اور اہل السنۃ کا ہے جو قول و عمل کو ایمان قرار دیتے ہیں. ہمارے احباب وغیرہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ جو

اللہ کو برا بھلا کہیخواہ مذاق میں کہے یا سنجیدہ ہو کر کافر ہے" ابن قیم a فرماتے ہیں: "یہ قطعاً درست ہے" صفحہ ۵۱۸ پر فرماتے ہیں: "گالی کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنا کفر ہے خواہ ساتھ ہی گالی دے یا نہ دے" ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ آخری قول ان کے شاگرد ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے کس قدر میل کھاتا ہے جو انہوں نے فرمان باری تعالیٰ ہیں:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المائدہ:۴۴)

"جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ دے تو وہ کافر ہے"

کی تفسیر میں مختلف اقوال ذکر کرتے وقت لکھا ہے کہ: جو اس آیت کی یہ تفسیر کرے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم ترک کرنا جائز ہے وہ اس آیت کا منکر ہوا۔ یہ عکرمہ کا قول ہے۔ پھر فرماتے ہیں: یہ مرجوح تفسیر ہے کیونکہ نفس انکار ہی ہے کہ خواہ حکم کرنے یا نہ کرے۔ (مدارج السالکین: ۱/۳۳۶)

حلبی نے ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے اور اسے اپنے موقف کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ اس کے مقدمے کے صفحہ ۱۷ اور ۴۰ سے واضح ہے اور اس کے حقیقی معنی سے چشم پوشی کی ہے اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا اس طرح کی اور بہت سی مثالیں آئیں گی جس کا الزام اس نے دوسروں کے سروں پر ڈال دیا ہے اللہ رحم فرمائے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ: "اہل سنّت اور اہل علم ہر بات لکھتے ہیں خواہ ان کے حق میں ہو یا خلاف جبکہ خواہش پرست صرف مطلب کی بات ہی نقل کرتے ہیں"۔ فرمان باری تعالیٰ ہیں:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا﴾(النحل:۱۰۷)

"جو ایمان لانے کے بعد کفر کرے مگر جو مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن جو شرح صدر کے ساتھ کفر کرے"

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اگر کفریہ کلام کرنے کرنے والا کافر نہ ہوتا مگر اس وقت جب شرح صدر سے کرے (یعنی اعتقاد یا جحود قلبی کے ذریعے جیسا کہ جہمیہ اور مرجئہ کہتے ہیں) تو مجبور کو مستثنیٰ نہ کیا جاتا جب مجبور کو مستثنیٰ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو کفریہ گفتگو کرے وہ شرح صدر کے ساتھ ہی ایسا کر رہا ہے الا یہ کہ مجبور کر دیا جائے گویا یہ حکم ہے حکم کے لئے قید نہیں'' یہ آخری قطعہ کہ ''گویا یہ حکم ہے حکم کے لئے قید نہیں'' نہایت ہی قابل غور ہے۔ لہٰذا کلمہ کفر کا اعلان کرنے والا یا عمل کفر کا ارتکاب کرنے والا کافر ہے الا یہ کہ کوئی عذر شرعی ہو ہم اس پر ظاہراً اور باطناً کفر کا ہی حکم لگائیں گے کیونکہ اس کا بغیر کسی عذر شرعی کے کفر کا اعلان کرنا اس کے کفریہ اعتقاد کی دلیل ہے نہ کہ معاملہ اس کے برعکس ہے جیسا کہ مرجئہ شرط لگاتے ہیں کہ کافر اس وقت ہوگا جب اعتقاد ہو یا جحود ہو گویا وہ کفر کو باطن تک محدود رکھتے ہیں کہ اعتقاد ہو یا جحود استحلال اسی لئے یہ کمزور لوگ اپنے اسلاف کے اقوال سے چمٹے رہتے ہیں جب بعض عملی مکفّرات (کفر میں داخل کر دینے والے اعمال) کو لازم قرار دیتے ہیں جن پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہتے ہیں کہ ہم اس طرح کے افعال کے فاعل کی تکفیر اس لئے کرتے ہیں کہ ایسے اعمال ایسے شخص سے ہی صادر ہوں گے جو کفر فاسد کا اعتقاد رکھے۔ گویا ان کے نزدیک یہ واضح کفریہ اعمال کفر نہیں بلکہ ان کا سبب یا شرط دلی اعتقاد کفر ہے حق تو یہ ہے کہ اسے شرط یا قید نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ حکم ہی ہے جیسا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا ہے۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ((کتاب الدرّۃ فیما یجب اعتقادہ)) کے صفحہ ۳۳۹ پر فرماتے ہیں: قرآن کے نص سے صحیح ثابت ہے کہ جو کلمہ کفر کہے تو وہ کافر ہے بشرطیکہ تقیہ نہ ہو ایسے ہی قرآن کے نص سے ثابت ہے کہ جو ایمان کا اعتقاد رکھے مگر لفظ کفر کہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافر ہے اس سے سورۃ النحل کی آیت اکراہ مراد ہے (ہم ان سے فقط وہی کلام نقل کرتے ہیں جس کی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے تعریف کی ہے خصوصاً ایمان کے مسائل میں مرجئہ پر ردّ کرتے وقت (الفتاوٰی: ۴/ ۱۸، ۱۹) ہم ان کی کتب میں مضطرب عبارتوں سے بری ہیں جو یہ وہم پیدا کرتی ہیں کہ ان کے نزدیک اعمال ایمان واجب

کا حصہ ہیں اصل ایمان کا نہیں ایسے ہی ان عبارتوں سے بھی جو شبہ میں ڈالتی ہیں وہ تمام اعمال کے تارک کی تکفیر کرنے میں مرجئہ سے موافقت کرتے ہیں دیکھئے المحلیٰ:۱/ ۱۴۰اور الفصل ۳/ ۲۵۵رہا یہ مسئلہ کہ بعض اعمال کفریہ ہوتے ہیں اس بارے میں وہ مذہب اہل السنۃ پر ہیں اور ہم بھی ان سے اسی طرح کا کلام نقل کرتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ کے سوا ہر ایک کی بات کو لیا بھی جاسکتا ہے اور ردّ بھی کیا جاسکتا ہے)اور مرجئہ پر ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ محمد ﷺ ور ان کے تمام پیروکار کافر ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) اور پھر خاموش ہو جائے اور اس سے مراد یہ ہو کہ طاغوت کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾

"جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان رکھے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا"۔

اس کے کافر ہونے کے بارے میں کسی ایک مسلمان کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے ہی اگر ابلیس اور فرعون اور ابو جہل کو مومن قرار دے اور مراد یہ ہو کہ دین کفر کے ساتھ مومن ہیں تو اس کی تکفیر میں بھی کسی ایک مسلمان نے اختلاف نہیں کیا۔ (الفصل:۳/ ۲۵۳)

میں کہتا ہوں کہ: ہم صرف اس کے ظاہر کی کلام سے اس کی تکفیر کریں گے اس کے غالب اعتقاد میں ہمارا کوئی دخل نہیں ہو سکتا ایسے ہی ہر وہ شخص جو بظاہر ایسی بات کہے یا عمل کرے جس پر اللہ نے کفر کا حکم لگایا ہو جو ملت سے خارج کر دیتا ہو اس کی تکفیر بھی ہم اس کے ظاہری قول و فعل کی وجہ سے کریں گے کیونکہ اس کے اعتقاد غائب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ رسول اللہ e نے فرمایا:

((انی لم ابعث لأشق عن قلوب الناس)) (صحیح البخاری کتاب المغازی)

"مجھے اس لئے مبعوث نہیں کیا گیا کہ میں لوگوں کے دل چیر کر دیکھوں"۔

اب جو اس کے بر عکس دعوٰی کرے گویا وہ عالم الغیب ہونے کا دعویدار ہوا اور ایسا دعوٰی کرنے والا یقینا جھوٹا ہے۔

عزیز قارئین اس سے قبل کہ میں موضوع کو چھوڑوں آپ کو حلبی کی ''امانت داری'' کی ایک مثال پیش کرنا چاہوں گا اگر چہ ایسی بہت سی مثالیں آگے آئیں گی تا کہ آپ اس کی کتب اور نقول کی حقیقت جان سکیں اپنے مقدمہ کے صفحہ ٦ کے حاشیے پر کفر کی تعریف میں ابن حزم کا قول پیش کرتا ہے کہ ''کفر اس شخص کی صفت ہے جو اللہ کے فرض کردہ واجب الایمان کا حجت قائم ہونے اور حق پہنچنے کے باوجود انکار کر دے'' دیکھئے کیسے صرف ایک ہی پہلو پیش کر کے بڑی جراءت سے خاموش ہو جاتا ہے حالانکہ ابھی ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں جو اس کی جہمیت اور ارجائیت کا پردہ چاک کرتی ہے فرماتے ہیں: ''اپنے دل سے نہ کہ زبان سے یا زبان سے نہ دل سے یا دونوں سے یا ایسا عمل کرے جس کے مرتکب کو ایمان سے خارج کرنے والی نص موجود ہو'' (احکام الاحکام فی اصول الاحکام: ١/١/٦٩) یہ بات ذہن نشین رہے کہ حلبی نے اپنی ذکر کردہ ناقص جہمی تعریف کو المحلیٰ (١/٤٠) کی طرف منسوب کیا ہے اور میں نے جیل میں اسی طباعت یعنی دارالکتب العلمیہ اور دارالجیل کی طباعت کی جلد اول کی دو فوٹو کاپیاں ملاحظہ کیں مگر دونوں میں یہ ناقص تعریف اس طرح نہ تھی. بات واضح ہے کہ وہ ''الاصول'' سے نقل نہیں کرتا) حلبی کی یہ جراءت اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ناقص پیش کرنا یہ محض جہمیت کا شاخسانہ ہے خصوصاً مسئلہ جحود میں کہ یہ بھی ان کی طرح جحود سے صرف جحود قلبی مراد لیتا ہے اس طرح وہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک جہمیہ اور مرجئہ کا گھٹیا اور ملاوٹی سرمایہ ہی ہوا جو بدعتی طاغوتوں اور ان کے چیلوں کے ہاں مشہور و معروف ہے۔ اہل سنت والجماعت کے اس پر جس سے جہمیہ اور مرجئہ تنگی محسوس کرتے ہیں کو زیادتی کر کے اور کمال ہوشیاری سے اس میں تنقیص کر کے حلبی نے اپنی علمی دیانت داری کا ثبوت تو دے ہی دیا ہے صفحہ ٦ پر لکھتا ہے: ''کہ وہ ان اقوال کو گول مول کر کے پیش کرتے ہیں اور انہیں اپنے تابعداروں سے چھپاتے

ہیں ''صفحہ ۱۶ پر لکھتا ہے ''وہ قول کا وہ حصہ حذف کر دیتے ہیں جو بات کی وضاحت کرتا ہے اس صورت حال پر ہم کیا تبصرہ کریں''صفحہ ۳۵ پر لکھتا ہے:''یہ منحرف لوگ اور ان کو پناہ فراہم کرنے والے جو اِدھر اُدھر منتشر ہیں نہ ان کی دھجیاں اڑاتے ہیں اور معرفت میں شبہات پیدا کرتے ہیں جب لکھتے ہیں تو ہیر پھیر کرتے ہیں''میں کہتا ہوں گذشتہ وضاحتوں سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ ان کا مصداق کون ہے؟

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام جس کی حلبی نے دھجیاں اڑائی ہیں وہ اس بارے میں واضح ہے کہ کفر کی چار صورتیں ہیں۔

1 دل سے انکار کرنا کہ زبان سے

2 زبان سے انکار کرنا نہ کہ دل سے

3 دونوں سے انکار کرنا

4 ایسا عمل کرنا کہ جس کے مرتکب کو ایمان سے خارج کرنے والی نص موجود ہو۔

دوسری اور چوتھی صورت میں غور کریں اسی میں ہی اختلاف ہے اور حلبی نے چھپایا بھی انہی کو تھا اللہ رحم کرے امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اہل علم ہر بات لکھتے ہیں۔خواہ ان کے حق میں ہو یا مخالف جبکہ خواہش پرست اپنے غرض کی بات لکھتے ہیں۔(الدارقطنی:۱/۴۹)

اس کے باوجود بھی حلبی اپنے مخالفین پر ابن حزم کا یہ قول بطور دلیل پیش کرتے ہوئے نہیں شرماتا جیسا کہ اس نے صفحہ ۶۷ کے حاشیے میں کیا ہے۔

تنبیہ: اس موضوع کو چھوڑنے سے پہلے میں قاری کو بتانا چاہتا ہوں کہ حلبی نے اپنے موقف کے ثبوت میں صفحہ ۸ پر ابو جعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول پیش کیا ہے کہ ''کوئی شخص کافر نہیں ہو گا جبکہ وہ مسلمان ہو اور اسلام کا اقرار کرتا ہو پھر وہ اس کا رد اسلام کے منکر ہونے کی وجہ سے کر دے۔ (مشکل الآثار:۴/۵۲۸)

حلبی نے امام طحاوی کے مکمل کلام کا آخری قطعہ ہی پیش کیا ہے جو امام طحاوی نے نبی ﷺ کے اس فرمان پر:

((من لم یحافظ علی الصلوات الخمس کان یوم القیامۃ مع فرعون))

" جو پانچ نمازوں کی حفاظت نہ کرے وہ بروز قیامت فرعون کے ساتھ ہو گا۔"

بحث کرتے ہوئے کیا۔

فائدہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مجموع الفتاوی (۲۰/۹۸) پر تارک نماز کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں "جو فقہاء مطلق کہتے ہیں کہ تکفیر صرف جحود کی بناپر ہی کی جاسکتی یہ تو جحود ان کے نزدیک اقرار کی تکذیب یا اقرار والتزام سے رک جانے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾ (النمل:۱۴)

"انہوں نے اس کا انکار کیا حالانکہ ان کے دلوں نے اس کا یقین کر لیا ظلم اور تکبر کی وجہ سے آپ دیکھئے کہ فسادیوں کا کیا انجام ہوتا ہے"

نیز فرمایا:

﴿فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾

"وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں"۔ (الانعام:۳۳)

اگر یہ بات نہ ہو گی تو وہ اس کے وجوب کا اقرار کب نہیں کرتے اس سے لازم آتا ہے کہ بالاتفاق قتل کیا جائے گا اور اس کی تکفیر کی جائے گی۔

گزشتہ بیان سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ صرف جحود کو کفر وارتداد قرار دینا ارجائیت کا شاخسانہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرجئہ فقط تصدیق بالقلب کو ایمان قرار دیتے ہیں اسی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ اس کی ضد یعنی قلبی جحود وتکذیب کو ہی کفر وارتداد قرار دیتے ہیں ہم اس کا بطلان

بھی پیش کر آئے ہیں جس کو دہرانے کی ضرورت نہیں لیکن اہل حق کو ابو جعفر الطحاوی کے اس طرح کے قول سے دھوکہ میں نہیں آنا چاہیے کیونکہ ادنیٰ طلبہ بھی جانتے ہیں کہ اہل علم نے اس کی عقیدے میں مشہور کتاب ''عقیدہ طحاویہ'' کو ماسوا چند اقوال کے قبول کیا ہے انہی میں ان ایمان کی تعریف میں مرجئہ کی موافقت کرنا بھی ہے کہ ''دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا'' اس میں عمل کو داخل نہیں کیا علماء اور محققین جانتے ہیں کہ یہ احناف کا مذہب ہے اور وہ اس پر تنقید کرتے رہتے ہیں امام طحاوی بھی انہیں میں شامل ہیں محققین انہیں مرجئہ کے فقہاء کا ساتھی قرار دیتے ہیں اس بناء پر تعجب کی بات نہیں کہ طحاوی کفر کو جحود کے ساتھ مقید کریں اور اس طرح کہیں کیونکہ یہ تو تعریف مذکور کا لازمی نتیجہ ہے تعجب اس بات پر ہونا چاہیے کہ سلفیت کا دعویدار ایمان کی یہ تعریف پیش کرے اور اُسے سلف صالحین کی تعریف ایمان سے منسوب کرے جیسا کہ حلبی نے کیا ہے کہ امام طحاوی کی کتاب کا وہ قطعہ لے لیا جس پر بار بار تنقید کی جا چکی ہے کیونکہ وہ اس کے جہیمانہ اور مرجئانہ خیالات سے مناسبت رکھتا ہے۔

درباری ملا جو جہمیہ اور معتزلہ کے نزدیک ثقہ ہیں اوران کا قول حلبی کے لئے حرف آخر ہے

3 حلبی صفحہ ٦ پر لکھتا ہے: ''اس اہم مسئلے کو واضح کرنے کے لئے ثقہ اور عادل علماء وائمہ کا کلام پیش کرنا ضروری ہے کیونکہ ان کا کلام حرف آخر ہے جس کے مقابل ہر قول مقطوع اور ہر نرم سخت بے فائدہ اور حق و باطل سے مرقع قول زائل ہو جاتا ہے مخالفین کی عادت ہے کہ وہ ان اقوال کو گول مول کر کے پیش کرتے ہیں اور اپنے تابعداروں سے انہیں چھپاتے ہیں اور جب ظاہر کرتے ہیں تو غلط معنی لیتے ہیں انہیں نقل کرتے وقت ان کے ظاہر سے پھر جاتے ہیں اس طرح یہ مخالفین علماء کے کلام

کو مشکوک بنادیتے ہیں اور پھر ان پر عیب لگاتے ہیں یہاں تک کہ ان سے عمومی ثقاہت بھی سلب کر لیتے ہیں"۔

میں کہتا ہوں: اس کلام میں حق اور باطل کو خلط ملط کیا گیا ہے نور کو اندھیرے کے ساتھ ملا دیا گیا ہے ان عمومی اطلاقات کے ذریعے ہمارے علمائے حق جن کے اقوال کو وہ کاٹ کاٹ کر پیش کرتا ہے اور جہمیہ اور مرجئہ کے رؤسائجو طاغوتوں کے بگل اور خدمت گزار ہیں کے مابین کوئی فرق نہیں چھوڑا۔ اور یہ برے اخلاف جن کے اقوال کو وہ دلیل بناتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کے باطل اقوال کی گمراہی کو اپنی حمایت میں پاتا ہے اسی لئے ان کی تعریف میں کہتا ہے کہ "ان کا کلام حرف آخر ہے جس کے مقابل ہر کلام مقطوع ہے" یوں نہیں کہا کہ وہ اس اطلاق میں ہمارے موافق ہے پھر اپنے مخالفین پر طعنہ زنی کرتا ہے کہ "وہ اہل علم کے کلام کو مشکوک بناتے ہیں" اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے مرجئہ اور جہمیہ مشائخ کی مخالفت کرتے ہیں اور طاغوت کے خلاف ہیں جبکہ ان کے مشائخ طاغوت کے باطل کو جائز اور اس کے کفر کو معمولی اور کفر دون کفر قرار دیتے ہیں۔ اس کا یہ قول کہ "ثقہ اور عادل علماء وائمہ" اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارے اکیلے کی تعدیل وتوثیق کو مستقل قبول نہیں کیا جاسکتا جبکہ وہ تمہارے ہم خیالوں اور بدعتی ساتھیوں کے متعلق بھی ہو پھر تمہاری اپنی تدلیس وتلبیس اور علمی خباثت کے تذکرے ہو چکے ہیں اور بہت سے آنے والے ہیں۔ ابن حبان پر یہ الزام ہے کہ وہ توثیق میں متساہل ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب "الثقات" میں بہت سے ایسے مشہور روات جن کے بارے میں جرح وتعدیل منقول نہ تھی کو اس کتاب میں ذکر کیا ہے اسی لئے اہل علم ان کے اکیلے کی توثیق کو حیثیت نہیں دیتے تو تمہاری کیا حیثیت ہے کہ تم ایک مطعون ومردود کی توثیق وتعدیل کرتے پھرو جو توحید پر حرف گیری سے بھی باز نہ آئیں یعنی حکومت کے چیلے علماء سوء اور خدمت گزار جو سرکشوں کی بیعت کر کے دین کے مضبوط کڑے کو توڑنا چاہتے ہوں اور ان کی بیعت کر کے خود کو ان کے ہاتھوں کا کھلونا اور خواہشات کی تکمیل کرنے والا بناتے ہوں اور اس طاغوت کا

دفاع کرتے ہوں جس کے ساتھ کفر کرنے کا ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے اور انہیں مسلمانوں کا امام اور مومنوں کا امیر اور مسلمانوں کے معاملات کا سرپرست قرار دیتے ہوں جو ان کی گود میں رہتے ہوں اور انہی کا دودھ پیتے ہوں ان کے آگے بچھتے ہوں اور اپنے فضول شبہات کے ذریعے ان کے باطل کو جائز قرار دیتے ہوں اور ان میں اپنے حقیر فتاوٰی کے پیوند لگاتے ہوں اگر وہ اپنے گلے میں صلیب پہن لیں تو یہ کہیں کہ یہ عادی امور ہیں اور جب مشرق و مغرب کے کفار سے دوستیاں لگا کر مکمل اتفاق کے ساتھ ان کی موحدین اور جہاد اور مجاہدین کے خلاف جنگ میں مدد کریں تو یہ کہیں کہ یہ دہشت گردی کی جنگ ہے اس کے علاوہ اور بہت سی چالیں اور دھوکے جن کے متعلق یہی کہتے ہیں کہ یہ عادی امور ہیں جب مشرک کے بدلے مسلم کے قتل کو مشروع اور جائز قرار دیں تب بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ عادی امور ہیں۔ پھر نہ جانے شرکیہ اور کفریہ امور کا دور کب آئے گا؟

وهل افسد الدين الا الملوك　　　واحبار سوء و رهبانها!!

”دین کو بادشاہوں، علماء سوء اور درباری ملاؤں نے برباد کیا“

وہ نوجوانوں کو تابعدار بناتے ہیں اور انہیں اپنی فوج میں بھرتی کرتے ہیں تاکہ دین طاغوت اور اس کی حکومت وولایت مضبوط ہو ہم نے بار بار مشاہدہ کیا ہے کہ نوجوان افغانستان میں شہادت کی طلب میں آتے ہیں اور جب ان سے تفتیش کی جائے تو ان کا عقیدہ ہوتا ہے ان کے گلے میں اپنے شہر کے طاغوت (حاکم) کی بیعت کا پٹہ ہے یہ سب آپ کے ثقہ اور عادل علماء کی تلبیس و گمراہی کی ہی برکات ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوّا (جسے انہوں نے طاغوت کے حق میں دعائیں کرنے کے لئے پالا ہوا ہے) جنگ خلیج کے ایام میں حرم نبوی کے منبر پر کائیں کائیں کرتے ہوئے کہتا ہے ”اللہ امریکا کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے“ ساتھ ہی انہیں القابات سے نوازتا ہے اور ان کی حمایت میں چند کمزور شبہات پیش کرتا ہے۔ ان لوگوں کو حلبی صفحہ ۳۴ پر ”کبار علماء“ قرار دیتا ہے اور جب کوئی ان

کے بارے میں کہے کہ "یہ صحراؤں میں رہتے ہیں حقیقت کو نہیں سمجھتے"تو غصے کے مارے جل بھن جاتاہے یہ شاعر کے اس شعر کا مکمل مصداق ہیں۔

اذا لحن الطاغوت یوماً بقولۃٍ　　　قالوا علی رسلکم انّہ یُعربُ

"جب طاغوت کبھی کوئی بات کہتاہے نرمی کے ساتھ۔کہتے ہیں رک جاؤ اس کی وضاحت کر دی جائے گی"

واذا ضرط السلطان جھر الضرطۃ　　　قالوالہ ماھذاالنفس الطیب

"اور جب سلطان زور سے گوز مارے۔تو وہ اس سے کہتے ہیں کہ یہ اچھا شخص نہیں ہے"

ان لوگوں کو حلبی صفحہ ۳۷ پر ہدایت کے ستارے اور دشمنوں کے لئے شہابیے قرار دیتے ہوئے بالکل شرم محسوس نہیں کرتا۔یہ کون سی دشمنی ہے اور کیا موحدین کے علاوہ کسی اور سے ہے؟(میں کہتا ہوں یا صوفیہ اور فرقہ پروروں سے بھی دشمنی ہے کیونکہ ان سے مقابلہ کرنا آسان ہے لیکن طاغوتی حکام سے نہیں کیونکہ اس نتیجے میں جیل اور سزاؤں اور جدائیوں اور موت سے سامنا کرنا پڑتا ہے)نیز کہتاہے"جو ان کی لاٹھی کو پکڑے گا وہی نجات پاسکتاہے"پھر اپنے مخالفین جو طاغوت سے براءت کا اعلان کرتے ہیں کے بارے میں لکھتاہے کہ"وہ یعنی مخالفین علماء کے کلام کو مشکوک بناتے ہیں یہاں تک کہ ان سے عمومی ثقاہت بھی سلب کر لیتے ہیں"ہم اکثر سنتے ہیں کہ ہماری طرف کن انکھیوں سے اشارے کئے جاتے ہیں اور ہم پر علماء کو گمراہ کہنے کی تہمت لگائی جاتی ہے تو کون سے علماء؟ہم باآواز بلند کہتے ہیں اور ہر کانوں والا سن لے"ہاں ہم طاغوت کے خدام کو گمراہ قرار دینے میں باکل ندامت محسوس نہیں کرتے اور درباری ملاؤں کی شان گھٹاتے ہیں اور ان سب سے اظہار براءت کرتے ہیں اور ان کی حقیقت نوجوانوں اورامت کے سامنے لاکر اللہ کا قرب چاہتے ہیں اور ان کی گمراہی اور جھوٹ سے لوگوں کو بچانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے(ان کے مقلدین میں سے جو بھی ہمارایہ کلام پڑھ کر غصے میں ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ان اندھیروں کے درمیان رہ کر امت کے

سامنے ان کے جھوٹ اور باطل کے پردے کو چاک کرنے کو ہم اپنا عقیدہ اور سب سے اہم فریضہ سمجھتے ہیں اللہ امام احمد پر رحم کرے انہوں نے کوسج کے ایک سوال کا جواب دیا جو ارجاء کی دعوت دینے والے کے بارے میں تھا۔ آپ اللہ کی قسم اس کو بچھاڑ دیا جائے اور دور کر دیا جائے۔(اعلام الموقعین:۴/۱۶۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فتاوٰی(۲۸/ ۲۳۲)میں اسے جہاد فی سبیل اللہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر اللہ ان لوگوں کو کھڑا نہ کرتا جو ان کے نقصانات کا قلع قمع کرتے ہیں تو دین بگاڑ کا شکار ہو جاتا اور دین کا مبنی فساد ہونا میدان جنگ میں دشمن کے غالب آجانے کے فساد سے زیادہ خطرناک ہے اور ان کے چیلے اور مقلدین یہ بھی جان لیں کہ ہم ان کے مشائخ کی گمراہیوں اور ان کی بدعات اور باطل کا پردہ چاک کرنے اور ان سے امت اور نوجوانوں کو بچانے سے کبھی باز نہ آئیں گے اگرچہ وہ ہم پر کتنا ہی جھوٹ بول لیں اور بہتان باندھ لیں اور ہماری طرف وہ باتیں اور وہ اقوال منسوب کریں جو ہم نے نہ کی ہو۔اور سب مل کر ہماری تکفیر کریں اور ہم پر خلود فی النار کا حکم لگائیں۔

فالبھت عندھم رخیص سعرہ حشوا بلا کیل ولا میزان

”ان کے ہاں جھوٹ کے کوئی دام نہیں وہ بھر بھر کر اسے لیتے ہیں“

جبکہ ہمارے فاضل علماء اور اجلّہ شیوخ کا حق ہے کہ انہیں ہدایت کے ستارے اور دشمنوں کے لئے شہابیے قرار دیا جائے جو بادشاہ کے دربار سے فرار چاہتے ہیں جبکہ بادشاہ انہیں اپنا قرب دینا چاہتا ہے مگر وہ ایسا کب کر سکتے ہیں وہ بھی فتوحات کے زمانے میں ؟ جیسے سفیان الثوری،اسحاق بن راھویہ اور امام اہل السنۃ احمد بن حنبل وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم جو ان کے راستے پر گامزن رہے جیسے امام عزبن عبد السلام اور امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم رحمۃ اللہ علیہم ایسے وہ علماء جو دور حاضر میں انہی کی راہ کے راہی ہیں اور اللہ کے دین کے سپاہی ہیں جو دین اللہ کو قائم اور اس کے حکم کو نافذ کرنا چاہتے ہیں کوئی ان کی مخالفت کرے یا ان کی مدد چھوڑ دے انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

فلولا هموا كانت ظلاما باهلها   ولكن هموا فيها بدور وانجم

اولئك أحبابي فحيّ هلابهم   وحي هلا بالطيبين وأنعم

اولئك (اشياخي) فجئن بمثلهم   اذا جمعتنا يا (خصيم) المحافل

"اگر وہ ارادہ نہ کرتے تو یہ ناانصافی ہوتی لیکن انہوں نے چودھویں کے چاند اور ستاروں کا ارادہ کیا یہ میرے محبوب ہیں ان پاکباز اور بہترین ہستیوں کو جلد بلاؤ یہ میرے شیوخ ہیں اے جھگڑنے والے جب تو ہم سے جھگڑتا ہے کیا ان کی طرح ایک بھی لا سکتا ہے!"

یہی وہ علماء ہیں جن کا حق ہے کہ ان کے بارے میں کہا جائے کہ "علماء کے چمڑوں اور گوشت پوست کو آزمایا جاتا ہے اور ان کے عیوب تلاش کرنے والوں اور ان کی شان گھٹانے والوں کے بارے میں اللہ کی عادت معلوم ہے" جبکہ یہ درویش اور ملا لوگ جن کی کتب فتاوٰی اور دھوکے زہر آلود ہوتے ہیں ان کے عیوب کی نقاب کشائی میں اللہ کی عادت معلوم ہی ہے اگرچہ کچھ عرصے بعد ہی سہی۔ حلبی نے اپنے علماء کی شان میں یہ جو کہا کہ "ان کا کلام حرف آخر ہے جس کے مقابل ہر کلام مقطوع ہے" یہ محض غلو اور ظن ہے اور یہ اطلاق کہ جس سے اللہ کے کلام اور رسول اللہ ﷺ کے کلام تک کو مستثنٰی نہیں کیا یہ اس خواہش کے آثار ہیں جو صاحبِ خواہش (خواہش کرنے والے) کے مطابق ہو جیسے ایک پلاّ اپنے ساتھی کے ساتھ نکلتا ہے کبھی دائیں جاتا ہے کبھی بائیں اور دوسرا اس کے پیچھے چلتا ہے کوئی ہڈی یا کنکر یا مینگنی نہیں چھوڑتا مگر اسے سونگھتا ضرور ہے۔ پھر کیا سلفیت کے دعویدار کے لئے جائز ہے کہ وہ وحی کے سوا کسی اور کو اس وصف سے نوازے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ☆ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾ (الطارق:۱۳-۱۴)

"یہ قول حرف آخر ہے اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے"۔

یہ تو سلفیت کے مبادی اور بنیادی باتیں ہیں کہ حجت اور قطعیت صرف کلام اللہ اور کلام رسول ﷺ کا وصف ہے ایک ادنی درجے کا سلفی بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے پھر بھی نہ جانے حلبی جیسے لوگ

کیوں اس سے چشم پوشی کرتے ہیں اور اسے بھولنے کی کوشش کرتے ہیں اور خود کو اسلاف کی طرف منسوب بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ (الاعراف:۱)

"اپنے رب کے نازل کردہ کی اتباع کرو اور اسے چھوڑ کر اولیاء کی پیروی نہ کرو"۔

نیز فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ﴾ (الانبیاء:۴۵)

"کہہ دیجئے میں تمہیں وحی کے ذریعے ڈراتا ہوں"۔

نیز فرمایا:

﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف:۱۸۵)

"اللہ اور اس کی آیت کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے"۔

لیکن کتاب و سنت کے نصوص سے ان کے باطل کو ثابت کرنے کے لئے دلیلیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر عاجز آجانے سے انہیں اس طرح کی بھول بھلیوں میں لا پھینکا ہے لہٰذا وہ رجال کے کلام کو حجت مانتے ہیں اور ان سے اپنی خواہشات کے مطابق اقوال ڈھونڈھ کر انہیں اپنی چرب زبانی کا پیوند لگاتے اور گول مول کرکے اور کہیں کاٹ پیٹ کرکے پیش کرتے ہیں۔

اللہ ان کی اس عادت سے خوب واقف ہے۔

اس کی ضرورت پہلے ائمہ کے کلام میں پڑتی ہے بعد کے مشائخ میں عموماً اس کاٹم پیٹی کی احتیاج نہیں ہوتی کیونکہ اس میں انہیں اپنے مقصد کی گمراہیاں اور تعریفیں بڑی فراخی سے ملتی ہیں جو ان کے من گھڑت مذاہب کی تائید کرتی ہیں اسی لئے وہ ان کو حرف آخر اور اپنے مقابل پر کلام کو کاٹ کر رکھ دینے والا قرار دیتے ہیں ان کی زبانیں ان کے لئے نہیں کھلتی اور نہ ہی دراز ہوتی ہیں جن کی وہ تقلید

کرتے ہیں اور اختلاف کی صورت میں ان کے اقوال پیش کر کے انہیں حرف آخر قرار دیتے ہیں پھر بھی بوقت ضرورت سلفیت کے دعوے سے باز نہیں آتے۔

لہٰذا وہ اپنے اس قول کہ: "مخالفین کی عادت ہے کہ وہ اقوال کو گول مول کر کے پیش کرتے ہیں اور انہیں اپنے پیروکاروں سے چھپاتے ہیں اور جب ظاہر کرتے ہیں تو غلط معنی لیتے ہیں اور نقل کرتے وقت اس کے ظاہر سے پھر جاتے ہیں" کا خود ہی مصداق ہو جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اور ابھی مزید آئے گا۔

جہمیہ اور مرجئہ کا اللہ کے بعض احکامات کے ترک کو معصیت قرار دینا اور بعض احکامات کو ان کے تشریعی معنی میں لینا اور ان دونوں کے مابین التباس کرنا

حلبی نے حکم کے موضوع پر بھی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدۃ:۴۴)

"اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں وہ کافر ہیں"۔

کے گرد بڑا زور لگایا ہے اور حکم بما انزل اللہ کا منکر ہو کر ترک کرنے اور منکر ہوئے بغیر ترک کرنے کی تفریق کو ثابت کرنے کے لیے بہت سے علماء کے اقوال کو جمع کیا ہے۔ انہی میں سے شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے جسے اس نے صفحہ ۸ پر اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں: جاننا چاہیئے کہ اس بحث میں قابل تحریر یہ ہے کہ جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے رسولوں سے اعراض کرتے ہوئے۔ اور اللہ کے احکام کو باطل قرار دے کر تو ظلم فسق اور کفران سب سے مراد ایسا کفر ہے جو اُسے دین سے خارج کر دیتا ہے۔ اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے اور اعتقاد رکھے کہ وہ حرام اور قبیح کا مرتکب ہو رہا ہے، تو یہ کفر ظلم اور فسق دین سے خارج نہیں کرتا"۔ اور صفحہ ۲۰ پر

طبری کا قول نقل کیا ہے کہ "جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے اس کا منکر ہو تو وہ کافر ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کیونکہ اس کا اللہ کے حکم کا منکر ہونا اس علم کے باوجود کہ اللہ نے اسے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے ایسے ہی ہے جیسے نبی کو سچا نبی جاننے کے باوجود اس کی نبوت کا انکار کر دینا" اور صفحہ ۲۱ پر ابن جوزی کا قول ہے کہ "جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے اس کا منکر ہو اور جانتا بھی ہو کہ اللہ نے اس کو نازل کیا جیسا کہ یہود نے کیا تو وہ کافر ہے۔ اور جو اس کے مطابق حکم نہ کرے خواہش سے متاثر ہو کر منکر نہ ہو تو یہ ظالم اور فاسق ہے"۔ ان کے علاوہ اور اقوال جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم چھوڑ دینے میں ہے اور اس کی تفصیل سے متعلق ہیں۔ یہ در حقیقت حلبی کا موجودہ دور کے اختلاف کی حقیقت سے فرار اور لاعلمی ہے جو ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق بعض احکامات کو چھوڑ دینا معصیت ہے۔ جیسا کہ زمانہ خلافت میں ہوا اختلاف اس میں نہیں بلکہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کے بغیر حکم کرنے میں ہے جو آج اپنی بدترین طاغوتی محرفہ قوانین کی صورت میں موجود ہے۔ اسی لئے ہم جہمیہ اور مرجئہ کے ساتھ ایک ایسے خیالی حکم کے مسئلے میں مناقشہ نہیں کرنا چاہتے جس کا دور حاضر میں کوئی وجود ہی نہیں بلکہ ہم اس شریعت کے بارے میں مناقشہ کرتے ہیں جو در حقیقت ہمارے زمانے کے حکام کا شرک ہے میں نے اس بارے میں کتنے ہی لوگوں سے مناظرہ کیا ہے اور میں انہیں ایک ہی بات کہتا ہوں کہ (پارلیمنٹ کے) دستور کے مطابق شریعت سازی کرنا کیا یہ کفر ہے یا معصیت جیسے کہ زنا اور شراب پینا کہ اس کا مرتکب کافر نہیں ہوتا مگر اس وقت جب انکار کر دے یا پھر انہیں حلال جانے اور اسی لیے ہم ان کے سامنے یہ آیت نہیں رکھتے جن کے گرد حلبی اور اس جیسے جہمیہ اور مرجئہ نے اور پہلے وقتوں کے خوارج نے بڑا ڈھنڈورا پیٹا، کیونکہ ان آیات کا ظاہر اور عموم دونوں پہلوؤں کا احتمال رکھتا ہے۔ اگر حکم اسباب نزول پر توجہ کی جائے ہم اپنی آیات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں جو قانون سازوں اور کفریہ قانون کے پیروکاروں اور طاغوت کو حاکم ماننے والوں کی تکفیر کرتی ہوں جبکہ ان کے پاس سوائے

تناقض، ضبط، سینگ اور دولتیاں مارنے کے سوا کچھ بھی نہیں اس مسئلے میں یہ طریق ایسے ہی ہے جیسے چٹان کو سینگ مارنا تاکہ وہ کمزور ہو جائے جبکہ چٹان کا کیا بگڑنا ہے الٹا سینگ ہی ٹوٹ جاتا ہے ان کے گمان میں یہ شریعت کے فروع میں سے کسی ایک فروع پر طبع آزمائی ہے جبکہ حقیقت میں یہ دین کی بنیاد اور انبیاء ورسل علیہم السلام کی مرکزی دعوت توحید اور طاغوت کے ساتھ کفر پر حملہ ہے جس کے تارک کے کفر پر ساری امت متفق ہے اور اس ترک میں تو جحود یا استحلال کا کوئی دخل ہی نہیں البتہ ان سے کفر میں مزید اضافہ ضرور ہوتا ہے۔

حافظ ابو الفداء ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنہایۃ میں فرماتے ہیں: ”جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء پر محکوم ومنزّل شریعت کا تارک بن جائے اور دیگر منسوخ شرائع کو حاکم مان لے وہ کافر ہے تو جو تاتاریوں کے قانونی ”یاسق“ (جو اسلام، یہودیت، نصرانیت اور ہندومت وغیرہ کا مجموعہ ہے) کو حاکم مانے اور اسے شریعت اسلامیہ پر مقدم کرے وہ بھی باجماع المسلمین کافر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ‌ ؕ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ﴾ (المائدۃ:۵۰)

”کیا وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں حالانکہ اللہ سے بڑھ کر کس کا حکم اچھا ہو سکتا ہے یقین رکھنے والی قوم کے لیے“

نیز فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا﴾ (النساء:۶۵)۔(البدایۃ والنہایۃ:۱۳/۱۱۹)

”آپ کے رب کی قسم یہ ایمان لانے والے نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حاکم نہ مان لیں پھر دل میں تنگی بھی محسوس نہ کریں اور مکمل تسلیم کرلیں“

(مرجئہ کی عادت ہے وہ اس طرح کے الفاظ سے کھیلتے ہیں اور اس سے تقدیم اعتقادی مراد لیتے ہیں (یعنی اللہ کے حکم پر غیر اللہ کے حکم کو مقدم کرنا) حالانکہ معمولی عقل والا حلبی مانتا ہے کہ اس سے یاسق کو اللہ کے حکم میں مقدم کرنا مراد ہے چنانچہ جو یاسق کے اوامر کو نافذ کرکے اور اللہ کے اوامر کو معطل کرے گویا وہ یاسق کو مقدم اور اللہ کے اوامر کو مؤخر کررہا ہے اسی بات کو مزید اچھی طرح سمجھئے کہ وہ اپنے قوانین کو اللہ کے دین پر مقدم رکھتے ہیں کہ شادی طلاق اور میراث اور اس جیسے دیگر ابواب جنہیں وہ احوال شخصیت کا نام دیتے ہیں اور شرع کی طرف منسوب کرتے ہیں کو اپنے دستور اور قانون کے تابع اور محکوم کرتے ہیں اور ان میں سے صرف وہی نافذ کرتے اور اسی کی صفت اور قانونی قوت لیتے ہیں جو ان کے قانون اور دستور سے ثابت ہوجائے جیسا کہ وکلاء قانون دانوں (جج وغیرہ) کو فقہاء قانون کہتے ہیں جیسے فقہاء شریعت کہا جاتا ہے یہ دستور ان کے نزدیک سب سے اہم قانون اور تمام قوانین پر نگران ہے اور تمام قوانین اسی کے خطوط عریضہ سے نکلتے اور اسی کے تحت رہتے تو جسے وہ اپنے گمان میں شرعی حکم کہتے ہیں اسے اللہ کی اطاعت اور اس کے سامنے جھک جانے کے طور پر حکم نہیں مانتے اگر ایسا ہوتا تو وہ اللہ کے تمام احکامات کو تسلیم کرتے لیکن وہ اسے حکم مانتے ہیں اپنے اس قانون کی اتباع میں جو اسی دستور سے متعین اور مقرر ہو اور ان کی خواہشات اور حالات اور رسم ورواج کے مطابق ہو تو اللہ کی شریعت جسے ان کا قانون متعین کردے وہ ہی قابل اتباع قرار پاتا ہے اور نافذ ہوجاتا ہے اور جسے ان کا قانون متعین نہ کرے نہ اسے نافذ کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جاتا ہے تو مقدم کون سا قانون ہوا اور کون تابع رہا اور کون متبوع ؟اردنی دستور کا مادہ نمبر

۱۰۳ شق نمبر (۱۲مسائل احوال شخصیہ جنہیں قانون متعین کرتا ہے) یہ نص اس کی صریح دلیل ہے۔

شیخ عبدالمجید الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ((حد الاسلام وحقیقة الایمان)) طبع جامعہ ام القریٰ کے صفحہ ۳۷۶ پر فرماتے ہیں: ''اب صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ عام قانون سازی حد پار کر چکی ہے اور صاف اقرار کرتی ہے کہ یہ غیر اللہ کی قانون سازی ہے اور حق ہے کیونکہ ان کے نزدیک شرعی نصوص میں یہ صلاحیت نہیں کہ انہیں قانون کا درجہ دیا جاسکے اگر ان پر کوئی عمل کرنا چاہے الا یہ کہ قانون ساز ادارہ اپنی مرضی سے انہیں بطور قانون پیش کرے صرف انہیں اختیار ہے کہ وہ اسے قانون کا درجہ دے سکیں تو اس وقت اس کی حیثیت عام قوانین کی سی ہوگی جیسے فرانس کے قوانین یا فقہاء قانون کی آراء یا جن پر مختلف محکمے کاربند ہوں جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا انہیں پیش کرنا قانون کا درجہ نہیں دیتا کیونکہ اللہ کو یہ اتھارٹی نہیں اور نہ ہی ان کے نزدیک شریعت سازی اللہ کا حق ہے'' نیز صفحہ ۳۷۷ پر فرماتے ہیں ''موجود دستور کتاب وسنت پر مقدم نہیں ہوسکتا نہ ہی شریعت کی فرع پر کیونکہ اس میں ٹریفک اور سیاحت اور لیزنگ وغیرہ کے ضابطے اور قوانین بھی ہیں بلکہ عام عادات اور مختلف انفرادی واجتماعی رسم ورواج پر بھی مقدم نہیں ہوسکتا لہٰذا حقیقت پر غور کریں اور غافلوں کے بلبلانے سے دھوکہ میں نہ آئیں)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کے دین میں یہ بات ماننا مجبوری ہے اور تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جو دین اسلام یا شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے علاوہ کی اتباع کو جائز قرار دے وہ کافر ہے۔ (مجموع الفتاوٰی: ۲۸/ ۵۲۴)

توجو واجب قرار دے اور نہ ماننے پر سزا دے قید کرے اور قتل تک کر دے اس کا کیا حکم ہوا؟ لوگو! اب تو جاگ جاؤ۔ قانون سازی اور اللہ کی شریعت کے علاوہ غیر شرائع سے متعلق ان اقوال میں غور کیجئے یہ بالکل سیدھی سادھی بات ہے کہ اس سے وہی تارک مراد ہے جو اللہ کے نازل کردہ

کے ذریعے کو حکم کرنے کو ترک کردے اور دین پر کاربند بھی ہو جبکہ حلبی اس میں منکر اور غیر منکر کا فرق کرتا ہے لیکن وہ اور اس جیسے دیگر اس نوع اور قانون سازی کی اس فرع جس کے مرتکب کی تکفیر پر آپ اجماع ملاحظہ کر چکے ہیں میں فرق نہیں کرتے اسی لئے حاشیے میں شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بارے میں لکھتا ہے:"علامہ شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر اقوال اسی قول سے قطعاً معارض نہیں ہیں وہ مجمل ہیں یہ مفصل ہے خصوصاً "جائے تحریر" کے الفاظ پر غور کیجئے اور اجمال کا دھوکہ دینے والوں اور اقوال کو کاٹ کر پیش کرنے والوں سے بچ کر رہیئے"۔ہم کہتے ہیں کہ مدلس صاحب آپ اقوال کو کاٹ کر پیش کرنے سے بچ کر رہیں اور اس دن کا خوف کریں جس دن آپ اللہ سبحانہ سے ملاقات کریں گے وہاں یہ دھوکے اپنی آنکھوں سے اپنے اعمال نامے میں دیکھ لینا۔

طالب حق کے لئے میں شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا کلام نقل کر دیتا ہوں جس میں حلبی نے صرف اپنے مطلب کی بات کاٹ لی ہے اور پھر اسے مطلق اور شیخ کے بقیہ کلام کو مجمل قرار دیدیا۔ فرماتے ہیں:"جاننا چاہئیے کہ اس بحث میں قابل تحریر یہ ہے کہ (کفر ظلم اور فسق ان میں سے ہر ایک کا اطلاق کبھی معصیت اور کبھی ملت سے خارج کر دینے والے کفر پر ہوتا ہے)اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے رسولوں سے اعراض کرکے یا اللہ کے احکام کو باطل قرار دے کر تو اس کے ظلم ،فسق اور کفر سے وہ کفر مراد ہو گا جو ملت سے خارج کردے اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے اور اعتقاد رکھے کہ وہ حرام اور قبیح کا مرتکب ہو رہا ہے تو یہ کفر، ظلم اور فسق ملت سے خارج نہیں کرتا۔ (اضواء البیان : ۲/۹۴) (.........) بریکٹوں کی درمیانی عبارت پر غور کریں جسے حلبی صاحب ہضم کر گئے تاکہ ان الفاظ "قابل تحریر" کو اپنے حق میں پھیر سکیں حالانکہ ان کا تعلق بریکٹوں کی درمیانی عبارت سے ہے۔ حلبی نے اسے حذف کرکے اپنی معروف علمی دیانت کا ثبوت دے دیا ہے تاکہ جہمیہ اور مرجئہ کو خوش کر سکے اور پھر شرم وحیاء کا لحاظ کئے بغیر بڑے وثوق سے یہ دعوٰی کر دیا کہ یہی اصل ہے اور اس کے سوا شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کا بصراحت قانون سازوں اور اللہ کے

نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے والوں کو کافر قرار دینا اسے اجمال کہہ دیا حالانکہ شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلام اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ.........هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.........هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (المائدۃ:۴۴)

''اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں وہ کافر......ظالم......فاسق ہیں''۔

کے بعد ذکر کیا ہے اور پھر وہاں ''قابل تحریر'' کے الفاظ لے کر آئے ہیں تاکہ ان آیات میں موجود کفر، ظلم اور فسق ان الفاظ کے شریعت میں عام ہونے کی طرف اشارہ ہو جائے اور ان کا یہ کلام خاص حکم اور قانون سازی کے موضوع پر نہیں ہے اسی لئے اس کے بعد آگے نہیں بڑھے بلکہ اسی آیت کی پھر سے تفسیر کرنا شروع کر دی پھر اس میں ترک حکم کی مشہور تفصیل ذکر کی۔ حلبی کی خیانت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب اس نے اس عبارت کو حذف کیا تو ساتھ ہی اللہ کے فرمان میں موجود ''و'' یعنی ''اور'' کو بھی حذف کر دیا تاکہ کلام کی سلاست باقی رہے یہ سب صرف اس لئے ہے کہ شنقیطی کے اس کلام سے قانون سازوں اور ان کے قوانین کے تابعداروں کی تکفیر ثابت نہ ہو سکے اسی طرح حلبی نے خیانت کرتے ہوئے قانون سازی سے متعلق مفصل اور واضح کلام کو مجمل قرار دے دیا اور ''ترک حکم'' کے عنوان پر ان کے کلام کو ''عام حکم'' کے عنوان پر قرار دے دیا اس سب کے باوجود بھی بے شرمی کا عالم یہ ہے کہ نصوص واقوال کی کاٹ چھانٹ خود کرتا ہے اور الزام دوسرو ں کے سر دھرتا ہے میں نے آج تک نصوص کا اتنا بڑا چور نہیں دیکھا جو چوری کے بعد کاٹ چھانٹ اور پیوند لگا کر اور حق چھپا کر کام چلاتا ہو اور پھر حاشیے میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بطور تمثیل پیش کرے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان صادق ہے کہ:

((من کلام النبوۃ اذا لم تستح فاصنع ما شئت))

(احمد۔ بخاری۔ ابو داؤد۔ ابن ماجۃ۔ عن ابی مسعود البدری رضی اللہ عنہ)

"ہر نبی کا یہ کلام رہا کہ جب شرم نہ رہے تو جو چاہے کرتا پھر"۔

شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی دھجیاں اڑا کر اگر حلبی کی خواہش پوری ہو جائے کہ وہ قابل تحریر ہے جبکہ "ترک حکم" کا موضوع کہ اللہ کے ساتھ قانون سازی میں برابر کرنا اور ان قانون سازوں کا غیر اللہ کی شریعت کو قانون اور منہاج کا درجہ دینا نا قابل تحریر مقام ہے جبکہ ہم اس سلسلے میں شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا ذکر کر آئے ہیں کہ "ان کے کافر اور مشرک ہونے میں وہی شک کرے گا جو بے بصیرت اور نور وحی سے اندھا ہو" ایک اور مقام پر (اضواء البیان: ۴/ ۸۴) پر فرماتے ہیں : قانونی سلسلہ جو آسمان وزمین کے خالق کے قانون سے متصادم ہے اللہ خالق ارض وسماء کے مقابلے میں اسے حاکم ماننا کفر ہے۔ نیز فرماتے ہیں: جب شریعت سازی اور تمام احکام خواہ وہ شرعی ہوں یا کونی قدری ربوبیت کے خصائص ہیں تو جو اللہ کے قانون کے علاوہ کسی اور قانون کی اتباع کرے تو گویا اس نے اس قانون ساز کو رب کا درجہ دے کر اللہ کا شریک بنالیا۔ (اضواء البیان: ۷/ ۱۶۹) صفحہ ۱۷۳ پر فرماتے ہیں: "کوئی شک نہیں کہ جو اللہ کے قانون کے مقابل غیر اللہ کے قانون کا پابند ہو جائے تو گویا وہ اسے اللہ کا شریک قرار دے رہا ہے" نیز اللہ کے اس فرمان ﴿ان هذا القرآن يهدى للتى هى اقوم﴾ "یہ قرآن مضبوط اور پائیداری کی طرف رہنمائی کرتا ہے" کے بارے میں فرماتے ہیں :"قرآن جس پائیداری کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو چھوڑ کر کسی اور قانون کا پیروکار بن جائے تو اس کا مخالف قانون کا پابند ہونا کفر بواح ہے جو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے"۔ میں نے ان کا ایک ریکارڈ شدہ مشہور و معروف لیکچر سنا جس میں وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ(التوبۃ: ۳۱)﴾

"انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا"

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ کی یہ تفسیر تقاضا کرتی ہے کہ جو حلال و حرام میں اللہ کے قانون کے مخالف کی اور قانون ساز کی بات مانے وہ گویا اس کی عبادت کر رہا ہے اسے رب سمجھتا ہے اور اسے اللہ کے شریک ٹھہرا کر اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے اس صحیح تفسیر کی صحت میں کچھ شک نہیں اس کے درست ہونے پر بے شمار قرآنی آیات موجود ہیں جن میں سے چند ہم پیش کرتے ہیں''. پھر فرماتے ہیں: ''بھائیوں جان لو کہ اللہ کے ساتھ حکم میں شریک کرنا یا عبادت میں اس کا ایک ہی مطلب ہے اور اس میں سرے سے کوئی فرق ہے ہی نہیں جو اللہ کے نظام یا قانون (یا شریعت) کے علاوہ کسی اور نظام یا قانون یا مخالف شریعت کی پیروی کرتا ہو جو کسی انسان نے بنایا ہو اس آفاقی نور سے اعراض کر کے جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان پر جاری کیا تو ایسا کرنے والا بتوں کو سجدہ کرنے والا دونوں برابر ہیں ان میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں یہ دونوں ہی مشرک ہیں یہ عبادت میں شرک کرتا ہے وہ حکم میں اور ان دونوں میں شرک کرنا برابر ہے''۔ شنقیطی کے اس قول اور دیگر اقوال پر غور کریں یہ بالکل صریح ہیں مگر حلبی کو نظر نہیں آتے اور وہ انہیں مجمل قرار دیتا ہے اور جو اس کے خیال میں اس کی جہمیت اور ارجائیت کے موافق ہو اسے مفصّل اور قابل تحریر قرار دیتا ہے۔ حلبی کے اس قول پر ایک مرتبہ پھر غور کرنے کی ضرورت ہے اپنے مقدمے کے صفحہ ٦ پر لکھتا ہے: ''مخالفین کی عادت ہے کہ وہ اقوال کو گول مول کر کے پیش کرتے ہیں اور انہیں اپنے تابعداروں سے چھپاتے ہیں اور جب ظاہر کرتے ہیں تو اور معنی میں، اور اسے بیان کرتے وقت اس کے ظاہر سے پھر جاتے ہیں''۔

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندوں پر حجت قائم کرتا ہے اور جس سینے کو چاہتا ہے کھول دیتا ہے اور جس کے دل پر چاہتا ہے مہر لگا دیتا ہے اور ان کے اعمال کے سبب ان کے دلوں کو نور سے محروم کر دیتا ہے۔

جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم ترک کر دے مگر اللہ کے قانون کا پابند ہو یہ نافرمانی ہے۔ اور اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ حکم کو قانون کا درجہ دینا یہ لعنتی کام ہے۔ ان دونوں میں فرق

گذشتہ بحث سے آپ پر واضح ہو چکا ہو گا کہ حلبی اور اس جیسے دیگر جہمیہ اور مرجئہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کرتے لہٰذا صفحہ ۱۵ پر بڑا خوش ہو کر خالد العنبری کی کتاب "الحکم بغیر ما انزل اللہ" سے اس کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ: "کیا یہ ممکن ہے کہ حاکم اللہ کی روشن شریعت کے مطابق حکم کرنا چھوڑ دے پھر اپنے تخت پر بیٹھا رہے اور رعیت پر کوئی حکم نہ کرے یہ محال ہے لامحالہ وہ شریعت کے علاوہ حکم کرے گا" اس کی مراد یہ ہے کہ اللہ کے حکم کو چھوڑ کر حکومت کرنا (یعنی ظلم وزیادتی کرے جو مکفرہ نہیں) اور کفریہ قوانین یا قانون سازوں (جسے آج کل کے بعض حکمران متبادل کہتے ہیں) کے مطابق حکومت کرنا یہ دونوں برابر ہیں (یعنی معصیت ہیں کفر نہیں) اور اگر وہ دونوں پہلوؤں کو ہی کفر کہہ دیتا تو اس کا قبول کرنا آسان ہوتا اگرچہ یہ مرجوح قول ہے البتہ اسے سلف صالحین کے بعض اطلاقات سے دلیل مل جاتی ہے جیسا کہ بعض سلف رشوت وغیرہ کو بھی کفر قرار دیتے ہیں لیکن اس نے ان دونوں کو معصیت غیر مکفرہ قرار دے دیا جبکہ سلف سے یہ ثابت نہیں البتہ مرجئہ جہمیہ سے ثابت ہے اس لیے ہم حلبی اور عنبری دونوں سے کہتے ہیں کہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کا تارک دو طرح کا ہو گا:

1 یا تو اس لیے کہ ترک کرے تاکہ وہ اپنی خواہش کے مطابق حکومت کرنا چاہتا ہے اس طرح کے وہ اسی ریاست کا حاکم ہو جس کی بنیاد اللہ کی شریعت ہو۔ اور وہ بھی اسی دین کو مانتا ہو اور اسی شریعت کے مطابق حکم کرنے کا پابند ہو۔ البتہ جب اس کا کوئی قریبی یا رشوت اس کے پاس آئے تو وہ قرابت اور رشوت کی وجہ سے حکم چھوڑ دے یہ ظالم ہوا اللہ نے اس کو کافر اور اس کے گناہ کی بڑائی اور

اس کے فعل کی بڑائی کی وجہ سے کہا ہے ہم بھی اسے کافر ہی کہتے ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا لیکن مراد کفر دون کفر ہے۔ جیسا کہ شریعت کے ادلۃ اور اصول و قواعد کو جمع کرنے سے اہل سنت یہی نتیجہ نکالتے ہیں (اس طرح کی ایک مثال ابو مجلز نے خوارج کے ساتھ اپنے ایک مناظرے میں دی ہے وہ اپنے زمانے کے اُمراء کی تکفیر کرنا چاہتے تھے حالانکہ انہوں نے نئ قانون سازی نہیں کی تھی جب خوارج نے ابو مجلز سے سوال کیا کہ کیا یہ امراء اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا وہ اسی دین کے دعویدار ہیں اور اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں اگرچہ اس کے بعض احکام جو چھوڑ دیتے ہیں اور اسے گناہ بھی تصور کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ اور آثار کے لیے آیت ﴿ومن لم یحکم بما انزل اللہ﴾ کے ضمن میں تفسیر طبری اور اس پر محمود شاکر کی تعلیق کا مطالعہ کریں)

2 یا اللہ کے حکم کو اس لیے ترک کر دے کہ طاغوت یعنی اللہ کی شریعت کے علاوہ ہر قانون ساز کا حکم مانے گا یہ قسم شرکیہ اور کفریہ اور طاغوتی ہے اور فی زمانہ موجود ہے تو پہلی صورت میں وہ اللہ کی شریعت کو ہی دین اور منہج سمجھتا ہے اور اس کا پابند ہے۔ اس کا تارک یا بے زار یا دشمن نہیں بلکہ خواہش سے مغلوب ہو کر یا قرابت اور رشوت وغیرہ کا لحاظ کر کے اس پر عمل سے تارک ہے۔ جیسے وہ کہے کہ ہمارے قانون اور شریعت میں چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے مگر اس وقت جب چوری مال محفوظ کی ہو تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس طرح اور جھوٹ بولے یا نافرمانی کرے خواہش کو پورا کرنے کہ کسی طرح وہ اپنے قریبی وغیرہ پر اللہ کا حکم نافذ نہ کر سکے جبکہ دوسری صورت میں وہ اللہ کے دین کے علاوہ شریعت قانون اور منہج کو دین بناتا ہے اور اللہ کے علاوہ کو حکم بناتا ہے۔ یا اپنے آپ کو دستور کے مطابق قانون سازی کا اختیار دیتا ہے یا قانون میں تبدیلی کرتا ہے جو دراصل غیر اللہ کی عبادت ہے یا طاغوت کو حاکم بناتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے دستور کے مطابق چور کو تین مہینے سزائے قید دی جائے گی یا قانونِ تعزیرات کی دفعہ ۲۸۴ کے مطابق فعل زنا کا الزام نہیں لگایا جا سکتا جب تک میاں بیوی دونوں کے درمیان شادی برقرار ہے یا اس کا ولی الزام لگائے جبکہ اس کا خاوند نہ ہو اور

خاوند پر فعل زنا کا الزام جائز نہیں مگر جب اس کی بیوی لگائے اور انکار کر دینے سے دعوٰی اور سزا دونوں ساقط ہو جائیں گے۔ عقل مند ان دونوں میں خود ہی فرق کر لیں۔ پہلی صورت کبیرہ گناہ ہے اس کا مرتکب کافر نہیں جب تک اللہ کے دین کا پابند ہے کیونکہ اللہ کی کتاب کے مطابق حکم کرنا فرض ہے اور کبھی کبھار شہوت کے غلبے کی وجہ سے چھوڑ دینا نافرمانی ہے کفر نہیں جب تک شریعت اور دین الٰہی کا پابند رہے الا یہ کہ ایسا کرنے کو حلال اور جائز سمجھے (اس نوع کو بھی حکم بغیر ما انزل اللہ یعنی اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنا ہی کہا جائے گا کیونکہ یہ نفس، خواہش، رشوت، ظلم وزیادتی کے مطابق حکم ہے اور یہ سب اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ ہیں لیکن یہ معصیت کی قبیل سے ہیں جیسے بعض واجبات کو ترک کر دینا یا بعض حرام جیسے زنا اور شراب نوشی وغیرہ کا ارتکاب کرنا (ان کا مرتکب اس وقت تک کافر نہ ہو گا جب تک ان کو حلال اور جائز نہ کہے یا ان کے حرام ہونے کا انکار نہ کر دے) جب تک دین اور شریعت الٰہی پر کاربند ہے اور اسلام کے سوا کسی اور قانون منہج یا دین کا پیرو نہ ہو۔ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کتاب الصلاۃ کے صفحہ ۶۱ پر فرماتے ہیں: جب اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرے یا ایسا فعل کرے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کہا ہو مگر اسلام اور اسلامی قوانین کا بھی پابند ہو تو اس میں کفر واسلام دونوں جمع ہو گئے (یعنی کفر دون کفر)۔ حلبی صاحب ابن القیم کے اس قول کہ "مگر اسلام اور اسلامی قوانین کا پابند ہو" پر غور کیجئے اگر آپ انصاف پسند ہوتے تو ابن القیم کے پہلے قول کو جو آپ نے ذکر کیا ہے اس قول پر حمل کرتے اور اس کے ساتھ مقید کرتے کاش کہ آپ صفحہ ۸ پر اپنے اس قول سے ہی کچھ نصیحت پکڑ لیں کہ "اپنے آپ کو اجمال کے دھوکہ دہی اور اقوال کاٹ پیٹ کر پیش کرنے سے بچاؤ"۔ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقید کلام اپنے شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام (منہاج السنۃ: ۱۳۱/ ۵) سے مشابہ ہے۔ وہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥)

"آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں جب تک آپ کو اپنے اختلاف میں حاکم نہ مان لیں"۔

نیز فرماتے ہیں "جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا التزام نہ کرے وہ کافر ہے البتہ جو ظاہراً و باطناً اللہ اور اسکے رسول کے حکم کا پابند ہو لیکن نافرمانی کرے اور خواہش کی پیروی کرے تو یہ نافرمانوں کی طرح ہے" اس آخری قطع پر غور کریں یہی اصل مراد ہے) جبکہ دوسری صورت میں وہ غیر اللہ کے قانون اور حکم کا خواہاں ہے اور دین الٰہی کے سوا غیر کے دین کو پسند کرتا ہے تو یہ مختلف ارباب (رب کی جمع) اور شرکاء کی اتباع ہوئی جنہوں نے اللہ کے حکم کے بغیر شریعت بنائی ہو یہ صورت پہلی صورت سے مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاؤُا شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللهُ﴾ (شوریٰ:۲۱)

"کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جو اللہ کے حکم کے بغیر قوانین بناتے ہوں"۔

ان دونوں صورتوں میں موافقت کوئی جاہل یا دھوکہ باز ہی کر سکتا ہے میں پوچھتا ہوں حلبی صاحب کیا آپ اور آپ جیسے دیگر لوگ اتنا فرق بھی نہیں سمجھتے کہ جو رمضان کے روزے چھوڑ دے وہ نافرمان کہلائے گا جب تک روزوں کا منکر نہ ہو جائے یا بقول بعضے روزوں کو بالکل ہی ترک کر دے اور اگر روزے رکھے تو غیر اللہ کا حکم سمجھ کر وہ مشرک کافر ہے اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ منکر ہے یا اسے حلال سمجھتا ہے البتہ یہ چیزیں اس کے کفر میں اضافے کا باعث بنیں گی یہ بڑا واضح فرق ہے جو یقیناً آپ کے زیر نظر بھی ہو گا اور آپ اکثر بنا سوچے سمجھے بیان بھی کرتے ہوں گے مگر کیا کہیئے کہ جو خواہش کی نگاہ سے دیکھے وہ بصیرت سے محروم ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ اپنے مقدمہ کے صفحہ ۱۴ پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے شاگرد مسدد بن مسرھد کی طرف ایک مکتوب میں ذکر کیا کہ کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا مگر جب اللہ کے ساتھ شرک کریں یا کسی فریضے کا ردّ یا انکار کر دے تو فریضہ کا منکر ہو کر ردّ کر دینا پہلی نوع اور دوسری نوع سے متعلق ہے

۔اس پر خوب غور کرو اور دعا کرو اللہ آپ کو اور آپ جیسے دیگر لوگوں کو حق کا راستہ دکھائے کہ تم لوگ توحید کے مددگاروں کو روکتے ہو جبکہ شرک و کفر کے سوراخوں کو چھوڑ دیتے ہو۔

تنبیہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کفر کی تمام انواع واسباب کا احاطہ نہیں کرتا بلکہ ان کا یہ قول کفر وارتداد کی صرف دو انواع میں منحصر ہے جبکہ کفر وارتداد کی بہت سی انواع ہیں جن کی اہل علم نے یہ تعریف کی ہے کہ: اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جانا اور اس سے تعلق قطع کر لینا ایسا کبھی فعل کبھی قول اور کبھی اعتقاد کے ذریعے ہوتا ہے ان تینوں اقسام میں سے ہر ایک میں بے شمار مسائل ہیں دیکھئے "کفایۃ الاخیار" ودیگر کتب۔

کفر اور ارباب کفر کی بہت سی انواع "اصطلاحی شرک"(جو کفر سے اُخص ہے)یعنی "اللہ کی الوہیت یا ربوبیت یا اس کے اسماء صفات میں ندیا شریک ٹھہرالینا" کے باب سے تعلق نہیں رکھتیں لہٰذا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے کفر کی بہت سی انواع خارج ہو جاتی ہیں جیسے: اللہ اور رسول کو گالی دینا یا دین کے کسی حکم کا مذاق اڑانا یا مصحف کی بے حرمتی یا توہین کرنا یا انبیاء کا قتل کرنا وغیرہ ایسے اعمال اور اقوال جن کے مرتکب کے کفر پر علماء کا اجماع ہے اگرچہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود نہ مانتا ہو۔ایسے کفر تولی اور کفر اعراض وغیرہ جن کا ذکر آگے آئے گا۔ مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ اکثر علماء شرک اور کفر کو ایک ہی قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک ہر کفر شرک اور ہر شرک کفر ہے اس اعتبار سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول جامع ہے اس پر اور ایسے ہی دیگر ائمہ کے اقوال پر کوئی اشکال نہیں رہتا اس توجیہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾(النساء:۱۱۷)

"اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اس کے سوا ہر گناہ جس کے لئے چاہے گا معاف کردے گا"۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اہل السنۃ کے اسی قاعدے کے مطابق یہ قول کہا ہے ایسے ہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

((باب المعاصی من امر الجاهلية ولا يكفر صاحبها الا بالشرك وقول الله تعالى إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ.........الآية))

" اس بات کا بیان کہ نافرمانیاں جاہلیت کا فعل ہیں اس کے مرتکب کی تکفیر نہیں کی جائے گی الا یہ کہ شرک کرے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ یقینا اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا"۔

اس سے مراد ہے کہ کفر اکبر کسی بھی نوع کا ہو اپنی خواہش کو معبود بنانے اور شیطان کی عبادت کرنے کے مترادف ہے اسی بناء پر یہ مشرک بھی ہوا اگرچہ ربوبیت کو مانتا ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَ أَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ﴾(الجاثیۃ:۲۳)

"کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باجود گمراہ کر دیا اور اس کی سماعت پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اسے اللہ (کے گمراہ کرنے) کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے"۔ نیز فرمایا:

﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

"اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کروگے کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔(یٰسین ٦٠)

البتہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے اس قطعے کہ:"منکر ہو کسی فریضے کا رد کر دے" کے متعلق اشکال اب بھی قائم ہے اسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق مطلق پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے خاص کر نماز کے مسئلے میں کیونکہ ان کے نزدیک نماز کا تارک کافر ہے خواہ منکر نہ ہو جیسا کہ آگے

آئے گا بلکہ ایک روایت جو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے نقل کی ہے کے مطابق دین کے کسی رکن کا تارک کافر ہے اگرچہ منکر نہ ہو۔ اسی لئے اس عبارت سے تمام فرائض اور واجبات مراد لئے جائیں گے اگرچہ ان کا تعلق ارکان اسلام سے نہ ہو تاکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اقوال میں تطبیق ہو جائے اور یہ کہا جائے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت میں ایسا بھی مروی ہے جیسا کہ ان کا مذہب مشہور ہے البتہ یہ ان کا قول مختار نہیں کیونکہ آگے ان کا یہ قول آرہا ہے کہ: جو نماز چھوڑدے وہ کافر ہے یا قرآن کو مخلوق کہے وہ بھی کافر ہے۔ بہر حال امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی بشر ہیں ان کا قول لیا بھی جاسکتا ہے اور ردّ بھی کیا جاسکتا ہے سوائے معصوم عن الخطاء جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور علماء کے اقوال کے لئے دلیل چاہیئے ہوتی ہے خود ان کے اقوال دلیل نہیں ہوتے لہٰذا ان کے اقوال کو دین وشریعت کے مقابل پیش کرنا یا دین وشریعت کو ان کے اقوال کے ساتھ مقید کرنا درست نہیں خواہ کوئی بھی ہو۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول میں جسے حلبی نے بھی نقل کیا ہے جو انہوں نے اپنے شاگرد مسدد بن مسرھد کی طرف ایک مکتوب میں ذکر کیا میں ایسی کوئی دلالت نہیں جو جہمیہ اور مرجئہ کے باطل قول کی تائید کرتی ہو کہ کفر صرف انکار کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے کیونکہ حلبی نے ہی اسی مقام پر کلام اللہ سے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں: ”جو کہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے اور جو اس کی تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے“۔ (طبقات الحنابلۃ ص۳۱۵ طبعۃ الاولیٰ)

غور کیجئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ ”جو کہے.........اور جو اس کی تکفیر نہ کرے“ یہ نہیں کہا کہ جو اعتقاد رکھے یا انکار کرے۔ غور کیجئے! کہ حلبی نے امام احمد ....کے اس قول کا صرف اتنا حصہ کیوں پیش کیا اور اس میں ہیر پھیر کیوں کی؟ غور کیجئے! اور حلبی کی خیانتوں میں ایک اور خیانت کا اضافہ کرلیجئے کہ وہ علماء کے کلام کی کس طرح دھجیاں اڑاتا ہے اور صرف اپنے مطلب کے حصے پیش کرتا ہے اور ان میں بھی ہیر پھیر سے باز نہیں آتا تاکہ وہ جہمیہ اور مرجئہ کے باطل نظریات کے مطابق ہو جائے۔ ساتھ ہی اس کے مقدمہ کے صفحہ ۶ پر اسکے اس قول پر نظر ثانی کرلیجئے لکھتا ہے: مخالفین کی

عادت ہے کہ وہ اقوال گھما پھرا کر پیش کرتے ہیں اور انہیں اپنے تابعداروں سے چھپاتے ہیں اور جب ظاہر کرتے ہیں تو معنی بدل دیتے اور بیان کرتے وقت اس کے ظاہر سے پھر جاتے ہیں۔

مرجئہ کا اس قاعدے کہ "ہم کسی مسلمان کی گناہ کے سبب تکفیر نہیں کرتے مگر جب وہ اسے حلال سمجھنے لگے" کو مطلق رکھنا جبکہ سلف صالحین اسے مقید کرتے ہیں

حلبی نے ابن عبدالبر اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہما کے اقوال نقل کرنے کے بعد اس موضوع کہ "مطلق گناہ کے سبب تکفیر کر دینا" کے متعلق بڑی لمبی چوڑی گفتگو کی ہے لیکن اس نے ان گناہوں جو کفر میں داخل کر دیتے ہیں اور ان گناہوں جو کفر میں داخل نہیں کرتے میں کوئی فرق نہیں کیا۔ اور اس بارے میں علماء کے اقوال کو مطلق قرار دے کر جہمیہ اور مرجئہ کی غلطیوں کا دفاع کرتا ہے اور ان کے اقوال سے وہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے جن کا وہ احتمال نہیں رکھتے اور خود ان کے اقوال کو ظاہر سے ہٹ کر اور خلاف معنی پیش کر کے اس کا الزام دوسروں پر لگا دیتا ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان پر غور کر لیجئے جو حلبی نے صفحہ ۱۹ پر نقل کیا ہے فرماتے ہیں: "کتاب و سنت اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب سے ثابت ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے اور نہ ہی کسی ایسے عمل کے ارتکاب کی وجہ سے اسلام سے خارج کرتے ہیں جو ممنوع ہو جیسے زنا، چوری، شراب نوشی بشرطیکہ ایمان سلامت رہے البتہ اگر ایمانیات سلامت نہ رہیں جیسے اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان لانا تو اسے کافر قرار دیا جائے گا ایسے ہی اگر فرائض کے فرض ہونے اور محرمات کے حرام ہونے کا اعتقاد نہ رکھے تو اسے بھی کافر قرار دیا جائے گا ایسے ہی اگر فرائض کے فرض ہونے اور محرمات کے حرام ہونے کا اعتقاد نہ رکھے تو اسے بھی کافر قرار دیا جائے گا۔ حلبی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے اس حصے "کسی ایسے

عمل کے ارتکاب کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں کرتے "یعنی جو ممنوع ہو جیسے شراب نوشی، چوری بشرطیکہ ایمان سلامت رہے) سے بڑا خوش ہوتا ہے اور اسے جلی حروف میں لکھتا ہے تو کیا یہ ہمارے خلاف جاتا ہے اگر نہیں بلکہ یقینا نہیں تو اتنا خوش ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

گزشتہ بحث سے آپ پر حلبی کا یہ دھوکہ منکشف ہو گیا ہو گا کہ اس کے گمان میں سلف کس کی بناء پر اس وقت تک کافر قرار نہیں دیتے جب تک دل سے انکار نہ کر دیا جائے اگرچہ اس عمل کے کفریہ اور دین سے خارج کر دینے والے ہونے پر قرآن کا نص موجود ہو جیسے شریعت سازی اور طاغوت کو حاکم بنانا اور اسلام کے علاوہ کو دین، حکم اور قانون ماننا جو آج کل ہمارے ہاں عام ہے۔ حلبی اور اس جیسے جہمیہ اور مرجئہ اپنے اس مؤقف کہ اسلام سے خروج صرف جحود قلبی کے ذریعے ہی ممکن ہے کو بڑے دھڑلے سے جھوٹ بولتے ہوئے سلف سے منسوب کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے ان الفاظ "کسی عمل کے ارتکاب سے اسلام سے خارج نہیں کرتے" کو تو مطلق قرار دے کر جلی حروف میں لکھ دیا اور اس سے آگے کے الفاظ جو اس کی وضاحت کرتے ہیں کو اہمیت نہ دیتے ہوئے عام انداز میں ہی لکھا یعنی "جو ممنوع ہو جیسے زنا، چوری، شراب نوشی بشرطیکہ ایمان سلامت رہے"۔

غور کیجئے کس طرح یہاں بھی کمال ہوشیاری سے دھوکہ دیا ہے اور اسے مطلق قرار دے دیا اور تمنا یہی رہی ہو گی کہ اسے حذف ہضم ہی کر جاتا جیسا کہ اس سے پہلے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں کر چکا ہے لیکن ایسا کرنے میں بڑی فضیحت ہوتی اس لئے رعایت کر لی۔ کیونکہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا جو حصہ حذف کیا وہ آخر میں تھا جبکہ یہ درمیان میں آ رہا ہے اس کو حذف کرنا ناممکن تھا اسی لئے دھوکہ دہی کے پلان B پر عمل کیا تاکہ کچھ الفاظ کو موٹا لکھ کر اور کچھ کو عام انداز میں لکھ کر قارئین کو بچوں کی طرح بے وقوف بنا سکے۔

فدع عنك الكتابة لست منها ولو سودت وجهك بالمداد

لکھنا چھوڑ دے تو اس کا اہل نہیں اگر چہ اپنے پورے چہرے پر سیاہی مل دے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے ساتھ بھی یہی رویہ رکھا ہے "ایسے ہی اگر فرائض کے فرض ہونے اور محرمات کے حرام ہونے کا اعتقاد نہ رکھے تو اسے بھی کافر قرار دیا جائے گا"۔ یہاں بھی وہ اس عبارت کو جلی حروف میں لکھ کر مطلق قرار دینا چاہتا ہے اسی لئے اس کے بعد بڑی ڈھٹائی سے لکھتا ہے کہ "میں کہتا ہوں کہ کفر کا دارو مدار ایمان اور اعتقاد کے نہ ہونے پر ہے" اور پھر دھوکہ باز مقلد اس اطلاق کو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل السنۃ اور سلف صالحین کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اس پر ہم کیا تبصرہ کریں؟ اس سے پہلے کہ میں یہ موضوع چھوڑوں میں طالب حق کے لیے یہ واضح کرنا چاہوں گا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ "اہل السنۃ کسی مسلمان کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے "مفسر ہے۔ اور اس کی تفسیر اس کے ساتھ ہی موجود ہے کہ "اور کسی ایسے عمل کے ارتکاب کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں کرتے جو ممنوع ہو جیسے زنا چوری اور شراب نوشی ہو جب تک ایمان سلامت رہے" یہ ایک مشہور قاعدے کہ "ہم کسی مسلمان کو کسی گناہ کی وجہ سے اس وقت تک کافر نہیں کہتے جب تک وہ اس کو جائز نہ سمجھے" کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "امتاع النظر فی کشف شبهات مرجئة العصر" میں کی ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے: یہ قاعدہ ان گناہوں اور نافرمانیوں کے ساتھ مقید ہے جو کفر میں داخل نہیں کرتے جیسے زنا شراب نوشی وغیرہ اسے ہر گناہ پر مطلق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے کیونکہ شرک بھی گناہ ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم کی حدیث میں آتا ہے "کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا گناہ سب سے بڑا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرا لے حالانکہ تجھے اللہ نے پیدا کیا۔ ایسے ہی اللہ اور رسول کو گالی دینا اور انبیاء کا قتل کرنا اور مصحف کو گندگی میں پھینک دینا اور بتوں کو سجدہ کرنا اور اللہ کے مقابل شریعت سازی کرنا یہ بھی گناہ ہے جب کہ آپ جانتے ہیں کہ ان کا مرتکب کافر ہے خواہ انہیں حلال اور جائز سمجھے یا نہیں اسی لیے ابن تیمیہ a ایک اور مقام پر فرماتے ہیں

کہ "مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جو شہادتین کا اقرار نہ کرے وہ کافر ہے اور بقیہ چار ارکان (نماز ،روزہ، زکوٰۃ، حج) کے تارک کو کافر قرار دینے میں اختلاف ہے اور ہم جب یہ کہیں کہ اہل السنۃ گناہ کی بناء پر کافر نہ قرار دینے پر متفق ہیں تو اس سے ہماری مراد زنا اور شراب نوشی جیسی نافرمانیاں ہیں البتہ ان ارکان کے تارک کی تکفیر میں اختلاف مشہور ہے" (مجموع الفتاوٰی:۷/۳۰۲)

میں کہتا ہوں کہ اس بنیادی رکن توحید کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جس کے بغیر بقیہ ارکان بھی قبول نہیں ہوتے۔ ساتھ ہی غور کیجئے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل السنۃ اس قاعدے کو اعمال غیر مکفرہ کے ساتھ مقید قرار دیتے ہیں جیسا کہ واضح ہے۔ اب حلبی اور اس جیسے جہمیہ اور مرجئہ اس وضاحت اور تفسیر سے کیسے بھاگیں گے اور کس طرح اس میں ہیر پھیر کریں گے یا چھپائیں گے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حلبی اور جہمیہ مرجئہ کے اس اطلاق کا انکار کیا ہے۔

خلال، محمد بن ھارون سے بیان کرتے ہیں کہ اسحاق بن ابراہیم نے انہیں بتایا کہ میں ایک شخص کے پاس آیا جس نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے فرمانے لگے ہاں، اس نے کہا ہم ہر گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے، ابو عبداللہ فرمانے لگے خاموش ہو جا نماز کا تارک اور قرآن کو مخلوق کہنے والا بھی کافر ہے ۔(مسند احمد بتحقیق احمد شاکر:۱/۳۹)

اس قاعدے میں کوئی خامی نہیں البتہ جہمیہ اور مرجئہ کے اس قاعدے کو مطلق اور عام اور غیر مقید قرار دینے میں ضرور عیب ہے۔ اسی لئے شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن آل شیخ امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے اس قول کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں(یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کہ مشرک کافر ہے کا انکار کرنے والے اپنے بعض ہمعصروں پر ردّ کر رہے تھے) اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ یعنی سوال کرنے والا علماء کے اس قول کہ مسلمانوں کو گناہوں کی بناء پر کافر نہ کہا جائے کو سمجھ نہیں سکا اور نہ ہی اس کی مراد کو صحیح جان سکا لہٰذا اس کا کلام

گمراہ کن ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لوگوں کے اس قول کہ "ہم کسی مسلمان کی کس گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے" کو مطلقاً قبول نہیں کیا۔ (مصباح الظلام ص:۱۴۴) شرح عقیدہ طحاویہ صفحہ ۳۱۷ میں ہے: "ہم کسی مسلمان کی کسی گناہ کے سبب تکفیر نہیں کرتے جب تک وہ اسے حلال اور جائز نہ سمجھے" اس کی شرح کرتے ہوئے شارح عقیدہ طحاویہ فرماتے ہیں: اس قول کو مطلقاً قبول کر لینے کا اکثر ائمہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں یوں کہنا چاہئیے کہ ہم خوارج کی طرح ہر گناہ کے سبب مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتے اور اکثر ائمہ عام کی نفی اور عموم کی نفی میں فرق کرتے ہیں اور عموم کی نفی واجب ہے تاکہ خوارج کا ردّ ہو جائے جو ہر گناہ کے سبب تکفیر کر دیتے ہیں (بھائی ابو قتادہ حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ناصر الدین البانی عقیدہ طحاویہ کی تعلیق صفحہ ۴۰-۴۱ میں امام طحاوی کے اس قول کہ "ہم کی مسلمان کی کسی گناہ کے سبب تکفیر نہیں کرتے جب تک وہ اسے حلال اور جائز نہ سمجھے" کے ضمن میں فرماتے ہیں :"شارح عقیدہ طحاویہ اہل السنۃ سے نقل کرتے ہیں کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے ۔گناہ کوئی بھی ہو کفر عملی ہے اعتقادی نہیں اہل السنۃ کے نزدیک کفر کے بھی مراتب ہیں جیسے ایمان کے مراتب ہیں مثلاً کفر دون کفر" جبکہ شارح عقیدہ طحاویہ کا وہ مقصد نہیں جو البانی بیان کر رہے ہیں ہم ابن ابی العز الحنفی شارح عقیدہ طحاویہ کی امام طحاوی کے قول مذکور پر تعلیق ذکر کر آئے ہیں انہوں نے کفر سے خارج کر دینے والے اور خارج نہ کرنے والے گناہوں کے درمیان فرق کیا ہے لہٰذا البانی کا قول کی گناہ کوئی بھی ہو کفر عملی ہو گا یہ شارح کے قول کے بالکل مختلف ہے اور البانی کا قول مرجئہ کا عقیدہ ہے بلکہ غالی مرجئہ کا۔ابو قتادہ حفظہ اللہ کا کلام ختم ہوا۔

معلوم ہوا کہ البانی اور ان کے پیروکار کفر عملی سے کفر اصغر مراد لیتے ہیں جو دین سے خارج نہیں کرتا خلاصہ یہ ہے کہ: مرجئہ کہتے ہیں کہ تمام گناہ کفر عملی ہیں جو دین سے خارج نہیں کرتے خوارج کہتے ہیں کہ سارے گناہ کفر ہیں دین سے خارج کر دیتے ہیں جبکہ اہل السنۃ کہتے ہیں کہ گناہ کفر عملی ہے بعض دین سے خارج کر دیتے ہیں اور بعض نہیں کرتے)

حلبی کا شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو مذاق کا نشانہ بنانا اور یہ دعوٰی کرنا کہ شیخ کا سارا کلام ان لوگوں کی ضد میں ہے جو قانون ساز حکمرانوں کو کافر کہتے ہیں

صفحہ ۴۲ پر حلبی نے شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں بھی اپنی امانت علمی کا ثبوت دیا ہے اور ان کے فرمان باری تعالیٰ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ.........﴾ "جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے" سے متعلق کلام میں سے صرف وہی نقل کیا ہے جو اس کی خواہش کے مطابق ہوا اور ان کے اس فتوے جس میں انہوں نے دور حاضر کے کفریہ قوانین کے پیروکاروں اور انہیں حاکم ماننے والوں کو کافر قرار دیا ہے سے مکمل اعراض کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک الگ مسئلہ ہے اور اللہ کے نازل کردہ کے مطابق بعض حکم کو چھوڑ دینا الگ مسئلہ ہے اور کیونکہ شیخ صاحب کا کلام اس بارے میں واضح ہے اور وہ اسے کفر اور شہادت "ان محمداً رسول اللہ" سے متضاد قرار دیتے ہیں اس لئے حلبی نے اس فتوے میں بھی اپنی خواہش کے مطابق کاٹ پیٹ کی ہے۔ شیخ کے کلام کا متن فرماتے ہیں:

پانچواں مسئلہ سب سے بڑا اور اہم واضح ہے کہ شریعت کی ضد احکام شریعت سے تکبر اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور قانونی عدالتوں سے مشابہت ہے اِعداد، امداد، ارصاد، اصل ، فرع، مشکل، نوع، حکم، لزوم، حوالہ جات و دلائل ہر اعتبار سے جس طرح شرعی عدالتوں صرف اور صرف اللہ کی کتاب اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسی طرح ان عدالتوں کے بھی مآخذ و مراجع ہیں جو کہ بہت سے مختلف جھوٹے قوانین ہیں جیسے فرانسیسی، امریکی یا برطانوی قوانین اور چند ایک شریعت کی منسوب بدعتی قوانین و مذاہب وغیرہ۔ یہ عدالتیں بہت سے اسلامی ممالک میں پوری طرح موجود ہیں اور ان کے دروازے لوگوں کے لئے کھلے ہیں اور لوگ ان کی طرف سراب در سراب جاتے ہیں ان

کے اند بیٹھے ہوئے ججز لوگوں کو کتاب و سنت کے مخالف قوانین بتاتے ہیں اور لوگوں کو اپنے بنائے ہوئے قوانین پابند کرتے ہیں وہی ان پر نافذ کرتے ہیں تو اس سے بڑھ کر اور کون سا کفر ہو گا اور اس سے بڑھ کر شہادتِ "ان محمد ارسول اللہ" کی کون سی ہو گی ؟"۔ قارئین اس واضح اور صریح کلام میں غور کیجئے اسی لئے حلبی صاحب اس پورے کلام کو گول کر گئے اور اس سے تعرض نہیں کیا بلکہ صفحہ ۲۴ کے حاشیے میں بڑی ڈھٹائی سے لکھا کہ "جو لوگ اپنے اس دعوٰی کے ثبوت میں شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام وغیرہ پر اعتماد کرتے ہیں اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ سارا کلام ان کے خلاف ہی دلیل ہے"۔ ان الفاظ "یہ سارا کلام ان کے خلاف ہی دلیل ہے" پر غور کریں۔ ہاں یہ ان کے خلاف ہے اسی لئے تو حلبی صاحب اسے گول کر گئے اور اپنی کتاب میں اسے نہیں لائے بلکہ حاشیے میں یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بھی تکفیر کو اعتقاد کے ساتھ مطلقاً مقید کرنے اور موجودہ قوانین کو کفریہ نہ کہنے میں ان کے ہم خیال ہیں حالانکہ خود ہی ان کا ایک اور قول نقل کیا ہے جو انہوں نے ایک سوال کے جواب میں دیا اور جو خود اس کے ہی خلاف جاتا ہے۔ سوال ہوا کہ بعض شہروں میں بدکاراؤں کے بازار (بازار حسن) ہوتے ہیں ان کی حمایت کی جاتی ہے اور انہیں معیوب نہیں سمجھا جاتا فرمانے لگے: "ڈر ہے کہ کفر ہو جائے اور بسا اوقات یہ قوانین ہی کی طرح ہوا کیونکہ یہ عمومی اجازت ہے اگرچہ ان کے جائز ہونے کا اعتقاد نہیں رکھا جاتا" اس عبارت میں بھی اپنی کارستانی سے باز نہیں آیا اور لفظ "ڈر ہے" اور "بسا اوقات" کو موٹے اور جلی حروف میں لکھا جبکہ بقیہ عبارت عام طریقے سے لکھا اور یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ شیخ اسے کفر نہیں کہہ رہے بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ کفر کا احتمال ہے حالانکہ اس فتوے میں فساد کی حمایت اور نگرانی سے متعلق گفتگو ہے شریعت یا قانون سازی سے متعلق نہیں جو آج کل طاغوتی حکمرانوں میں رائج ہے علاوہ ازیں عربی سمجھنے والا منصف مزاج اگر شیخ کے اس فتوے میں غور کرے تو سمجھ جائے گا کہ شیخ کی مراد یہ ہے کہ اس طرز پر ان شہروں میں کیا جانے والا یہ قوانین سے مشابہ ہے کیونکہ عمومی اجازت یا رخصت ہے اس لئے اس کے کفر ہونے کا

اندیشہ ہے اور اگر اس کو قانونی حیثیت حاصل ہو جائے تو بلا شبہ یہ کفر ہے اگر چہ اس کے جائز ہونے کا اعتقاد نہ ہو اس توجیہ کی تائید شیخ کے فتوٰی مذکور میں موجود یہ الفاظ بھی کرتے ہیں جنہیں حلبی نے اپنی ار جائی طبیعت کے خلاف کاٹ پیٹ کر پیش کیا ہے فرماتے ہیں: اس قانون کو حاکم ماننے والا اگر کہہ بھی دے کہ میں اس کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہوں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ یہ شریعت سے بیزاری ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ میں بتوں کی عبادت کرتا ہوں اور اسے باطل بھی مانتا ہوں۔ (فتاوٰی الشیخ محمد بن ابراہیم: ۶/ ۱۸۹) ان قوانین کو حاکم ماننا بتوں کی عبادت سے مشابہت ہے دیکھئے شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مذکور، حلبی اپنے سارے ہتھکنڈے آزمالو اور باطل قوانین کو حاکم بنانے اور شریعت کا پابند ہونے کے باوجود اللہ کے بعض حکم کو کبھی کبھار خواہش یا رشوت کی بناء پر چھوڑ دینے کے معصیت ہونے کے درمیان فرق کو اچھی طرح سمجھ لو اور دیکھ لو کہ شیخ نے بصراحت فرما دیا کہ اعتقاد ہونے یا نہ ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ بتوں کی عبادت کی مانند ہے یہی بات ہم بھی ذکر کر آئے ہیں کہ کفر میں داخل کر دینے والے گناہ جیسے قانون سازی یا اللہ اور اس کے رسول کو گالی دینا، بتوں کو سجدہ کرنا وغیرہ اس میں جائز اور حلال سمجھنے یا انکار کرنے یا اعتقاد رکھنے کا اعتبار نہیں ان کا اعتبار ان گناہوں میں کیا جائے گا جو کفر میں داخل نہیں کرتے جیسے زنا، چوری، شراب نوشی وغیرہ ۔اس کے باوجود بھی حلبی منہ پھلا کر بے شرمی سے کہتا ہے کہ "شیخ کا کلام در حقیقت ان کے خلاف ہی دلیل ہے" میں کہتا ہوں کس کے خلاف دلیل ہے قارئین خود اس کا فیصلہ کر لیں گے۔

جہمیہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے جہیمانہ موقف پر سلف کا اجماع ہے جبکہ اجماع اہل بدعت کا نقل کرتے ہیں

حلبی اس مسئلے میں اپنے ترکش کا ایک اور تیر آزماتا ہے کہتا ہے: "اس مسئلے میں ائمہ اہل سنت اور عام صحابہ سے صرف ایک قول ہی مروی ہے"۔ مقصد وہی فہم ہے جو اس کے اور مرجئہ وجہمیہ کے ہاں معروف ہے پھر صفحہ ۴۰ پر تفریط لکھنے، ثبوت مہیا کرنے، تعلیق لکھنے اور نظر ثانی کرنے والے مشائخ کی مدح کرتے ہوئے لکھتا ہے: اس حکم پر جس قدر کبار ائمہ اور فقیہ علماء کا اتفاق ہے اجماع اور حق اور رشد وہدایت کہہ دینا غلط نہ ہو گا کیونکہ وہ اپنے زمانے کے علماء اور اہل زمان کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی مخالفت کرنے والا مسلمانوں کی جماعت چھوڑنے والا اتباع اور اطاعت کی مخالفت کرنے والا ہی شمار ہو گا"۔ اور پھر اس صفحہ کے حاشیہ پر لکھتا ہے: "کہ ہمارے شیخ نے بوقت تعلیق فرمایا: کیوں نہیں حالانکہ ان سے پہلے سلف کا اجماع ہے" اور بطور دلیل ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا (مدارج السالکین: ۱/۳۳۶) سے یہ قول نقل کیا: "ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم یہی تاویل کرتے ہیں "ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول پیش کیا ہے فرماتے ہیں: "اہل السنۃ اسی کے قائل ہیں "(۷/۶۷) حقیقتاً ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ قول خوارج کے ردّ میں ہے کہ وہ معاصی کی صورت میں بھی حکام کی تکفیر کرتے تھے۔ اور ابن تیمیہ کا قول عام ہے کہ اہل السنۃ کفر دون کفر اور ظلم وفسق بھی مراد لیتے ہیں اس پر سلف کا اجماع ثابت ہے لیکن دور حاضر کی شرکیہ قانون سازی کے شرک نہ ہونے پر دعویٰ اجماع دھوکہ ہے اور اس لئے ہے کہ مشرکوں کا دفاع کیا جائے اور ان پر شرک وکفر کا حکم لگانے والوں پر خوارج کا لیبل لگایا جائے۔ دیکھئے کس قدر جراءت سے جہمیہ اور مرجئہ کے اس باطل قول کو ائمہ سلف اور عام صحابہ سے ثابت شدہ اجماع قرار دے دیا ان کی خیانتوں میں ایک اور خیانت کا اضافہ کرلیں جبکہ آپ اس کے نقیض پر اجماع سلف ملاحظہ کر چکے ہیں یعنی

قانون سازی اور منسوخ یا من گھڑت قوانین کو حاکم ماننے کے واضح شرک اور کفر اکبر ہونے اور اس میں جحود کی قید یا اعتقاد کی شرط کے صحیح نہ ہونے پر اجماع یہ حقیقت ہے کہ دور حاضر کے طاغوتوں میں موجود ہے اور یہ پابند شریعت کا کسی حکم کو چھوڑ دینا نہیں ہے یہ تو معصیت ہے سلف سے اس کی تفصیل ثابت ہے لیکن یہ لوگ جان بوجھ کر اس سے متعلق اقوال کو دور حاضر کی قانون سازی پر فٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حلبی کو پھر سے مکر و فریب کی جراءت نہ ہو اس لئے میں کہتا ہوں کہ اجماع کا دعوٰی کمزور ہے کیونکہ اس میں اجماع کی شروط نہیں پائی جاتیں اور یہ کہتا ہے کہ عام صحابہ یا جمہور کا یہی قول ہے اس سے اجماع ثابت نہیں ہوتا جبکہ مخالفت بھی موجود ہے اس اجماع مزعوم کے باطل ہونے کے لئے وہ اقوال ہی کافی ہیں جو امام طبری نے آیت و من لم یحکم بما انزل اللہ کی تفسیر میں نقل کئے ہیں۔ بلکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا رشوت پر کفر کا حکم لگانا ہی اجماع مزعومہ کے باطل ہونے کے لئے کافی ہے یہاں تو رشوت پر کفر کا حکم لگا دیا تو دور حاضر میں طاغوتوں کی شرکیہ قانون سازی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس پر دھوکہ باز بدعتی اجماع کا دعوٰی کرتے ہیں (کیا اس پر وہ کفر کا حکم نہیں لگاتے)؟ اور اگر ان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے دھوکے باز جیسے القابات ہٹا دیئے جائیں تب بھی ان کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی اندھیری سیاہ رات میں لکڑیاں تلاش کر رہا ہو اور لکڑیوں اور مینگنیوں اور سانپ اور بچھوؤں کے مابین فرق کرنے کی کوشش کر رہا ہو یہ لوگ جہمیہ اور ان جیسے دیگر بدعتیوں کے اجماع کو لے کر بڑے خوش ہو جاتے ہیں اور پھر اسے صحابہ اور سلف کی طرف منسوب کر کے پھیلا دیتے ہیں یہ لوگ اہل بدعت کا اجماع مراد لیتے ہیں نہ کہ ائمہ سلف کا کیونکہ انہوں نے یہ اجماع مزعومہ لیا ہی ان بدعتیوں سے ہے جنہوں نے بدعات کو رواج دیا اور ائمہ اہل سنت کو مصائب و آلام سے دوچار کیا اور انہیں عبرتناک سزائیں دیں خصوصاً امام اہل السنۃ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جبکہ ان کے مقابل جہمیہ اور معتزلہ کو اعزاز و مناصب سے نوازا جیسے مامون الرشید المعتزلی، حلبی نے تاریخ بغداد کے حوالے سے مامون اور ایک خارجی کے مابین ہونے والی گفتگو کو نقل کیا ہے جو فرمان:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾(المائدہ:۴۴)

"جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کیا کریں یہ لوگ کافر ہیں"

کے متعلق تھی اور مامون کے کلام سے بڑا خوش ہوا ہے جو اس نے اس خارجی سے کہا کہ :"جس طرح تو قرآن کے (مخلوق ہونے) پر ان کے اجماع کو مانتا ہے اسی طرح قرآن کی تفسیر میں بھی ان کے اجماع کو قبول کرلے"(یعنی یہ آیت جحود یا استحلال یا اعتقاد کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ امت کا اجماع ہے۔(تاریخ بغداد:۱۰/ ۱۸۶)

دیکھ لیجئے کس طرح حلبی نے اہل بدعت کے اجماع کو اللہ کے دین میں حجت قرار دے دیا وہ بھی کفر و ایمان کے مسئلے میں۔اور پھر اجماع بھی کیسا جو نہ صحابہ کا ہے نہ علماء کا ہے بلکہ امت کا اجماع ہے (جو مامون کے ظلم و ستم کا شکار تھی) غور کیجئے حلبی اس پر کس قدر خوش ہے کہ صفحہ ۲۸ پر اس عبارت کو جلی اور موٹے حروف میں لکھا ہے اور اپنی کتاب کے آخر میں بھی اس عبارت کو سرخ رنگ سے بڑا واضح کرکے لکھا ہے یہ کس امت کا اجماع ہے (جو اپنے حاکم کے ظلم و ستم سے مجبور تھی) جس پر آپ پھولے نہیں سما رہے اور بدعتیوں سے نقل کر رہے ہیں وہ بھی ایسے مسئلے میں جس میں بے پناہ اختلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی ایک خیانت ہے جس کی بہت سی مثالیں طالبین حق کے لئے پہلے بھی گزر چکی ہیں اور جو علم الاصول کی ذرا بھی معرفت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اصولیین کے نزدیک اجماع کے انعقاد اور اس کی شروط کی تحقق کا کیا امکان ہوتا ہے اور اس میں کس قدر اختلاف ہے وہ بھی کسی ایک زمانے کے علماء کے اجماع میں تو اس مسئلے میں حلبی کے دعوٰی کے مطابق امت کے اجماع مزعومہ کو کس طرح ممکن مانا جاسکتا ہے۔اللہ امام احمد پر رحم فرمائے فرماتے ہیں:"جو اجماع کا دعوٰی کرے وہ جھوٹا ہے اسے کیا معلوم کہ لوگوں میں اختلاف ہو مگر اس تک پہنچ نہ سکا ہو"(کتاب الاحکام لابن حزم)

ان کی اس بات کا اولین مستحق حلبی اور اس کا یہ اجماع مزعوم ہے۔ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (اعلام الموقعین: ۱/۳۰، ۲/۲۴۷، ۲۴۸) میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی وضاحت کرتے ہیں کہ "یہ اس شخص کے ردّ میں ہے جو دعوٰی مخالف کو جانے بغیر ہی اجماع کا دعوٰی کر دے یہ حق تو صرف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ e کا ہے اور مخالفت کو جانے بغیر مجرد اجماع کے دعوے ناممکن ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ لوگوں نے اختلاف کیا ہو مگر اسے معلوم نہ ہوسکا کیونکہ مخالف کا علم نہ ہونا اس کے معدوم کی دلیل نہیں لہٰذا علم نہ ہونے کو علم ہونے پر کس طرح مقدم کیا جاسکتا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت مروزی نقل کیا ہے فرماتے ہیں: "کسی کے لئے یہ کہنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے جب تو سنے کہ لوگ اجماع کا دعوٰی کرنے لگیں تو ان پر جھوٹے ہونے کی تہمت لگادے اگر وہ اس طرح کہے کہ میں مخالف نہیں جانتا" جب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں ایسے لوگوں پر جھوٹے ہونے کی تہمت لگانے کی اجازت دے دی جو مخالف جانے بغیر اجماع کا دعوٰی کر دیں تو جو حق وباطل میں التباس ڈالنے کے لئے اہل بدعت سے اجماع کا جھوٹا دعوٰی کر دے اس کے بارے میں کیا کہا جائے؟ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ یہ وضاحت بھی کی ہے کہ یہ بشر المریسی الأصم وغیرہ جیسے لوگوں کی عادت اور طریقہ ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بیٹے کے واسطے سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں: "جو اجماع کا دعوٰی کرے وہ جھوٹا ہے ممکن ہے لوگوں میں اختلاف ہو یہ بشر المریسی اور الأصم کے دعوے ہیں لیکن وہ کہتا ہے کہ ہم نہیں جانتے یا ہم تک نہیں پہنچا کہ لوگوں میں اختلاف ہے"۔

اس طرح یہ بدعتیوں سے درآمد شدہ دعوٰی ہوا لہٰذا ہوشیار ہو جایئے اور ان لوگوں کے طریقوں، اصولوں اور بڑوں سے جن کی یہ اقتداء کرتے ہیں خوب واقف ہو جایئے اور اس ساری صورت حال کے بعد یہ بھی جان لیجئے کہ ہم انہیں جہمیہ یا مرجئہ کہہ کر ان پر زیادتی نہیں کر رہے۔تو اسے جسے حلبی اجماع کہتا ہے کس طرح اجماع کہا جاسکتا ہے جو در حقیقت گمراہ اور فتنہ پرور اور سلاطین

کے خدام علماء کا اجماع ہے جو طاغوتوں کی بیعت کر کے انہیں مسلمانوں کے شرعی امرائ قرار دیتے ہیں جنہیں حلبی صفحہ ۴۰ پر زمانے اور اہل زمان کے امام قرار دیتا ہے۔اسی بناء پر ان کے اتفاق کو وہ اجماع کہتا ہے جیسا کہ لکھتا ہے:''جس حکم پر ان کبار ائمہ کا اتفاق ہے اس پر اجماع کا دعوٰی رکھنے والا غلط نہیں ہو سکتا''(دیکھئے کس طرح الفاظ سے کھیلتا ہے اور ایسی عبارت اور صیغے لاتا ہے کہ رجوع کا احتمال بھی رہے تو کہاں یہ گول مول انداز اور کہاں واضح اور دوٹوک علمی انداز)شاید ان درباری ملاؤں کے سوا امت میں علماء مفقود ہو گئے ہیں۔اسی لئے فوراً بعد کہتا ہے:''شاید ان کا مخالف مسلمانوں کی جماعت اور حسن اتباع واطاعت کا تارک اور مخالف ہو''۔کون سی اطاعت ؟تمہارے ان امراء کی اطاعت جن کا دفاع بے بصیرت اندھے کرتے ہیں اور کچھ نے خود کو ان کے ہاتھوں کھلونا بنالیا اور ان کی خواہشات کی تکمیل میں لگے رہے کیا اس طرح اجماع منعقد ہوتا ہے اور کیا یہ اجماع کے ارکان اور شروط ہیں ؟یا یہ بھی خواہش کی اتباع ہے کہ جب مسئلے کو اپنی خواہش کے مطابق بنانا چاہا تو آسانی سے اس پر علماء اور امت کے اجماع کا دعوٰی کر دیا اور جب مخالفت ہو تو اسے قبول کرنا انتہائی شاق اور مشکل ہو جاتا ہے اہل بدعت کی عادت ہے کہ ہیر پھیر سے کام لینا اور مخالف دلائل کو چھپا کر صرف وہ دلائل ذکر کرنا جو ان کی تائید میں ہوں اگرچہ یہ دلائل سلفی اصول و قواعد جس کی طرف وہ خود کو منسوب کرتے ہیں کے مخالف ہوں جیسا کہ حلبی نے ایک خارجی کا قصہ نقل کیا ہے جسے امام ذہبی نے (السیرۃ:۱۰/۲۸۰) میں بصیغہ تمریض نقل کیا ہے یہ ایک اور پہلو یہ ہے کہ یہ قصہ جسے حلبی نے تاریخ بغداد کے حوالے سے نقل کیا ہے اور امام سیوطی نے بھی (تاریخ الخلفاء:۳۱۹-۳۲۰) میں مامون کے ترجمے میں اسے نقل کیا ہے اسکا ایک راوی ''ابن ابی داؤد''جہمی تھا خلق قرآن کا داعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دشمن تھا اور خلیفہ وقت کو ان کے قتل پر اکساتا تھا اور انہیں گمراہ اور گمراہ کنا قرار دیتا تھا۔حلبی نے یہ سب کچھ کیوں چھپالیا؟کیونکہ اگر یہی روایات ایک باطل عقائد کی بیخ کنی کرتی ہوں تو پھر وہ دنیا کو ابن ابی داؤد کے انحراف اور فاسد عقائد سے آگاہ کرے گا اور منہ بھر کر کہے گا کہ ابن ابی

داؤد کی روایات ناقابل قبول ہیں۔پھر کیوں اس کی روایت کو قبول کیا اور خوبصورت کرکے لکھا ؟کیا حق کو قبول کرنے میں انصاف سے کام لینا اگرچہ مخالف ہی ہو اسی کو کہتے ہیں؟یہی وجہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو معمولی سا انصاف پسند نہیں قرار دیتے۔کیوں وہ ایسی مکھی بنا ہوا ہے جو صرف گندگی پر ہی بیٹھتی ہے کہ صرف وہی روایات نقل کرتا ہے جو کج اور گمراہیوں کا متاع ہوں؟ کبھی مامون معتزلی کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور ابن ابی داؤد الجہمی کی روایات نقل کرنے لگتا ہے اور کبھی مامون کے مقابل خارجی کے اعتراف کو دلیل بنا کر پیش کرتا ہے تاکہ ہمارے سامنے ایک عجیب وغریب مذہب پیش کرسکے۔پھر بھی سلفیت کا دعوٰی۔آخر میں ایسا ہی ایک قصہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں ابن عساکر نے بطریق نضر روایت کی ہے امام نضر بن شمیل فرماتے ہیں:میں مامون کے پاس گیا،کہنے لگا نضر کیسے ہو میں نے کہا:امیر المؤمنین خیریت سے ہوں۔کہنے لگا ارجاء کیا ہے۔میں نے کہا:ارجائیت ایک دین ہے جو بادشاہوں کو محبوب ہے وہ اس کے ذریعے دنیا حاصل کرلیتے ہیں اور دین کو ناقص بنادیتے ہیں ۔کہنے لگا:تو سچ کہتا ہے۔(البدایۃ والنھایۃ:۱۰/۲۷۶)

تنبیہ: ہم نے حلبی کی طرح اس قصے کو صرف مامون کے قول کی حد تک بیان نہیں کیا اور نہ ہی ہمارے نزدیک مامون کا نضر کی بات کی تصدیق کرنا اہمیت رکھتا ہے ہم نے اسے صرف امام نضر کے قول کی وجہ سے ذکر کیا ہے یہ امام نضر بن شمیل ابو الحسن المازنی البصری النحوی امام اہل السنۃ،ثقہ،اور بخاری ومسلم کے رجال میں سے ہیں مرو کے باشندے اور عالم ہیں حدیث میں بھی ایسی ہی مہارت رکھتے جیسے نحو میں متبع سنت تھے دیکھئے :(الجرح والتعدیل:۸/۴۷۷،سیر اعلام النبلاء:۹/۳۲۸،تھذیب التھذیب:۱۰/۴۳۷) مرو اور پورے خراسان میں انہوں نے سب سے پہلے سنت کا علم بلند کیا اسی لئے محمد بن عبد الوہاب الفراء(سیر اعلام النبلاء :۳/۳۸۳)میں فرماتے ہیں: خراسان میں ان تین جیسے عالم پھر نہ ہوئے:عبد اللہ بن مبارک،نضر بن شمیل،یحیٰی بن یحیٰی رحمۃ اللہ علیہم میں بھی کہتا ہوں:واللہ نضر نے سچ کہا اور حقیقت کو بیان کیا۔ابن تیمیہ نے بھی خلافت اور ملوکیت میں بحث

کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ بادشاہوں کو ارجائیت پسند ہے اس کی دو وجوہات ہیں جو بادشاہوں کو خلفاء راشدین سے الگ کرتی ہیں:

1: بدعتی اور خوارج اور معتزلہ اور ایسے ہی دیگر گروہ جو متبع سنت اور زاہد بنتے ہیں اس شخص کی مذمت نہیں کرتے جو خلفاء راشدین کے طرز خلافت کو چھوڑ دے۔

2: بعض مرجئہ اور ظلمہ اور اباحیہ بادشاہت کو سنت خلفاء سے مقید کئے بغیر مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ عمدہ تفصیل ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ:۳۵/ ۲۵-۲۶)

جب تک مرجئہ اپنے باطل، منحرفہ اور گمراہ کن عقائد کے لئے کٹے پھٹے دلائل دیتے رہیں اور بادشاہوں کے لئے وسعت کرتے رہیں اس وقت تک بادشاہ مرجئہ کو پسند کرتے ہیں یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں جیسا کہ نضر نے کہا: وہ اس کے ذریعے دنیا حاصل کرتے ہیں اور دین کو ناقص بنادیتے ہیں۔ ہم آج دیکھتے ہیں کہ بادشاہوں اور طواغیت اوران کے مددگار جہمیہ اور مرجئہ سے بڑے خوش نظر آتے ہیں اور ان کی کتابوں اور دعوت کو پھیلاتے اور عام کرتے ہیں اور ان کی لگام دراز کر دیتے ہیں۔ دور حاضر میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں بطور تنبیہ اردن کی صورتحال پیش کرنا چاہتا ہوں اس وقت کی بات ہے جب کسی کو توحید کے داعی سے ملاقات کی اجازت نہ تھی اور خلاف ورزی پر نظر بندی کی دھمکی دی جاتی تھی چہ جائیکہ لیکچر یا درس دینے یا کتاب اور رسالہ چھاپنے کی اجازت ہوتی ۔اس بنا پر ہمارے بہت سے بھائی خفیہ طریقے سے یہ امور سر انجام دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا﴾ (الکھف:۲۰)

”اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو تمہیں سنگسار کر دیں یا اپنے دین سے واپس لوٹا دیں اس صورت میں تم ہرگز کامیاب نہ ہوگے“

اور اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان:

((استعینوا علی قضاء حوائجکم بالکتمان))

"اپنی ضروریات چھپ کر پوری کرلو"

پر عمل کرتے ہوئے جبکہ حلبی جیسے لوگوں کو پورے ملک میں سفر اور گھومنے پھرنے اور دروس اور لیکچرز دینے کی مکمل چھوٹ تھی اور ان کی کتابوں اور رسالوں جن کی آیات واحادیث (جن میں صحیح مفہوم کو چھوڑ کر وہ معنوی تحریفیں کرتے) کے سوا محض اوراق سے زیادہ اہمیت نہ ہوتی کو چھپوانے کی مکمل اجازت تھی مجھے میرے بہت سے نظر بند بھائیوں نے بتایا کہ وہ اللہ کے دشمن انہیں میرے دروس میں شریک ہونے اور میری کتب کا مطالعہ کرنے سے منع کرتے دھمکیاں دیتے اور خوفزدہ کرتے جبکہ حلبی اور البانی جیسے جہمیہ اور مرجئہ کے دروس میں شرکت کی ترغیب دیتے۔ نضر نے واللہ بنظر عمیق اور پوری فراست سے سچ کہا کہ "ارجائیت وہ دین ہے جو بادشاہوں کو پسند ہے وہ اس کے ذریعے دنیا جمع کرتے اور دین کو ناقص بناتے ہیں۔

حلبی کا زعم ہے کہ دور حاضر میں ایسا کوئی حاکم نہیں جو اسلام سے منسوب ہو اور اسلام کو کسی قدر عام نہ کرتا ہو۔ اور جو ان کی تکفیر کرے انہیں خوارج کہتا ہے۔

حلبی صفحہ ۲۶ پر لکھتا ہے: "اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم چھوڑ دینا اس مسئلے کا ایک اسلامی ملک میں مفقود ہونا حقیقت سے زیادہ گمان ہے کیونکہ ہم لوگوں کی اس دنیا میں کسی ایسے حاکم کو نہیں جانتے جو خود کو اسلام کی منسوب کرے اور اسلامی حکومت کا دعویدار ہو اور (اگرچہ کم یا زیادہ مخالفت ہی کیوں نہ کرتا ہو) اسلام کو کسی قدر نافذ نہ کرتا ہو جیسے ارکان خمسہ اور نکاح، طلاق اور میراث کے شرعی احکامات"۔

میں کہتا ہوں: تم اور تم جیسے دیگر لوگ خوابوں، خیالوں کی دنیا میں رہتے ہو اور اپنے ارد گرد پیش آنے والے حالات کا کچھ علم نہیں رکھتے۔ اور ارکان خمسہ جس کا آپ تذکرہ فرمارہے ہیں ہمارے اختلاف اس میں نہیں ہے اس لئے کہ اس سے تو کوئی نہیں روکتا حتیٰ کہ یہود بھی اپنے محکومین کو بیت المقدس سے منع نہیں کرتے جیسا کہ مشاہدے سے ثابت ہے۔

شیخ اسحاق بن عبد الرحمن بن حسن آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض بے بصیرت اندھوں کا یہ دعوٰی ہے کہ حکام اظہار دین یعنی عبادت اور درس و تدریس سے کسی کو منع نہیں کرتے عقل اور نقل ہر اعتبار سے باطل اور مردود دعوٰی ہے یہ باطل حکم تو نصرانی، مجوسی اور ہندو ممالک کے حکمرانوں پر بھی لگایا جاسکتا ہے کیونکہ نماز ،اذان اور درس وتدریس ان کے ممالک میں بھی موجود ہے(الدرر السنیۃ باب الجھاد؛ ص ۱۴۱)

(شیخ مذکور سے ان لوگوں کا بھی بھرپور ردّ کیا ہے جو دیار کفر میں رہائش اس لئے جائز کہتے ہیں کہ وہ نماز و دیگر ارکان سے نہیں روکتے تو جو کافروں پر مسلمان ہونے کا حکم لگائے اور ان کی تکفیر سے محض اس لئے روکے کہ وہ ان ارکان کی اجازت دیتے ہیں بلکہ ان کی تکفیر کرنے والوں کو خوارج کہے کوئی شک نہیں بڑا ہی بے بصیرت اور گمراہ ہے اسی لئے شیخ کا کلام اس طرح کے لوگوں پر پوری طرح صادق آتا ہے) جہاں تک نکاح، طلاق اور میراث کے احکام کا تعلق ہے جن کے متعلق حلبی کا زعم ہے کہ طاغوتی حکام انہیں اسلام سے اخذ کرتے ہیں تو ان کے قوانین سے ادنیٰ سا تعلق رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ یہ ابواب جنہیں وہ احوال شخصی کہتے ہیں اور جو بعض اسلامی آراء اور اقوال پر مشتمل ہیں انہیں قانونی حیثیت اس وقت دی جاتی ہے جب یہ ان کے دستور سے ثابت ہوں اسی طرح یہ احکام ان کے دستور کے محکوم اور تابع ہوئے۔ اسی لئے وہ انہیں مکمل طور پر نہیں لیتے خواہ حق کے زیادہ قریب ہوں اور صرف وہ معین احکام لیتے ہیں جو ان کے قانون سے ثابت ہوں۔ بالفاظ دیگر وہ انہیں اللہ کا

حکم جان کر اختیار نہیں کرتے بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کا قانون اور دستور بھی پیش کر رہا ہوتا ہے ۔اس کی واضح دلیل اس کے مندرجہ ذیل قوانین ہیں:

دستور اردن کی دفعہ ۱۰۳ شق (۲) میں ہے ''احوال شخص کے مسائل یہ وہ مسائل ہیں جن کا تعین قانون کرتا ہے'' لہٰذا یہ اسلامی مذاہب سے بعض چنیدہ مسائل وہ ہیں اول تا آخر وہ دستور اور احوال وظروف کے مطابق پاتے ہیں اور اول تا آخر وہ دستور کے نصوص کے ہی تابع ہوتے ہیں ۔مثلاً دفعہ ٦ میں ہے ''تمام اردنی باشندے قانون کی نگاہ میں برابر ہیں حقوق اور ضروریات میں ان کے مابین کوئی امتیاز نہیں اگرچہ عرف، زبان یا دین میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں'' دفعہ ۱۵ میں ہے : حکومت آزادی اظہار اور رائے کی ضامن ہے. بشرطیکہ قانون کی حدود پامال نہ ہوں''۔

اس طرح بہت سی مثالیں ہیں لہٰذا نکاح اور طلاق کے احکام کی مثال دینا اور حلبی کا خوش ہونا کہ یہ احکام مندرجہ بالا قوانین کے تابع ہو کر رہیں جس کی بناء پر مرتد شریعت اسلامیہ کی رو سے کسی مسلمان عورت سے شادی نہیں کر سکتا مگر یہ چیز ان کے نزدیک مانع نہیں جب تک ان کا قانون اس حکم شرعی کا اعتبار نہ کرلے اگرچہ وہ یہ اعلان کرتے ہوں کے نکاح کے احکام انہوں نے شریعت سے ہی اخذ کئے ہیں اور احکام مذکورہ بھی یہی بتاتے ہوں کہ مسلمان عورت سے کافر شادی نہیں کر سکتا اور اگر ان کے جج کبھی یہ فیصلہ دے بھی دیں تو بالآخر وہ ان کے دستور اور اس کے نصوص کے ہی تابع ہو گا۔ ایسے ہی اگر کوئی مسلمان شادی کے بعد مرتد ہو جائے تو احوال شخصی کے یہ قوانین ان دونوں میاں بیوی میں علیحدگی نہیں کرا سکتے۔ یہی ایک دلیل کافی ہے۔ کیونکہ جو احکام انہوں نے اپنے زعم میں شریعت سے لئے ہیں وہ ان کے دستور کی دفعات کے ہی تابع ہیں اور اگر یہ محکمے انہیں نافذ کرنے کی کوشش بھی کریں تب بھی صرف ان احکام کو ہی نافذ کر سکیں گے جنہیں ان کے دستور کی دفعات ثابت کرتی ہوں (اگر بعض مقدمات میں بعض مخصوص حالات میں ان عدالتوں نے شریعت کے مطابق کوئی فیصلہ دے دیا ہو جیسے ارتداد کا حکم لگا دیا ہو تو یہ بھی اخبار نویسوں کی دلچسپی اور اسے

اچھالنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور حقیقت میں اس کا بھی کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوتا اور نہ ہی سزا دی جاتی ہے اور نہ ہی مرتب نتائج ثابت ہوتے ہیں جیسے میاں بیوی دونوں میں عملاً علیحدگی کروادینا اور مال میں تصرف سے میراث سے روک دینا یا مرتد کو قتل کردینا وغیرہ یہ سب بھی ان کے دستور کے مطابق ہی ہوتا ہے حاکم اعلیٰ ان کا دستور ہی ہوتا ہے جو ہر مخالف کو مطیع کرتا ہے یہ ایک مثال ہے اس طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں:

۱۴۔۷۔۱۹۹۶ بروز اتوار کویتی جریدہ ((الرأی الاردنیة)) عنوان "کویت تاکید کرتا ہے کہ اس نے مرتد حسین قنبر کے خلاف فیصلہ یا سزا جاری نہیں کی" کے تحت لکھتا ہے: کویتی سفارت بلغاریہ اور یورپی پارلیمنٹ اور اس کے اتحادی ممالک کے سامنے تاکید کرتی ہے کہ کویتی حکام نے قنبر کے خلاف کوئی سزا یا فیصلہ جاری نہیں کیا جو اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر چکا ہے اور اپنا نام رابرٹ رکھ لیا ہے کویتی دستور اپنی دفعہ ۳۵ کے مطابق مذہبی آزادی کی اجازت دیتا ہے کویتی ترجمان نے واضح کیا ہے کہ مقدمہ دیوانی ہے شخصی احوال سے متعلق ہے تعزیری یا سیاسی نہیں اور اس کے دونوں متعلقین قنبر اور اس کی بیوی تاریخ قضا میں پہلے شخص ہیں اور انہیں کسی قسم کی کوئی سزا نہیں دی گئی۔

اس میں یہ بھی ہے کہ کویتی دستور کی دفعہ ۳۲ کے مطابق جرام یا سزا کا اطلاق اس وقت ہوگا جب وہ قانون کے مطابق ہو (جیسا کہ ارتداد کویتی قانون میں جرم نہیں ہے) بیان میں یہ بھی ہے کہ : کویتی قانون بدنی جیسے حدود کو بھی نہیں مانتا اور اگر کسی قانون سے اس کی طرف اشارہ ہوتا ہو تو اس میں قانون کے مطابق ایسی ترمیم کردی جائے گی کہ اس کا ثابت ہونا مشکل ہو جائے) احوال شخصی کی عام دفعات کو دستور کی دفعات خاص کر دیتی ہیں اور مطلق کو مقید جیسے دستور کی دفعہ (۱۵) آزادی اظہار رائے کی ضامن ہے مگر ایک شرط کے ساتھ کہ قانون کی حدود میں رہ کر ہو نہ اللہ کی حدود میں اور نہ ہی ایسا کوئی قانون ہے جو ارتداد سے روکتا ہو یا اس پر سزا دیتا ہو یا اس کی بناء پر لوگوں میں مسلمان ،کافر، مرتد کی حیثیت سے فرق کرتا ہو۔یہی صورت حال میراث کے احکام کی ہے شریعت سے ان

شہروں میں وہ صرف ان قوانین کو لیتے ہیں جو ان کے قانون سے ثابت ہوں مثلاً شریعت کا قانون ہے کہ "مرد کو عورتوں کے برابر حصہ ملے" لیکن مراد مسلمان ہے نہ کہ مرتد یا کافر اگر یہ مرد مرتد ہو جائے یا شیعہ یا بے دین یا کسی بھی دوسرے دین کو اختیار کرلے تو شریعت اسے میراث سے محروم کر دیتی ہے جیسا کہ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے فرمایا:

((لا یرث الکافر المسلم))

"کافر مسلمان کا وارث نہیں بنتا"

لیکن یہ ان کے نزدیک اگرچہ وہ قوانین میراث کو شریعت اسلامیہ سے ثابت شدہ ہونے کا دعویٰ ہی کیوں نہ رکھتے ہوں ان کے قوانین میں اسے نافذ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ شریعت سے لئے گئے یہ احکام اول تا آخر دستور کی دفعات کے تابع ہیں جیسے دفعہ (٦) جو ہر اردنی کو قانون کی نگاہ میں برابر بتاتی ہے اور حقوق وواجبات میں دین کا فرق نہیں کرتی اس طرح کافر ان کے قانون میں مسلمان کا وارث بن سکتا ہے اور مرتد اور بے دین اپنے مسلمان رشتہ دار کی میراث میں شریک ہو سکتا ہے ۔حالانکہ اللہ تعالیٰ ان مشرک قانون سازوں وغیرہ پر رد کرتے ہوئے صاف فرماتا ہے:

﴿اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ كَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ☆ مَا لَكُمۡ كَیۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ﴾

(القلم:٣٥-٣٦)

"کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی مانند بنادیں تمہیں کیا ہو گیا کیسے فیصلے کرتے ہو"۔

نیز فرمایا:

﴿اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ كَالۡفُجَّارِ﴾(ص:٢٨)

"کیا ہم پرہیز گاروں کو گناہگاروں کی طرح کر دیں"۔

نیز فرمایا:

﴿اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسۡتَوٗنَ﴾(سجدۃ:١٨)

"کیا جو مومن ہو فاسق کی طرح ہو گا وہ برابر بھی نہیں ہو سکتے"

نیز فرمایا:

﴿لَا يَسْتَوِیٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾(حشر:۲۰)

"جہنمی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے"۔

اور جو فعل نفی کے سیاق میں آئے وہ نکرہ ہوتا ہے لہٰذا برابر نہ ہونے کی بات ہر معاملے میں عام ہے سوائے اس کے جس کی تخصیص خود اللہ تبارک وتعالیٰ کی شریعت کر دے نہ کہ طاغوت کی شریعت۔(دیکھئے: نیل الاوطار باب ماجاء لایقتل مسلم بکافر :۷/۱۶)

اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ:

﴿لَا يَسْتَوٗنَ﴾

"کفار مسلمان کے برابر نہیں ہو سکتے"

یہ ان کے بڑے لمبے چوڑے باطل کا ایک معمولی سا حصہ ہے جس کو ہم نے بر سبیل تذکرہ آپ کے سامنے رکھا ہے مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب "کشف النقاب عن شریعۃ الغاب" کا مختصر اردنی یا کویتی نسخہ دیکھیں۔ان ثبوتوں سے ثابت ہو گیا کہ عملی حاکم ان کا قانون ہی ہے اور بعض شرعی احکام کو حاکم کا درجہ دے کر (جو درحقیقت ان کے اپنے ہی قانون ودستور ہوتے ہیں نہ کہ اللہ کے)لوگوں کے ساتھ مذاق کرتے ہیں اور حلبی جیسے کم عقلوں کو بے وقوف بناتے ہیں اس لئے جس نے یہ کہا کہ:"جس دور میں ہم جی رہے ہیں اس میں عام طور پر اللہ کے احکام کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور کتاب وسنت سے ثابت شدہ احکام الٰہی کے علاوہ احکام کو ترجیح دی جاتی ہے۔اور کلی طور پر شریعت کو معطل کر دیا جاتا ہے"اس کا یہ کلام مشتعل یا جذباتی نہیں ہے جیسا کہ حلبی کا صفحہ ۲۷ کے حاشیے میں زعم ہے مگر وہ یہ بات لکھتے وقت علامہ سلفی احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں لیتا کیونکہ تفسیر طبری اور عمدۃ التفسیر کے حاشیے میں ان کا اور ان کے ساتھی کا یہ قول مشہور ہے۔اور یہ مشتعل اور جذباتی کلام نہیں

۔اور نہ ہی حقیقت سے دور ہے۔جیسا کہ حلبی کا زعم ہے۔بلکہ حقیقت سے واقفیت رکھنے والوں کے لیے حقیقت کے مطابق ہے مگر کیا کریں کہ جس کا سر ریت میں دھنسا ہو اور اللہ نے اس کے دل پر غلبہ شہوت کی بناء پر مہر لگا دی ہو اس کا اس سے نابلد رہنا اچھنبے کی بات نہیں۔

اس کے فوراً بعد حلبی صفحہ ۲۷ پر لکھتا ہے ''ترک اعتقادی کے قاعدے کے مطابق امور متروکہ پر اس حکم کی روشنی میں یہ ممکن ہے کہ اس کی بنیاد جحود یا انکار یا تکذیب یا حرام کو حلال اور جائز سمجھنا ہو نہ کہ صرف ترک کر دینا کیونکہ یہ تو خوارج کا قول ہے''۔ایسی اور اس طرح کی دیگر عبارات پر بحث ہو چکی ہے اور اس طرح کے اطلاقات کا جو جہمیہ اور مرجئہ کے ہاں معروف ہیں بطلان واضح کیا جا چکا ہے کہ بعض متروکات تو ایسے ہی ہیں لیکن بعض کفر محض ہیں اور ان میں تکذیب یا اعتقاد یا استحلال کا کوئی عمل دخل نہیں اسی قسم میں توحید اور کفر بالطاغوت کا ترک بھی ہے اسی میں کفر تولّی ﴿پھر جانا﴾ بھی ہے اسی میں اطاعت بالکل ہی ترک کر دینا مراد ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (آل عمران:۳۲)

''کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر وہ پھر جائیں تو اللہ کفر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تولّٰی (پھر جانا) تکذیب کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے اطاعت سے پھر جانا، لوگوں پر فرض ہے کہ رسول کے بیان کردہ امور کی تصدیق کریں اور ان کے حکم کی اطاعت کریں اور تکذیب تصدیق کی ضد ہے اور تولّٰی، اطاعت کی ضد ہے اسی لئے اللہ نے فرمایا:

﴿فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰى ☆ وَ لٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى﴾ (القیامۃ:۳۱-۳۲)

''نہ تصدیق کی نہ نماز پڑھی لیکن تکذیب کی اور پھر گیا''

نیز فرمایا:

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ مَاۤ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ﴾(النور:۴۷) (فتاوٰی ابن تیمیۃ:۷/۱۴۲کتاب الایمان ص۱۳۶-۱۳۷)

''وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لے آئے اور ہم مطیع ہو گئے پھر اس کے بعد ان کا ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہی لوگ مومن نہیں''

اس آیت میں اللہ نے عمل سے پھر جانے والے کے ایمان کی نفی کی اگرچہ زبان سے اقرار کرتا ہو۔ حنبل فرماتے ہیں: ہمیں حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مجھے خبر دی گئی ہے لوگ کہتے ہیں جو نماز ،زکاۃ، روزہ اور حج کا اقرار کرتا ہو اور موت تک ان میں سے کچھ نہ کرے اور تاحیات قبلہ کی طرف پیٹھ پھیر کر نماز پڑھتا رہے تو وہ مومن ہے جب تک انکار نہ کر دے جب فرائض اور استقبال قبلہ کا اقرار کرنے کے باوجود ان کے ترک میں ایمان کی سلامتی کا اسے یقین ہو تو میں کہوں گا یہ صریح کفر ہے۔(مجموع الفتاوٰی:۷/۲۰۹)

اسی جگہ حنبل نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں: جو یہ بات کہے اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا۔ علماء نے کفر اعراض کو بھی اسی میں ذکر کیا ہے اور اس کی تعریف کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت اور دل سے اعراض کرے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب کرے نہ تعلق قائم کرے نہ دشمنی رکھے۔ (اس کی ایک مثال مدارج السالکین (۱/۳۵۸) میں ملاحظہ کیجئے)ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کفر عام ہے تکذیب سے چنانچہ ہر وہ شخص جو رسول کی تکذیب کرے کافر ہے جبکہ ہر کافر تکذیب نہیں کرتا بلکہ جو آپ کو سچا جانے اور اس کا اقرار بھی کرے اس کے باوجود بغض وعداوت رکھے وہ کافر ہے اور جو محض اعراض کرے سچے جھوٹے ہونے اعتقاد نہ رکھے وہ بھی کافر ہے حالانکہ تکذیب نہیں کررہا۔ (الرسالۃ النستعینیۃ من مجموع الفتاوٰی:۵/۱۲۶طبع دارالکتب

العلمیة) نیز (مجموع الفتاوٰی:۲۹۲/۷) میں فرماتے ہیں: کفر تکذیب کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں آپ کو سچا جانتا ہوں لیکن آپ کی اتباع نہیں کروں گا بلکہ آپ سے بغض وعداوت اور مخالفت رکھوں گا اور آپ کی موافقت نہیں کروں گا اس کا کفر بڑے درجے کا ہے جب کفر ایمان کے مقابلے میں ہو تو یہ فقط تکذیب نہیں ہوتی معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق کا نام نہیں کیونکہ جب کفر فقط تکذیب سے ہو سکتا ہے اور تکذیب کے بغیر فقط مخالفت وعداوت رکھنے قبول نہ کرنے سے بھی ہو سکتا ہے تو ایمان بھی تصدیق کے ساتھ اسی وقت معتبر ہو گا جب موافقت، موالاۃ اور اطاعت بھی ہو صرف تصدیق کافی نہیں"۔ حلبی نے صفحہ ۱۶ پر شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں: "ہم اس وقت تک تکفیر نہیں کرتے جب تک شہادتین پر قرار رہیں جیسا کہ علماء کا اجماع ہے" تو کیا توحید کا تارک بھی ایسا ہی ہوا اگرچہ انکار نہ کرے اور عداوت بھی نہ رکھے؟ مثلاً کفر بالطاغوت سے انکار کرے شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نواقض اسلام شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "دسواں ناقض: اللہ کے دین سے اعراض کرے نہ سیکھے نہ عمل کرے دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ (السجدۃ:۲۲)

"اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات نصیحت کی جاتی ہو پھر وہ ان سے اعراض برتے یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لیں گے"۔

دور حاضر کے مشرک طاغوتوں سے بڑھ کر اعراض کرنے اور توحید و دین کو بالکل ترک کر دینے والا کون ہو سکتا ہے بلکہ یہ تو ہر جگہ دین اور توحید کے خلاف اعلانیہ جنگ ہے جسے اس کی خبر نہیں وہ اپنی زندگی پر روئے کہ کہاں ضائع کر دی اہل السنۃ (نہ کہ جہمیہ اور مرجئہ اور جھوٹے اہل السنۃ) کے مقالات میں میں کسی کو نہیں جانتا جو شرک اکبر کے ذریعے تکفیر کے لئے استحلال یا جحود کی

شرط لگاتا ہو یا اس کا تذکرہ بھی کرتا ہو خواہ وہ شرعی ہو یا غیر شرعی مگر انہیں کفر میں اضافے کا سبب ضرور قرار دیتا ہو نہ کہ تکفیر کے لئے قید یا شرط ہم اس کے تفصیل بیان کر آئے ہیں دوبارہ بیان کی ضرورت نہیں۔ لیکن حلبی کی یہ نئی بات کہ "یہ تو خوارج کا قول ہے" حلبی کی دیگر خیانتوں کی طرح ایک اور خیانت ہے خاص طور پر جبکہ جمہور صحابہ (ترمذی اور مستدرک حاکم میں ہے: شقیق بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے صحابہ نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے) اور علماء ثقات کی کثیر جماعت اور ان کے سردار امام احمد نماز کے تارک کو کافر قرار دیتے تھے اگرچہ سستی سے ترک کرے کیونکہ سستی مجرد ترک ہے تو کیا یہ سارے خوارج ہیں جواب دیجئے حلبی صاحب؟ دیگر فرائض کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض سلف فرائض کے مجرد تارک کو کافر قرار دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوٰی میں اکثر مقامات پر اس عنوان پر اہل علم کے اقوال نقل کئے ہیں فرماتے ہیں: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں مختلف روایات ہیں ایک روایت کے مطابق کسی ایک فرض کا تارک بھی کافر ہے ابو بکر نے بھی اسے اختیار کیا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر شاگرد جیسے حبیب ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت اور ہے کہ صرف نماز اور زکاۃ کا تارک کافر ہو گا ایک تیسری روایت کے مطابق نماز کا تارک اور زکاۃ کا تارک جب خلیفہ اس کی بناء پر قتال کرے کافر ہے اور چوتھی روایت کے مطابق زکاۃ کا تارک کافر نہیں البتہ نماز کا تارک کافر ہے پانچویں روایت کے مطابق کسی کا بھی تارک کافر نہیں سلف کے یہ اقوال معروف ہیں۔ (مجموع الفتاوٰی: ۷/ ۳۰۲)

نیز فرمایا ایک روایت یہ بھی ہے کہ روزے اور حج کا تارک بھی کافر ہے جب کبھی حج نہ کرنے کا عزم کرلے۔ (مجموع الفتاوٰی: ۷/ ۲۵۹)

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور جو جان بوجھ کر رمضان کے روزے چھوڑ دے اس نے بھی اللہ کے ساتھ کفر کیا۔ (مجموع الفتاوٰی:۷/۳۰۲)

اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے یہاں تک کہ ظہر سے مغرب اور مغرب سے آدھی رات ہو جائے تو وہ اللہ کے کفر کرنے والا ہے اس سے تین دن تک توبہ کراوئی جائے پھر بھی رجوع نہ کرے اور کہے کہ نماز کا ترک کرنا کفر نہیں اس کی گردن اڑادی جائے جبکہ تارک ہو اور اگر نماز پڑھتا ہو پھر یہ کہے کہ نماز کا ترک کرنا کفر نہیں اس کی گردن اڑادی جائے جبکہ تارک ہو اور اگر نماز پڑھتا ہو پھر یہ کہے تو یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔(مجموع الفتاوٰی:۷/۳۰۷-۳۰۹)

(اس باب میں ہمارا رسالہ ((الثلاثینیة فی التحذیر من اخطاء التکفیر)) ملاحظہ ہو ہم نے اس میں ان لوگوں کے مابین جو صرف ناموں اور علمی اجتہادات میں ہمارے مخالف ہیں ولاء اور براء میں متاثر نہیں ہوتے اور کفریہ قول وفعل میں واقع نہیں کرتے اوران لوگوں کے مابین جو مرجئہ ہونے کی بناء پر اسلام کے نواقض ظاہرہ میں واقع ہوتے ہیں) شیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دین کی اصل اور فرائض کی اہمیت ہے جو دیگر سنن کو حاصل نہیں اسی لئے ان کا منکر کافر ہے اس سے ان کی بناء پر قتال جائز ہے بلکہ جمہور سلف کے نزدیک ان کا مجرد تارک کافر ہے۔(مصباح الظلام:۶۵)

میں اس سے زیادہ نہیں لکھنا چاہتا ورنہ علماء کے ایسے بہت سے اقوال ہیں اس کے باوجود بھی ہم نے کسی ایک اہل سنت عالم کو نہیں سنا جو ان کی اس مسئلے میں مخالفت کرتا ہو اور اس وجہ سے انہیں خوارج کہتا ہو جیسا کہ مخالفین جہمیہ اور مرجئہ کا طریقہ ہے وہ اپنی فکری دہشت بٹھانا چاہتے ہیں تاکہ اپنے بچوں اور کم عقل پیروکاروں کو خوف زدہ کریں جو ان کی باطل میں اتباع کرتے ہیں جبکہ علماء سلف

کے اقوال سے آگاہ طلباء علم اس طرح کی غنڈہ گردیوں اور تہمتوں اور جھگڑوں کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دین قائم کرنے والے طائفہ منصورہ کے بارے میں فرمایا تھا۔

((لا یضرھم من خالفھم ولا من خذلھم))

''ان کا مخالف اور مدد نہ کرنے والا انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا''۔

بہرحال بدعتی جہمیہ وغیرہ کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اہل السنۃ کو کبھی مجسمہ کبھی حشویہ اور کبھی نواصب اور خوارج کہتے ہیں اور یہ آخری الزام حلبی ائمہ اہلسنّت پر لگاتا ہی رہتا ہے (جیسا کہ مامون اور خارجی کے مابین ہونے والے مناظرے سے خوش ہو کر اسے اپنی کتاب کے آخری سرورق پر لایا ہے) جیسے امام احمد اورابن تیمیہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم (ملاحظہ ہو شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب (مصباح الظلام فی ردّ من کذب علی الشیخ الامام) ایسے ہی دیگر کتب جو شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی سرگرمیوں کے دفاع میں لکھی گئیں اور بعض قبر پرستوں وغیرہ کے اس الزام کہ شیخ اہل قبلہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں کہ ردّ میں لکھی گئی ہیں) اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ حق کی طرف دعوت دیتے ہیں اہل بدعت کے مقابل کھڑے ہوتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کا رسول ﷺ کافر کہے ان کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور جہمیہ اور مرجئہ کے ساتھ نرمی اور ان پر انحصار نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب السنۃ میں خلال سے نقل کرتے ہیں کہتے ہیں: ابوعبداللہ یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ابو خالد اور موسیٰ بن منصور وغیرہ دوسری جانب بیٹھتے ہیں اور ہمارے قول میں عیب لگاتے ہیں اور یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ قرآن کو نہ مخلوق کہا جائے اور نہ غیر مخلوق اور جو ان کی تکفیر کرے ان پر عیب لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم وہی کہتے ہیں جو خوارج کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ مسکرانے لگے جیسے غصے میں ہوں پھر فرمانے لگے یہ اور وہ برابر ہیں۔ (مجموع الفتاوٰی :۱۳۲/۵ طبعۃ دارالکتب العلمیۃ)

واللہ یقیناوہ سب برابر ہیں!

غور کیجئے اللہ ہر قوم کے جانشین پیدا کرتا ہے جس طرح اہل السنۃ کے جانشین ان کے آثار کو دہراتے ہیں اللہ کے دین کو قائم اور غالب کرتے ہیں اور دھوکے باز بھڑکانے والوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ ایسے ہی بدعتیوں کے بھی جانشین ہوتے ہیں جو اہلسنّت کی عیب جوئی اوران پر افتراء پردازی میں ان کے آثار کو دہراتے ہیں اوران کے شبہات کو پیش کرتے ہیں اوران کے اقوال کو لیتے ہیں۔ یہ اثری (حلبی) بھی ان کے آثار پر راضی ہے یہ اور اس کی طرح دیگر انہی کے آثار پر دوڑے جارہے ہیں۔

فاجعل تعلبك مقلتين كلاهما　　من خشية الرحمن باكيتان

لوشاء ربك كنت ايضاً مثلهم　　فالقلب بين اصابع الرحمن

"اپنے دل میں دوخطرناک جگہیں بنالے جو رحمن کے خوف سے روتی رہیں اگر تیرا رب چاہتا تو بھی انہی کی طرح ہوتا کہ دل رحمن کی انگلیوں کے درمیان ہے"

حلبی کا مسلمانوں پر طعن کرنا اور مشرکوں کو چھوڑ دینا بلکہ ان کا دفاع کرنا

حلبی اہل بدعت کی اتباع میں اہل سنت پر لعن طعن کرتا ہے اورانہیں خوارج کہتا ہے اس کی کئی مثالیں گزر چکی ہیں مزید تاکید کے لئے اس لعن طعن کی چند اور مثالیں جو اس نے توحید اور طاغوت سے براءت کے عنوان پر لکھنے والے اہلسنّت پر وارد کئے صفحہ ۳۲ پر لکھتا ہے:"وہ بکواس جو سفیہانہ خیالات کے حامل ناپختہ ناتجربہ کار کرتے رہتے ہیں" پھر حاشیہ میں لکھتا ہے نبی ﷺ نے خوارج کو انہی اوصاف سے متصف کیا تھا پھر اسی صفحہ پر لکھتا ہے "منحرف مخالفین کی بہت سی قسمیں ہیں"میں کہتا ہوں حقیقتاً ان میں سب سے پہلا وہی اندھا ہے جو خود کو بینا سمجھتا ہے۔اس کی اس سے مراد فاضل

داعی ابو بصیر عبد المنعم مصطفی حلیمہ حفظہ اللہ تعالیٰ ہیں جنہیں اس شہر سے ان کی دعوت اور ان کی کتب کی بناء پر نکال دیا گیا جن میں انہوں نے طاغوت کو بے نقاب کیا اور جھگڑالوؤں کے شبہات کا ردّ کیا صفحہ ۱۰ کے حاشیے میں بھی ان کے خلاف مزید لکھتا ہے: زمان اور حال کے اعتبار سے ان چند متاخرین میں ایک فتنہ پرور معاند اور نیا نیا سخت مزاج بھی ہے جو اعلام امت پر زیادتی کرتا ہے اور پھر ان کا روپ دھار کر خود کو بڑا اپنا سمجھتا ہے۔ حالانکہ ہے اندھا اور اپنے آپ کو حلیمہ "نرم دل" ہونے کا دھوکہ دیتا ہے حالانکہ ہے بڑا ہی غصہ آور اور مبغض اور جب پیرے لکھنے پر آتا ہے تو کئی کئی پیرے اپنی باطل اور مکرر تحریفوں پر لاتا ہے جو اپنے مقام سے مناسبت نہیں رکھتے اور اپنے اصل سیاق سے ہٹ کر ہوتے ہیں۔

"شیخ ابو بصیر نے گذشتہ اعلام امت میں سے کسی پر کوئی زیادتی نہیں کی یہ بات ان کا ہر قاری جانتا ہے حتی کہ حلبی کے مشائخ پر بھی نہیں بلکہ اگرچہ ان کے جہمی اور ارجائی نظریات میں ان کی مخالفت کرتا ہے پھر بھی انہیں مقدم کرتا ہے اور ان کے اقوال کو نقل کرتا ہے اور ہم بھی اس پر تنقید کر چکے ہیں کہ جہمیہ اور مرجئہ کے مشائخ کے اقوال کو بطور دلیل نقل کرتا ہے۔ جو طاغوت کی بیعت کرتے ہیں اور ہر وقت اس کے دفاع میں حاضر رہتے ہیں ہمیں ان کے اقوال اور ناموں سے اپنی کتب کو پاک رکھنا چاہیئے۔ اہل حق علماء ربانیین ائمہ کے اقوال باکثرت ملتے ہیں کہ ان متاخرین کے اقوال کی ضرورت نہیں رہتی "میں کہتا ہوں: گذشتہ اوراق میں آپ پر واضح ہو چکا ہے کہ حلبی ہی ان صفات کا اولین مستحق ہے۔ خاص طور پر جب کہ آپ نصوص کی کاٹ پیٹ اور نامناسب مقامات پر زبردستی فٹ کرنے کی علمی خیانتوں سے بھی واقف ہو چکے ہیں اور رہے یہ کلمات جو کسی کاہن کی چرب زبانی سے مشابہ ہیں اصل اختلاف اور بحث سے خارج ہیں جیسے اندھا اور غصہ آور مبغض وغیرہ ایسی گفتگو تو وہی کرتا ہے جو محبت کا جواب محبت اور دلیل کا دلیل سے دینے سے قاصر ہو جبکہ اپنے الزامات اور دعووں کے ثبوت میں قاری کے لئے ایک دلیل بھی نہ دے سکا۔ پھر صفحہ ۳۳ پر لکھتا ہے: "دوسرا اتباہ

وبرباد وہ ''عِصَام'' ہے جو خود کو حق پر سمجھتا ہے ''میں کہتا ہوں: مجھے اس پر تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اگر یہ علمی تنقید ہوتی تو میں اس کا ردّ کرتا جو توحید کا دفاع کرنے والا اور شریعت کی وجہ سے غضبناک ہونے والا ہو وہ اپنی ذات کا دفاع کرے اور اس کی وجہ سے غصہ ہو یہ مناسب نہیں البتہ حلبی کو اس کے ہی اپنے قول (صفحہ ۳۰) سے ایک نصیحت کرنا چاہوں گا جو اس نے گمراہ لوگوں کے بارے میں ابن وزیر سے نقل کیا ہے: ''یہ لوگ بڑے ہی منفرد اور گمراہ اور لوگوں کے لئے ہلاکت کا باعث اور انہیں حقیر سمجھتے ہیں'' پھر صفحہ ۳۳ پر لکھتا ہے: تیری بڑی مصیبت قتادہ ہے جو خود کو عالم سمجھتا ہے حالانکہ شیطان نے دھوکے سے اس کے کانوں میں پیشاب کر دیا ہے اور مخالفین کی آنکھوں کا کانٹا (قتادہ حفظہ اللہ) اور ان کے حلق کی ہڈی تصور کرتا ہے ''اس سے اس کی مراد بھائی ابو قتادہ فلسطینی حفظہ اللہ ہیں۔

دیکھ لیجئے یہ ہے اس کا سنجیدہ علمی کلام اور ساتھ ہی اس کے ناتجربہ کار اور بیوقوف اور اپنے ہی کلمات کی حقیقت سے نابلد ہونے پر بھی غور کر لیجئے آخر اسے کس نے بتایا کہ شیطان نے ان کے کانوں میں پیشاب کیا ہے کیا یہ کاہنوں اور قافیہ شناسوں کی طرح اٹکل پچو نہیں یا خود ابلیس ہی اس کا شیخ ہے جس نے اسے یہ بیان کیا یا الہام کیا کہ ''شیخ (ابو قتادہ حفظہ اللہ) اپنے بیان میں ثقہ نہیں)، (ابن حزم نے جہمیہ پر اسی عبارت سے ردّ کیا: الفصل: ۵/۷۵) بہر حال صرف گالیاں دے کر اور حملے کر کے ردّ کرنا علمیت نہیں نہ ہی اس سے کوئی عاجز آسکتا ہے اگر کفار اور مشرک یہود و نصاریٰ سے مناظرہ ہو تو سب وشتم اور حملوں سے کام نہیں چلتا بلکہ ایسے دلائل وبراہین پیش کرنا پڑتے ہیں جو اس کے حق پر ہونے اور ان کے باطل پر ہونے کو واضح کر دیں۔ علمیت اور دلیل کا جواب بذریعہ دلیل دینے سے عاری یہ سب وشتم مفلسوں کا فرار اور دھوکے باز، حق وباطل ملانے والوں کی راہ ہے جیسا کہ بتایا جا چکا ہے اس کے باوجود آپ حلبی کو اپنے علاوہ ہر ایک پر تہمت لگاتے ہوئے پائیں گے ''ان کی تحریریں سب وشتم اور دوسروں پر کیچڑ اچھالنے اور ان کے عیب ڈھونڈنے سے بھری پڑی ہیں گویا خود اپنے

آپ کو امت کے خیر خواہ اور ان کے امور کا سرپرست سمجھتے ہیں'' پھر صفحہ ۳۵ پر بڑی بے شرمی سے لکھتا ہے:: جب لکھتے ہیں تحریف کرتے ہیں اور جب دلیل پیش کرتے ہیں تو تبدیلی اور ہیر پھیر کرکے اور جب گفتگو کرتے ہیں تو اغلاط اور لغزشیں بکتے ہیں'' اپنی بیماری میرے سر ڈال کر خود بری ہونا چاہتا ہے۔ صفحہ ٦٧ کے حاشیے میں لکھتا ہے:''اگر اس کے ساتھ وہ طعن اور کیچڑ اچھالنا اور برے القاب اور جرح بھی ملالیں تب کیا صورتحال ہو؟'' صفحہ ۳٦ پر لکھتا ہے:''سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ کینہ پرور لوگ سلف کا بہروپ اپناتے ہیں اور اپنی دعوت وفکر کو سلفیت کی طرف منسوب کرتے ہیں'' پھر اس کے حاشیے میں لکھتا ہے ''جیسے وہ شخص جو اپنی جہالت کے اندھیرے اور اپنے رائے کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہو'' اس سے اس کی مراد فاضل داعی ابراہیم عسعس حفظہ اللہ (رات کا شکاری) ہیں ۔حلبی جانتا ہے بلکہ ہر ایک جانتا ہے کہ سلفیت صرف تحریری دستاویز یا برائے نام اجماعی شرکت کا نام نہیں بلکہ ہمارے سلف صالحین کا ایک منہج وطریقہ ہے اس منہج پر چلنے والا ہو اور مخالفین کے ضرر کے خوف اور بہکانے والوں کے بہکاوے سے متاثر ہو کر اور حاکموں کے سامنے جھکنے اور ان کا دست بازو بننے کے لئے اس منہج سے انحراف نہ کرے بلکہ ان کے اس منہج توحید پر ثابت قدم رہے وہ سلفی ہے اور جو سلفیت کو دین وملت کے کافر حکمران دشمنوں کے تابع کرتا ہو اور ان کے اعزاز والقاب کا حریص ہو اوران کے باطل کو سہارا دیتا ہو اوراپنے بکواس شبہات کے ذریعے اسے جائز کہتا ہو اور طاغوت جس کے ساتھ کفر واجب ہے کو امام المسلمین اور امیر المومنین اور والی مسلمین کہتا ہو یہ کہاں سے سلفی ہوا سلفیت اس سے بری ہے۔

فیاایھا المنتمی زوراً الیھا　　　　لست منھا ولا قلامۃ ظفر

''خود کو جھوٹ بول کر ان کی طرف منسوب کرنے والے تو ناخن برابر بھی ان سے نہیں''

بقول آخر:

لسانی لیلٰی والفؤاد لغیرھا　　　　وفی لحظ عيني مكذب للسانيا

زبان پر لیلیٰ دل میں کوئی اور اور آنکھ کا پردہ بھی زبان کو جھٹلائے

جبکہ سلف صالحین اپنی کتاب طواغیت کے دفاع اور ان کے حق میں دلائل تلاش کرنے اور موحدین کی عیب جوئی کرنے میں نہیں لکھتے اور نہ ہی وہ اپنے فتاوٰی ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے چند ٹکوں کے عوض فروخت کرتے ہیں اور نہ ہی اپنا علم و دشمنان دین پر نچھاور کرتے ہیں نہ ان کی بیعت کرکے ان کے وزراء اور دوست اور مشیر بنتے ہیں اور نہ ہی اپنی کتب طواغیت کی تعریف اور ان کے حق میں عزت اور درازی عمر اور استقامت کی دعاؤں میں ضائع کرتے ہیں اور نہ ہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی بھی قول کو حرف نہیں سمجھتے ان کا طریقہ نہیں کہ اقوال الرجال کو ترجیح دے کر دین الٰہی میں محبت قرار دیں اور نہ ہی وہ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ ”کیا یہ گمان بھی کیا جاسکتا ہے کہ شیوخ غلو دین اور رفعت یقین کے باوجود اس کی مخالفت کرتے ہوں جسے وہ خود اصل قرار دیں اور اپنے بیان اور اقرار سے پھر جاتے ہوں“ جیسا کہ حلبی نے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے اپنے شیوخ کے متعلق اس طرح کی باتیں جاہل مقلد ہی کرتے ہیں جبکہ سلف کے ہاں یہ قاعدہ مشہور ہے ”کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی معصوم عن الخطاء نہیں لہٰذا آپ کے بعد ہر ایک قول لیا بھی جاسکتا ہے اور ردّ بھی کیا جاسکتا ہے“ اس زبان دراز کا شیخ زبان درازی میں اس سے بھی زور آور ہے لیکن اپنے شاگرد کی طرح طواغیت سے بیزار موحدین پر طعنہ زنی کرنے میں متخصص (اسپیشلسٹ) نہیں ہے وہ ان کے اور ان کے علاوہ دیگر سب پر بھی طعنہ زنی کرتا تھا۔ مگر حلبی عجیب شخص ہے اس کی زبان درازی اور سنجیدہ طعنہ زنی کا مرکز صرف دین و توحید کے مددگار ہی بنتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں طواغیت کے خلاف جہاد اور ان کے کفر اور قوانین باطلہ کے پردے چاک کرنے اور لوگوں کو ان کی شرکیات سے محفوظ رکھنے میں کھپادیں یہی وجہ ہے کہ طواغیت کے دشمن جب ان پر طعنہ زنی کرتے ہیں جس کا دفاع حلبی اور اس جیسے دیگر جہمیہ اور مرجئہ کرتے ہیں ان کے بارے میں قید ہونے یا نظر بند ہونے یا ٹھکرادیئے جانے یا تکالیف میں مبتلا کئے جانے یا گھر بار سے دور کئے جانے کی تکلیف دہ خبریں آتی

رہتی ہیں یہ سب صرف دعوت توحید اور طاغوتوں سے دشمنی اور شرک وکفر سے بیزاری کی بناء کیا جاتا ہے، تو کیوں حلبی اور اس جیسے دیگر لوگ ان پر جارحیت اور زیادتی نہ کریں؟

اقلوا علیھم لا ابا لابیکمو　　　من اللوم أو سدّوا المکان الذي سدّوا

"ان پر ملامت کم کیا کرو تمہارے باپ نہ رہیں یا اس خلا کو پر کردو جسے وہ پر کر رہے ہیں"

اگر طالب حق حلبی کی حق پرست موحدین پر اپنی کتب وحواشی میں کی جانے والی طعن و تشنیع پر غور کرے تو ان کتب وحواشی کو صراط مستقیم اور کاہنوں چرب زبانوں اور کلام کی ہیر پھیر اور اہل حق کی کتب ودلائل پر علمی ردّود پر مشتمل نہ ہونے پر ہی پائے گا۔ کیونکہ علمی ردّ تو ان علماء ربانیین کا کام ہے جو دین وتوحید کی مدد کرنا چاہتے ہوں اسی لئے اہل السنۃ اپنی اس شدت پسندی میں حق بجانب ہیں وہ حق کے لئے غضبناک ہوتے ہیں پھر بھی اسلامی آداب اور نبوی اخلاق کا دامن نہیں چھوڑتے ۔ جبکہ حلبی کے پاس ایسا کچھ نہیں اس کا سرمایہ طعن وتشنیع اور لفظوں سے کھیلنا اور تحریر واقوال میں ہیر پھیر سے کام لینا بس یہی ہے اور یہ دلائل کے نہ ہونے اور بے یارومددگار ہونے کی علامت ہے ہم اسے اور دیگر مرجئہ جہمیہ کو چیلنج دیتے ہیں کہ آؤ اور علمی ردود کریں دلیل کا جواب دلیل سے دو میدان میں اترو بھاگو مت نہ ہی ہیر پھیر سے کام لو دلائل پیش کرو اللہ نے مخالفین سے مقابلے کا یہی راستہ متعین کیا ہے بصورت دیگر حق وباطل کو ملانے والے دھوکہ باز جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (البقرۃ:111)

"کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ"

میں حلبی ودیگر سب کو یہی نصیحت کرتا ہوں دین کے مددگاروں کی مخالفت سے توبہ کرلیں مرتد طاغوتوں سے الگ رہنے والوں سے مت الجھیں اور باقی ماندہ زندگی میں اپنے قلم وکتب اللہ اور اس کے دین کے دشمنوں کی سرکوبی میں استعمال کریں یہ ہمارے دور میں بڑھ گئے ہیں اپنی زندگیاں

اور اوقات مددگاران دین کی مخالفت اور توحید و اہل توحید سے ٹکرانے میں ضائع کردیں اور حالت اہل بدعت جیسی ہوگئی ہے جن کی یہ صفت حدیث بیان کرتی ہے۔

((یقاتلون اهل الاسلام ویذرؤن اهل الاوثان))

" مسلمانوں سے لڑینگے اور مشرکوں سے کچھ تعرض نہ کریں گے"۔

واعلم بانّ الحق سیلٌ عارمٌ　　لا یوقفنّ میاهه الثقلان

فارفق بنفسك أن تُحاول صدّهُ　　لا تجرفنّ کثورة الطوفان

"جان لے کہ حق ایک بے لگام سیلاب ہے جس کے دھاروں کو جن وانس مل کر بھی نہیں روک سکتے لہٰذا تو اپنی جان پر ترس کھا اور اسے روکنے کی کوشش نہ کر کہیں اس طوفان کا جوش تجھے نہ لے ڈوبے"

ان تُجرفنّ معارضاً لمیاهه　　یُلقیك بین زبالة الأزمان

فالحق شمس والضلالة ظلمة　　والشمس لا تُحجب من الدّبان

من قام فی وجه الشریعة والهدی　　یخلد مُهاناً في لظی النیران

"اگر تو اس کے دھاروں کا مقابلہ کرتے ہوئے اس کی رو میں بہہ گیا تو یہ تجھے زمانے بھر کی گندگیوں میں لا پھینکے گا۔ حق تو روشن ہے اور گمراہی اندھیرا اور سورج ہٹا دینے سے نہیں ہٹ سکتا جو شریعت اور ہدایت کے مقابل آئے گا وہ آگ کی لپیٹوں میں ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا"

تعجب کی بات ہے کہ حلبی و دیگر رفقاء ایک طرف طواغیت سے بیزار توحید کے مددگاروں پر محض طعن و تشنیع (وہ بھی علمی ردود اور دلیل کا جواب بذریعہ دلیل دینے سے قاصر) کرتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف کافر طاغوتوں کے لئے بڑے نرم اور خوش مزاج اور الفت وادب کرنے والے دکھائی دیتے ہیں کبھی لوگوں کو ان پر حکم لگانے میں جلدی کرنے سے روکتے ہیں چنانچہ صفحہ ۳ پر اپنے شیخ (جس نے اس کی کتاب پر تعلیق لکھی ہے) سے نقل کرتا ہے کہ:"حکم بغیر ماانزل اللہ ان اہم مسائل میں سے ہے جن ردّ میں دور حاضر کے حکمران بھی لائے جاتے ہیں چنانچہ کوئی ان پر ایسا حکم

لگانے میں عجلت سے کام نہ لے جس کے وہ مستحق نہ ہوں تا آنکہ حقیقت حال واضح ہو جائے" اللہ کے دشمنوں کے بارے میں ان کے ورع کا یہ عالم وہ بھی موحدین کے خلاف جرأتوں اور زبان درازیوں اور حملوں کے مقابلے میں آپ خود غور کر لیجئے۔ اور کبھی صفحہ ۳۰ پر لکھتا ہے "ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ تکفیر سے ممکنہ حد تک اجتناب کرے" یہ اگرچہ حق ہے مگر اس سے طواغیت کے باطل کا دفاع مقصود ہے۔ کیونکہ اس کی کتاب دراصل حکومت اور حکمرانوں کے عنوان پر ہے۔ کاش کہ وہ مددگاران توحید کے خلاف اپنی زبان درازی میں ہی احتیاط کر لے کچھ کم ہی سہی۔ اور کبھی علماء کے کلام کا حصہ نقل کرتا ہے: "شیطان خواہش پرست اور اپنے بھائی پر کفر اور اسلام سے خارج ہو جانے کا حکم لگانے والے کے لئے خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے کہ وہ کہہ رہا ہے اور اسی کے مطابق حکم لگا رہا ہے" (صفحہ:۳۲) ان الفاظ "اپنے بھائی" پر غور کریں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ گفتگو طاغوتی حکمرانوں کی تکفیر سے متعلق ہو رہی ہے۔ صفحہ ۴۲ پر لکھتا ہے: "اگر بعض لوگ شریعت یا اس کی کسی فرع کو اہمیت نہ دیں کیا ان پر ردّ کیا جاسکتا ہے یا ردّ کرنے میں افراط سے کام لیا جاسکتا ہے؟ .... مخالفین اسلام حکم لگانے میں غور و فکر یا تاخیر کو ہمیشہ بزدلی، کمزوری یا برائی کی طرف میلان نہیں سمجھنا چاہیئے یہ حالات اور انجام کے مطابق ہوتا ہے یہ شرعی آداب واخلاق ہیں اور مناقض کی زد میں آنے سے تحفظ ہے"۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ بلند پایہ اخلاق وہ بھی دشمنان دین کے ساتھ کیا خوب کہی لیکن مددگاران دین کے ساتھ یہ اخلاقیات کہاں چلی جاتی ہیں؟۔ سلیمان بن سمحان a اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:

نعم ولو صدقتَ فی ما زع متّه — لعاديت من بالله ۔ ويهك ۔ يكفر

وواليتَ أهل الحق سراً وجهرةً — ولمّا تهاجيهم وللكفر تنصرُ

فما كان من قد قال ما قلتَ مسلم — ولكن بأشراطٍ هنالك نُذكرُ

مباينةالكفار فيكلّ موطن — بذا جائنا النص الصحيح المُقرّرُ

وتكفيرهم جهراً وتسفيه رأيهم — وتضليلهم فيما أتوه وأظهروا

وتصدع بالتوحيد بين ظهرهم — وتدعوهم سِراً لذلك وتجهرُ

فهذا هو الدين الحنيفي والهدى — وملّة ابراهيم لو كنت تشعر

"اگر تو اپنے زعم میں اللہ کو سچا جانتا ہے تو تو اللہ کے منکروں کا دشمن اور اہل حق کا ظاہر و باطن میں دوست ہوا اور اگر تو ان کی ہجو اور کفر کی مدد کرنا شروع کر دے تو ہر مسلمان اس طرح کہہ سکتا مگر چند شروط کے ساتھ ہر جگہ کفار سے علیحدگی اختیار کرنا نص صحیح سے ثابت ہے اور انہیں علانیہ کافر کہنا اور ان کی آرائی کو بے وقوفانہ کہنا اور ان کے ہر عمل کو گمراہی قرار دینا اور توحید کو ان کے سامنے واشگاف کرنا اور اس کی سرّی و جہری دعوت دینا یہی دین حنیف، راہ ہدایت ملت ابراہیمی ہے اگر تو سمجھے۔

واللہ کاش کہ آپ سمجھتے حلبی صاحب؟

حلبی کا عذر جہالت اور "شخص معین کی تکفیر" سے متعلق ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو عام کر کے پیش کرنا وہ بھی صرف ہمارے دور کے واضح مشرکوں اور طاغوتوں کی تکفیر کے سلسلے میں

صفحہ ۳۰ پر حلبی نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (مجموع الفتاوی:۱۲/۵۰۱) کا ایک اور قول کاٹ چھانٹ کے بعد پیش کیا ہے فرماتے ہیں "جب تک ان پر کامل حجت نہ قائم کر دے جو ان پر انبیاء ورسل کا مخالف ہونا واضح کر دے اس وقت تک اقدام تکفیر جائز نہیں اگرچہ ان کے اقوال بے شک کفریہ ہی ہوں" نیز جس کا اسلام (فتاوی میں لفظ ایمان ہے جبکہ حلبی نے اسلام نقل کیا) یقین کے ساتھ ثابت ہے اسے بذریعہ شک زائل کرنا جائز نہیں بلکہ قیام حجت اور شبہات ختم کرنے کے بعد ہی زائل ہو گا" (۱۲/۴۰۸)

نیز: "کسی کے لئے کسی بھی مسلمان کو خطاء یا غلطی کی بناء پر کافر قرار دینا جائز نہیں حتی کہ اس حجت قائم کر دیجائے اور دلائل واضح کر دیئے جائیں" (۲۱/۵۰۱) اسی طرح اقوال کاٹ کاٹ کر پیش کئے ہیں حرکتیں خود کی ہیں اور الزام دوسروں تھوپنا ہے صفحہ ۶۷ کے حاشیے میں لکھتا ہے "نصوص کاٹ پیٹ کر پیش کرنا اور ان سے وہ ثابت کرنا جو نہ ہوتا ہو بدعتی اور خواہش پرست کا اسلوب ہے" یہ بات تو واضح ہے کہ ہمارا ان سے اختلاف ان قانون ساز طاغوتوں پر حکم لگانے میں ہے حلبی کی کتاب اصلاً موجودہ حکام کے متعلق ہے جیسا کہ پہلے صفحہ پر لکھتا ہے: امابعد یہ مختصر جامع رسالہ "حکم بغیر ماانزل اللہ" کے مسئلے میں ہے. یہ ان اہم مسائل میں سے ہے جن کی زد میں موجودہ حکمران لائے جاتے ہیں "ان منتخب کردہ کٹے پھٹے اقوال کو پیش کرنے کا مقصد یہ وہم اور دھوکہ دینا ہے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ان ابواب میں قیام حجت کے بغیر تکفیر کو جائز نہیں سمجھتے حالانکہ یہ غلط ہے آپ قانون سازی اور غیر اللہ کے احکام اختیار کرنے سے متعلق ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پڑھ آئے ہیں بلکہ ان کا ہر قاری بخوبی جانتا ہے کہ وہ دین کے واضح اور صریح مسائل (جیسے توحید جس کے اثبات اور اس کی ضد شرک وکفر کی نفی کے لئے انبیاء ورسل کو مبعوث کیا گیا تھا تاکہ وہ مختلف کونی، فطری اور کامل حجتوں کے ذریعے ایسا کر سکیں) میں قیام حجت اور عذر جہالت کے درمیان اور دین کے غیر واضح اور مبہم اور محتاج دلیل وبیان مسائل میں قیام حجت اور جہالت کے درمیان فرق کرتے ہیں مؤخر الذکر وہ مسائل ہیں جن کی بنائی پر تکفیر اقامت حجت اور عذر جہالت ختم کرنے کے بعد کی جاتی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: جب یہ فرق غیر واضح مسائل میں ہو تو اس کے مرتکب کو خطاکار اور گمراہ کہا جاسکتا ہے جب تک اس پر ایسی حجت قائم نہ ہو جائے جس کے ذریعے اس کی تکفیر کر دی جائے لیکن ایسے سائل میں (اقامت حجت اور عذر جہالت کے بغیر ہی) تکفیر کر دی جائے گی جن کے متعلق ہر خاص وعام مسلمان جانتا ہو کہ یہ دنیداری ہے بلکہ یہود ونصاریٰ بھی جانتے ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی اثبات اور اس کے منکر کی تکفیر کے لئے مبعوث کیا گیا ہے مثلاً اللہ وحدہ، لاشریک لہ کی عبادت کا حکم کرنا اور اللہ کے سوا فرشتوں

،نبیوں، سورج، چاند، ستاروں اور بتوں وغیرہ کی عبادت سے منع کرنا یہ اسلام کے ظاہری شعائر ہیں یا جیسے پنجگانہ نماز کا حکم اور انہیں فرض اور اہم قرار دینا اور یہود و نصاریٰ، مشرکین، بے دین، مجوسیوں وغیرہ سے بغض وعداوت رکھنا یا فواحش اور سود، شراب اور جوئے وغیرہ کا حرام ہونا۔(مجموع الفتاوی:ج٦)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مشہور و معروف مذہب حلبی صاحب گول کر گئے جیسا کہ ان کی عادت ہے اگر قاری تھوڑی سی جدوجہد کر کے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی کو ملاحظہ کرے جنہیں حلبی نے ایک ہی جگہ کاٹ پیٹ کر پیش کیا ہے تو قاری کے سامنے حلبی کی تدلیسات اور تلبیسات کی ایک نئی مثال قائم ہو جائے معاملہ صاف ظاہر ہے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی اقدام تکفیر کو ناجائز کہا ہے اور وہ تکفیر کی کون سی نوع اور دین کے کس باب سے متعلق ہے حلبی نے یہ کیوں نہیں بتایا کیا اس لئے کہ حلبی اپنے قارئین کو کم عقل سمجھتا ہے یا تمہارا یہ گمان ہے کہ قارئین کو با آسانی دھوکہ دیا جاسکتا ہے اور وہ تمہارے نقل کردہ اور قطعات کو درست مان لیں گے اور اصل مآخذ دیکھنے کی کوشش نہ کریں گے جیسا کہ تمہارے مقلد اور تابعدار بچے اندھوں کی مانند تمہارے پیچھے چلے آتے ہیں اور تم انہیں دھوکوں پہ دھوکے دیئے جاتے ہو اس سے فوراً پہلے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کیوں نقل نہیں کیا؟"جب یہ معلوم ہو گیا تو ان جاہلوں اور ان جیسے دیگر کو متعین کر کے ان کی تکفیر کرنا۔یہ کہنا کہ یہ کفار میں سے ہیں۔یہ اقدام تکفیر جائز نہیں" بات واضح ہے کہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا کلام جسے آپ نے عذر جہالت معتبر ہونے میں کاٹ پیٹ کر پیش کیا متعین جاہلوں سے متعلق ہے کیونکہ یہ الفاظ" جب یہ معلوم ہو گیا" دلیل ہیں کہ آئندہ کلام کا تعلق گذشتہ کلام سے ہے جسے آپ نے ذکر تک نہیں کیا اور صرف آخری ٹکڑا لے کر قاری کو دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ عذر جہالت کو تکفیر کے تمام ابواب میں معتبر مانتے ہیں حتی کہ صریح شرک اور اللہ کے حکم کے بغیر قانون سازی اور طاغوت کو حاکم ماننے ان مسائل میں بھی جیسا کہ ہمارا اختلاف انہی موضوعات پر ہے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ان

عبارات جنہیں حلبی نے کاٹ پیٹ کر پیش کیا ہے سے حقیقی مراد کیا ہے یہ جاننے کے لئے اصل کتاب کے کچھ گذشتہ صفحات کا مطالعہ کرنا پڑے گا جو ان کے ان الفاظ "جب یہ معلوم ہو گیا" کی تفسیر اور وضاحت کرتے ہیں قاری کی سہولت کی خاطر میں انہیں مختصراً پیش کر رہا ہوں بہر حال حلبی کی خیانت کو جاننے کے لئے اصل دیکھنا ہی مناسب ہے۔سب سے پہلے یہ جان لیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان صفحات میں "حکم بما انزل اللہ" سے متعلق کسی نوع پر گفتگو نہیں کی خصوصاً دور حاضر کی شرکیہ قانون سازی کے متعلق کچھ بھی نہیں ہے (ہمارا جہمیہ اور مرجئہ سے اختلاف بھی اسی عنوان پر ہے)ان کی ساری گفتگو بدعتیوں،فاسقوں اور جاہلوں سے متعلق ہے جن کے پاس بنیادی ایمان اور توحید تو ہوتی ہے لیکن بعض علمی مسائل میں غلطی کر جاتے ہیں جیسے اسماء وصفات کے ابواب جن کے علمی ہونے کا اقرار قدریہ اور جہمیہ وغیرہ بھی کرتے ہیں یا کفر وایمان کی تعریفات کے ابواب جو مرجئہ اور جہمیہ کے نزدیک علمی مسائل سے متعلق ہیں یا بعض صحابہ کو بعض سے افضل قرار دینے کا مسئلہ جو تفضیلی قسم کے شیعوں میں اہم مسئلہ ہے ایسے ہی دیگر مسائل علمیہ .... صفحہ ۴۸۵ پر آپ انہیں یہ گفتگو کرتے پائیں گے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اہل السنۃ نے "باب الاسماء" میں مرجئہ کو کافر قرار نہیں دیا کیونکہ یہاں اختلاف فقط اسماء والفاظ میں تھا فقہاء کا اس میں اختلاف ہے لیکن اس کا تعلق عقیدے سے ہے لہٰذا اختلاف کرنے والا بدعتی ہوا اور صفحہ ۴۸۶ پر آپ انہیں تفضیلی قسم کے شیعوں پر گفتگو کرتے پائیں گے جو علی رضی اللہ عنہ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیتے ہیں یہ بھی بدعتی ہوئے نہ کہ کافر پھر صفحہ ۴۸۷ تا ۴۹۷ پر جہمیہ اور ان کے کفریہ اقوال پر گفتگو کی اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جہمیہ کی ذات پر کفر اور خلود فی النار کا حکم لگایا جائے (یا محض ان کے اقوال پر)امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان کے اعیان یعنی اشخاص کی تکفیر نہیں کرتے حالانکہ ایسے اقوال کے قائل کو مطلقاً کافر قرار دیتے ہیں اس کی تفصیل ان شاء اللہ آئے گی پھر صفحہ ۴۹۰ پر ایک حدیث کے بارے میں کلام ہے جس میں ایک شخص نے اپنے مرنے کے بعد اولاد کو لاش جلا دینے کی وصیت کی تھی یہ بھی اسماء وصفات کے باب سے ہے

اس کے بعد صفحہ ۴۹۱ پر فرماتے ہیں: "یہ شخص جلائے جانے کے بعد ابن آدم اور ان کی نسل کے دوبارہ لوٹا دینے اور مردے کو زندہ کرنے اور حساب کتاب لینے پر اللہ کے قادر ہونے میں شک اور جہل کا شکار تھا اسی لئے اس نے ایسا کیا (اس حدیث کے بارے میں ہم اپنی کتاب (الفرق المبین بین العذر بالجهل والاعراض عن الدين) میں تفصیل کر آئے ہیں کہ یہ اسماء وصفات کے باب میں ایک خاص دلیل ہے اس سے وہ مسائل اخذ کرنا درست نہیں جو ثابت نہ ہوتے ہوں جیسا کہ جہمیہ اور مرجئہ صریح شرک اکبر اور توحید عبادت کے ابواب (قانون سازی بھی اسی کا ایک باب ہے) میں ایسا کرتے ہیں امام احمد (۲/۳۰۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے کہ ((لم يعمل خيرا قط الا التوحيد)) "اس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی تی البتہ موحد تھا" نیز ملاحظہ ہو (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۹۴-۱۹۵) لیکن صفت کے ایک جزء سے جاہل تھا یعنی اللہ کی قدرت کی وسعت اس نے مطلقاً قدرت کا انکار نہیں کیا بلکہ صرف اس کی وسعت میں دھوکہ کھایا کیونکہ بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے اور عذاب پر ایمان رکھتا تھا اس عذاب سے ڈر کر اور دہشت زدہ ہو کر ہی تو اس نے ایسا کیا تو اس کا جہل اور شک اس بات پر نہیں تھا کہ اللہ دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے بلکہ اس کی وسعت میں تھا اور اس بات پر کہ ایک ایک ذرے کو بھی بحر و بر سے جمع کر سکتا ہے یہ ایسا امر ہے جو عقل میں مشکل سے آتا ہے اور اس پر ایمان تفصیلی اور کامل بحث کے ذریعے ہی ممکن ہے جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے علم کی وسعت پر تعجب کا اظہار کیا جب اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ:

> "عائشہ تم بتادو ورگرنہ اللہ لطیف وخبیر بتادے گا کہنے لگیں لوگ جو بھی چھپالیں اللہ جان لیتا ہے؟ پھر خود ہی تصدیق کرتے ہوئے کہنے لگیں "ہاں" (صحیح مسلم کتاب الجنائز)

بعض روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہاں" کہا تھا شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کا قصہ بیان کرنے کے بعد اس کے جاہل ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ ابھی ابھی ذکر ہوا تو یہ قدرت

باری تعالیٰ میں مطلقاً شک اور دوبارہ زندہ کر سکنے اور لوٹا سکنے کا مطلقاً انکار نہیں ہوا جیسا کہ بعض مشائخ کا اصرار ہے البتہ یہ قدرت کی وسعت میں شک ضرور تھا اور اس سب کا ہمارے اور حلبی کے مابین موضوع اختلاف سے کوئی تعلق نہیں وہ تو صریح شرک اور واضح کفر ہے) پھر صفحہ ۴۹۲ -۴۹۳ پر ان علمی مسائل میں غلطی کا ذکر کیا ہے اور اس طرح کے مسائل میں اقامت حجت کے بغیر تکفیر نہ کرنے پر اتفاق نقل کیا ہے مثلاً فرماتے ہیں: "مثلا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم معراج کے حالت بیداری میں ہونے اور بعض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کو دیکھنے کا انکار کرتے ہیں اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا خلافت میں افضل ہونے سے متعلق کلام معروف ہے ایسے ہی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا بعض سے قتال کرنا بعض پر لعنت بھیجنا۔ اور بعض معروف اقوال کو مطلقاً کفر قرار دینا جیسے قاضی شریح نے اس قراءت ((بل عجبتُ)) " بلکہ میں تعجب کرتا ہوں " کا انکار کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعجب نہیں کرتا۔ تو انھوں نے ایک ثابت شدہ قراءت کا اور ایک کتاب وسنت سے ثابت شدہ صفت کا انکار کر دیا پھر بھی امت ان کے امام ہونے پر متفق ہے ایسے ہی بعض سلف نے بعض حروف قرآن کا انکار کیا اور بعض نے معوذتین کو مصحف سے ہٹا دیا جبکہ یہ اجماع اور تواتر دونوں طرح غلط ہے اس کے باوجود جب یہ تواتر ان تک نہیں پہنچا تو ان کی تکفیر بھی نہیں کی گئی حالانکہ اگر تواتر نقل ہونے کی حجت ان پر قائم کر دی جاتی تو ان کی تکفیر بھی کر دی جاتی" پھر صفحہ ۴۹۷-۴۹۸ پر فرماتے ہیں "یہ کلام دو اہم بنیادوں پر مشتمل ہے:

1 علم، ایمان اور ہدایت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ان کی مخالفت کرنا مطلقاً کفر ہے صفات کی نفی کفر ہے اور انکار کرنا کہ آخرت میں اللہ کا دیدار کیا جائے گا یا وہ عرش پر ہے یا قرآن اس کا کلام ہے یا اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا یا ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ان میں سے کسی کا بھی انکار کفر ہے یا ایسے ہی دیگر معانی کا ائمہ اہل سنت اور اہل الحدیث کے اقوال کا یہی مفہوم ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس سابقہ کلام پر غور کریں یہ سب اسماء وصفات کے باب سے متعلق ہے آپ پر واضح ہو چکا ہو گا کہ اسماء وصفات کے اور اس جیسے دیگر غیر واضح اور محتاج بیان

و دلیل ابواب میں اقامت حجت کے ساتھ تکفیر کرنے اور توحید عبادت کہ جس کی وجہ سے تمام انبیاء ورسل اور کتب کو بھیجا گیا میں اس کے بغیر ہی تکفیر کر دینے میں بڑا واضح فرق ہے۔

2 ''تکفیر عام، جیسے وعید عام، اسے مطلق اور عام قرار دینا واجب ہے البتہ شخص معین پر کفر یا جہنمی ہونے کا حکم لگانا دلیل معین پر موقوف ہے یہ حکم اس کی شروط کے ثابت اور موانع کے منتفی ہو جانے پر موقوف ہے''

ان دونوں اصولوں کے بعد شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اور گفتگو کی اور پھر اس کے بعد صفحہ ۵۰۰-۵۰۱ پر وہ کلام کیا جسے حلبی نے کاٹ پیٹ کر پیش کیا ہے یعنی ''جب یہ معلوم ہو گیا تو ان جاہلوں اور ان جیسے دیگر کو متعین کر کے ان کی تکفیر کرنا۔ یہ کہنا کہ یہ کفار میں سے ہیں۔ یہ اقدام تکفیر جائز نہیں مگر ان کے خلاف حجت کامل قائم ہو جانے کے بعد''

اے منصف مزاج! کیا شیخ کے سابقہ کلام یا ہمارے اختصار میں اللہ کے ساتھ قانون سازی، صریح شرک، تاتاریوں کے یاسق کو حاکم مانتے، کفریہ قوانین، طواغیت جن کے ساتھ کفر اور ان سے اجتناب کا حکم ہمیں اللہ نے دیا ہے ان میں سے کسی بھی طرف کوئی دور کا بھی اشارہ ہے؟ کہ حلبی اس کا آخری ٹکڑا لگانے میں حق بجانب ہو جیسا کہ اس نے ایسا کیا تاکہ اس سارے کلام کو موجودہ شرک پر فٹ کر سکے اور اسے اپنی کتاب جس کا عنوان ''حکم اور موجودہ حکمران'' ہے میں اسے مطلقاً پیش کیا تاکہ قاری کو دھوکہ دے سکے کہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ تکفیر میں مطلقاً اقامت حجت کی شرط لگاتے ہیں خواہ مسئلے کا تعلق کفر بواح اور صریح شرک اور ارتداد مغلظ اور دین کے خلاف صریح جنگ سے ہی کیوں نہ ہو۔ کیا حق پرست علماء کے کلام کا یہ حال کرتے ہیں؟ اس میں خوب خوب غور کیجئے تاکہ اس کی خیانتوں میں ایک اور خیانت کا اضافہ کر لیں اور صفحہ ۱۶ پر اس کے اس قول پر دھیان دیں'' وہ قول وہ حصہ حذف کر دیتے ہیں جو تبیین و توضیح کرتا ہو اب ہم کیا تبصرہ کریں'' نیز صفحہ ۳۵ پر

"وہ اور ان کے بڑے منحرف ادھر ادھر پھیلے ہوئے علم و معرفت سے کورے لوگ جب لکھیں تحریف کریں جب دلیل دیں ہیر پھیر کریں" قارئین خود فیصلہ کرلیں یہ کون ہیں؟

ثمرہ ارجائیت طواغیت کو برداشت کرنا یعنی ان کے کفر سے خاموش رہنا اور اس کی طرف مائل ہونا

حلبی نے اپنا مقدمہ صفحہ ۴۳-۴۴ ایک حکایت پر ختم کیا جس میں ابو حارث الصناعی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے دور کے امراء کے خلاف خروج و بغاوت کے جائز یا ناجائز ہونے کے متعلق پوچھا حلبی خوش ہوتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کر دیا جیسا کہ ان سے مشہور ہے پھر حلبی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے بڑا خوش ہے "سبحان اللہ قتل و خون میں اسے جائز نہیں سمجھتا نہ ہی اس کا حکم دیتا ہوں برداشت کرو ہم جن حالات میں ہیں وہ اس فتنے سے بہتر ہے جس میں قتل و خون ہو اور اموال لوٹے جائیں اور حرمتیں پامال ہوں" حلبی نے الفاظ "قتل و خون" اور "برداشت کرو ہم جن حالات میں ہیں وہ اس فتنے سے بہتر ہیں" موٹے جلی حروف میں لکھے پھر ان پر حاشیہ لکھا کہ "ہاں واللہ مخالفوں کیا تمہیں عقل نہیں آتی" ایسے ہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے زمانے کے فتنے سے متعلق اس قول کو بھی موٹے اور جلی حروف میں لکھا کہ "یہ خاص فتنہ ہے جب تلوار چلتی ہے فتنہ ہوتا ہے راستے بند ہو جاتے ہیں" پھر ان پر حاشیہ لکھا کہ "حق کے ساتھ مل جا تجھ پر حق واضح ہو جائے گا" گویا حلبی اپنی کتاب کا مقدمہ اس حکایت پر ختم کرکے اس کتاب کا ماحصل بیان کر رہا ہے کہ شر پسندوں کے مقابلے میں کھڑے ہو جاؤ اور طواغیت کفر کے خلاف بغاوت اور جہاد میں غور و فکر کرتے رہو پوری کتاب میں شروع سے آخر تک ان طاغوتوں اور ان کی تکفیر سے ان کا دفاع کرنا اور ان کے خلاف خروج کو باطل قرار دینا خواہ کسی بھی طرح ہو بس طواغیت اور ان کی حکومت کا دفاع کرنا ہے خواہ حق کو باطل کے ساتھ ملانا پڑے یا چھپانا پڑے۔ پھر جہمیت اور ارجائیت کا بادشاہوں بلکہ طاغوتوں کا

پسندیدہ دین ہونے میں تعجب کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ اسی کے ذریعے دنیا کماتے ہیں اور کفریات اور بدمستیوں کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے دور کے ظالم وجابر حکمرانوں سے متعلق کلام کو قانون ساز کفریہ طواغیت پر منطبق کرنا درست نہیں وہ اگرچہ جابر ونافرمان تھے پھر بھی دین وشریعت کی پابندی میں حکومت کرتے تھے ان کے فتنے کا تعلق دین کے مشکل باب خلق قرآن کے بارے میں تھا اور یہ بقول ایسے ابواب میں عذر جہالت کو معتبر جانتے ہیں اور اقامت حجت کے بغیر اشخاص کی تکفیر نہیں کرتے جیسا کہ پہلے وضاحت کی جاچکی ہے۔جبکہ دور حاضر کے حکام وطواغیت جن کے دفاع میں اور ان کا فر کہنے والوں کے خلاف حلبی نے پوری کتاب لکھ ماری وہ دین کے بہت سے ابواب میں دین سے خارج ہیں مثلاً ملکی اور دستوری قوانین کے مطابق قانون سازی ،اور شہری ،صوبائی وملکی طواغیت کو حکم ماننا اور موحدین کے خلاف شرقی وغربی کفار سے دوستیاں لگانا اور مدد کرنا ،اللہ کے دین کا مذاق اڑانا،اور مستہزئین کو استہزاء والحاد کی قانونی اجازت دینا اور ان کے کتابی سماعی اور دیکھے جانے والے ذرائع ابلاغ کو معتبر جاننا وغیرہ ایسے بہت سے دیگر ابواب دین جن کی رو سے وہ دین اللہ سے خارج قرار پاتے ہیں اس کی مکمل تفصیل اور دلائل ہم ذکر کرچکے ہیں اللہ ایسے کفار کی بابت فرماتا ہے:

﴿قَاتِلُوٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾(التوبۃ:۱۲)

"ائمہ کفر سے جنگ کرو ان کے عہد وپیمان کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ یہ باز آجائیں"

ایسے قانون ساز اور مرتد اور کفریہ قانون کے مطابق حکومت کرنے والوں کے بارے میں علماء اہل سنت فرماتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اگر حاکم پر کفر وبدعت اور تحریف طاری ہو تو وہ حکم ولایت سے خارج ہوجاتا ہے اور اس کی اطاعت ساقط ہوجاتی ہے اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑے ہونا اور

اسے مسترد کر دینا اور اگر ممکن ہو تو امام عادل کو منتخب کرنا فرض ہو جاتا ہے اور اگر ایسا کرنا کسی گروہ کے ہی بس میں ہو تو ان پر اس کافر کو ہٹا دینا فرض ہو جاتا ہے"۔(شرح مسلم للنووی:۱۲/۲۲۹)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿اَفَحُکۡمَ الۡجَاهِلِیَّةِ یَبۡغُوۡنَ وَ مَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ﴾(المائدۃ:۵۰)

"کیا وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اہل ایمان کے لئے اللہ سے بڑھ کر کون اچھا حاکم ہو سکتا ہے"

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:اللہ تعالیٰ اس شخص کی مذمت بیان کر رہا ہے جو اللہ کے محکم اور ہر طرح کی خیر سے آراستہ اور ہر شر کو دفع کرنے والے حکم سے خارج ہو کر دیگر آراء اور خواہشات اور ان اصطلاحات کی طرف مائل ہو جائے جنہیں انسانوں نے شرعی کے دلیل کے بغیر خود ہی بنایا ہو جیسا کہ اہل جاہلیت اس طرح کے گمراہ کن اور جہالت پر مبنی فیصلے کرتے تھے اور جیسے تاتاریوں نے اپنے بادشاہ چنگیز خان کے مختلف شریعتوں یہودیت ،نصرانیت اور دین اسلام وغیرہ سے اخذ کردہ مجموعہ احکام کی کتابی صورت یاسق کو اپنی ملکی سیاست میں حاکم مانتے اور اس کے مطابق فیصلے کرتے جبکہ اس کے اکثر مسائل ذاتی رائے اور خواہش سے ماخوذ تھے اس اعتبار سے یہ ایک شریعت ہوئی جس کی اتباع کی جاتی ہو اور کتاب وسنت کے مقابل ہو تو جو بھی اس طرح کرے وہ کافر ہے اس سے قتال فرض ہے حتی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق حکومت کرنے لگے اور اس کے سوا حکومت نہ کرے نہ کم نہ زیادہ"(دستوی قوانین کے مصادر اور عصر حاضر کے طاغوتی قوانین اور تاتار کے یاسق میں مشابہت کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب کشف النقاب عن شریعۃ الغاب)

حافظ ابن حجر ﷺ فتح الباری کتاب الاحکام میں فرماتے ہیں"امام کی سمع وطاعت کا بیان جب تک نافرمانی نہ ہو.عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سمع وطاعت کے حکم میں بخاری کی ایک

حدیث: ((الا ان تروا کفرا بواح)) "مگر جب تم کفر بواح دیکھ لو" پھر فرمایا "کفر کی وجہ سے حاکم معزول ہو جائے گا اس پر اجماع ہے لہٰذا ہر مسلمان پر اسے قائم کرنا واجب ہے جو ایسا کرے گا اجر پائے گا اور جو حیل و حجت سے کام لے گا گناہ گار ہو گا اور جو ایسا نہ کر سکتا ہو اس پر اس جگہ سے ہجرت کرنا فرض ہے"(ایسے مزید اقوال ہم نے اپنی کتاب (نزع الحسام فی وجوب قتال کفرة الحکام) میں جمع کئے ہیں اس میں مخالف شر پسندوں کے شبہات کا رڈ بھی کیا ہے اللہ کرے با آسانی طبع ہو جائے) موجودہ طواغیت جنگجو جن کے دفاع اور ان کے مخالفین پر طعن و تشنیع میں مرجئہ نے اپنے قلم آزاد چھوڑ دیئے ہیں ان کے متعلق اہل علم سے ایسے اقوال کی توقع کی جا سکتی ہے نہ کہ اس مدلس کی طرح کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ظالم حکام کے خلاف خروج سے منع کرنے کو دور حاضر کے حکام پر فٹ کر دیا ان کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے امراء کی تکفیر نہیں کرتے تھے البتہ ان کا قول کہ جو قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے یہ الگ چیز ہے اور ان اشخاص پر حکم کفر لگانا الگ مسئلہ ہے وہ اس طرح کے اقوال کو کفریہ کہتے تھے لیکن بقول ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وہ اپنے زمانے میں انکے قائلین کی شخصیات پر حکم کفر نہیں لگاتے تھے کیونکہ یہاں حجت قائم کرنی ضروری ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے (فتاوی: ۱۲/ ۴۸۴) میں اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جہمیہ اور دیگر اہل بدعت کو کافر کہتے تھے اور اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور اہل علم فرماتے ہیں: جو ایسا کہے وہ کافر ہے یہ قول سننے والا سمجھتا کہ قائل کے بارے میں بھی یہی حکم اور یہ غور نہیں کرتا کہ تکفیر کی شروط اور موانع بھی ہیں جو شخص معین پر ثابت نہیں ہوتے اور مطلق تکفیر، شخص معین کی تکفیر کو لازم نہیں کرتی الا یہ کہ شروط پائی جائیں اور موانع نہ ہوں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ اس طرح کے عمومات سے قائل کی شخصیت کی تکفیر مراد نہیں لیتے تھے مثلاً امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان جہمیہ سے ملتے رہتے جنہوں نے انہیں خلق قرآن کی طرف دعوت دی اور انہیں ان کے زمانے کے دیگر علماء اور مومن مرد و عورت کو فتنوں اور آزمائشوں سے دوچار کیا اگر وہ

ان کی جہمیت اختیار نہ کرتا، انہیں مارتے قید کر دیتے، قتل کر دیتے اور عہدوں سے معزول کر دیتے. پھر بھی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ودیگر مارنے اور قید کرنے والوں کے لئے استغفار کرتے اور ان کے اس ظلم اور قول کفر کی طرف دعوت کو ناجائز قرار دیتے اور اگر وہ اسلام سے مرتد ہوتے تو ان کے لئے استغفار جائز نہیں کتاب وسنت اور اجماع کی رو سے کفار کے حق میں استغفار جائز نہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ودیگر ائمہ کے ان اقوال وافعال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہمیہ کے متعین اشخاص کی تکفیر نہیں کرتے تھے جو قرآن کو مخلوق کہتے یا آخرت میں اللہ کے دیدار کا انکار کرتے تھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے شخص معین کی تکفیر بھی ثابت ہے اس طرح ان سے اس مسئلے میں دو قول مروی ہیں یہ محل نظر ہے یا اسے تفصیل پر محمول کیا جائے گا کہ جس شخص معین کو کافر کہا اس لئے کہ اس میں تکفیر کی شروط ثابت اور موانع منتفی ہو چکے تھے اور جس کی شخصیت کی تکفیر نہیں کی اس لئے کہ اس کے حق میں شروط ثابت نہ ہو سکیں البتہ اس کے قول کی مطلقاً تکفیر کی۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱۲/ ۴۸۸-۴۸۹)

اس پر غور کیجئے یہ واضح ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ خلق قرآن کے قول کو کفر سمجھتے تھے پھر بھی جہمیہ کے تمام اشخاص پر کفر کا حکم نہیں لگاتے تھے یہ بھی پتہ چلا کہ حلبی کا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو جس میں انہوں نے اپنے دور کے امراء کے ظلم وستم کو برداشت کرنے کی ترغیب دی اسے موجودہ مرتد حکام پر صرف حق وباطل خلط ملط کر کے یا حق چھپا کر ہی فٹ کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (فتح الباری کتاب الاحکام باب الامراء من قریش) میں ابن التین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: ''علماء کا اجماع ہے اگر خلیفہ کفر وبدعت کا داعی ہو تو اس کے خلاف کھڑا ہوا جائے گا البتہ اس میں اختلاف ہے اگر مال لوٹے یا قتل کرے اور حرمت پامال کرے تو کیا اس کے مقابل کھڑا ہو جائے یا نہ''۔ نیز کافر حکمران کے خلاف خروج پر اجماع سے متعلق اپنے کلام کو برقرار رکھتے ہوئے ابن حجر فرماتے ہیں: ابن التین کا خلیفہ کے خلاف کھڑے ہونے پر اجماع کا دعویٰ کرنا اگر وہ بدعت کا داعی ہو نا قابل قبول ہے الا یہ کہ بدعت سے ایسی بدعت مراد ہو جو صریح کفر ہو (یعنی

بدعت مکفّرہ) کیونکہ مامون، واثق، معتصم خلق قرآن کے بدعتی قول کی طرف بلاتے رہے ہیں اور اس کی وجہ سے علماء کو مارتے اور قتل کرتے اور قید کرتے اور ان کی توہین کرتے رہے ہیں پھر بھی کسی نے اس قول کی بناء پر ان کے خلاف خروج کو واجب قرار نہیں دیا دس سال تک یہی سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ متوکل خلیفہ بنا اس نے اس مشکل کو ختم کر کے سنت کو جاری کیا، بدعت مکفرہ سے حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے:

((الا ان تروا کفر بواحا))

"مگر جب تم کفر بواح دیکھ لو"۔ (بخاری)

کی طرف اشارہ ہے یہاں شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کا قانون ساز طاغوتوں سے متعلق یہ قول بھی ملاحظہ ہو فرماتے ہیں: "جو لوگ شیطان کے اپنے اولیاء کی زبانی جاری کردہ من گھڑت قوانین کو اللہ کے اپنے رسل کی زبانی جاری کردہ شریعت کے مقابلے میں پیروی کرتے ہیں ان کے کفر و شرک میں وہی شک کر سکتا ہے جو نور بصیرت اور وحی سے اندھا ہو"۔ شیخ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ان قوانین کو حاکم ماننے کے بارے میں فرماتے ہیں: "شریعت کے صریح مخالف وضد میں پانچواں بنیادی مسئلہ. اس سے بڑھ کر "شہادت محمد رسول اللہ" کی مخالفت اور کیا ہو گی؟" اب میں حلبی سے کہتا ہوں کہ حق کے ساتھ مل جا حق تجھ پر ظاہر ہو جائے گا۔) قاضی عیاض کا گزشتہ قول کہ "کافر حاکم کو مسترد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے" اس کے فوراً بعد فرماتے ہیں: بدعتی کے خلاف خروج واجب نہیں اگرچہ لوگ ایسا کرنے کی قدرت رکھتے ہوں بہر حال اگر خروج سے بالکل ہی عاجز ہوں تب یہ واجب نہیں رہتا اس صورت میں دین بچانے کے لئے وہاں سے ہجرت کرنا فرض ہو جاتا ہے "ائمہ کے کفار حاکم سے متعلق جو کلام موجودہ حکمرانوں کے لئے بھی مناسب ہو اس غور کیجئے اور پھر ان ظالم اور بدعتی حکام جو شریعت کے بھی پابند ہوتے ہیں سے متعلق ان کے کلام پر بھی غور کیجئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بھی قتل اور فتنہ کو روکنے کے لئے ایسے ہی حکام کے متعلق ہے مگر جب خلافت بنی عباس سے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کو

حلبی صاحب موجودہ مرتد اور دشمنان دین حکام پر فٹ کرنا چاہتے ہیں اور علماء وائمہ کے احکام کفر کے خلاف خروج کے واجب ہونے سے متعلق کلام کو گول کر جاتے ہیں اور ظالم وجابر حکام کے خلاف خروج کے جائز نہ ہونے سے متعلق کلام کو موجودہ کافر جنگجو حکام پر فٹ کرنا چاہتے ہیں یہ سب در حقیقت جہمی اور ارجائی خیالات سے اتفاق اور ترک حکم بماانزل اللہ کی غیر کفری صورت (جس کی تفصیل ہمارے ائمہ بیان کر چکے ہیں اور اس میں تکفیر کو جحود یا استحلال سے مشروط کیا ہے) اور اس کی کفری وطاغوتی و قانون سازی کی صورت (جس میں جحود واستحلال کی شرط نہیں البتہ یہ کفر میں اضافے کا سبب ہیں) یعنی اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ کو حاکم ماننا ان دونوں کے درمیان گڑبڑ کر کے اختلاط پیدا کرنے کے گندے نتائج ہیں تو بقول خود اب آپ حق کے ساتھ ہو جایئے تاکہ حق آپ پر واضح ہو جائے۔

قارئین اسے بھی حلبی کی تلبیسات اور تدلیسات میں شامل کر کے خود حلبی نے اپنے مخالفین سے متعلق قول کو ملاحظہ کیجئے "جب لکھیں تحریف کریں اور دلیل دیں تو ہیر پھیر کریں" صفحہ ۳۵ نیز صفحہ ۶۷ پر "نصوص کو کاٹ پیٹ کر پیش کرنا اور ان سے وہ ثابت کرنا جو نہ ہوتا ہے بدعتی اور خواہش پرستوں کا اسلوب ہے" نیز صفحہ ۶ پر "وہ اقوال کو گول مول کر کے پیش کرتے ہیں اور انہیں اپنے پیروکاروں سے چھپاتے ہیں اور جب ظاہر کرتے ہیں تو معنی بدل دیتے ہیں اور نقل کرتے وقت اس کے ظاہر سے پھر جاتے ہیں" اور پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں صرف الفاظ "قتل. خون" کو ہی موٹے جلی حروف میں تحریر کرنے پر غور کریں۔ مسٹر دھوکے باز کیا خون پیش کئے بغیر دین اللہ کی مدد اور دشمنان دین کی سرکوبی کی جاسکتی ہے؟ (فاضل بھائی ابو قتادہ حفظہ اللہ تعالیٰ اپنے مقالے بر عنوان "بین منہجین" میں موجودہ طاغوتوں کی مثالیں اور حکومت کی کرسی تک پہنچنے کا تذکرہ کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی نے اپنے باپ کو قتل کسی نے قید کسی دھتکار اور کسی نے دماغی ہاسپٹل تک پہنچا دیا ہوتا ہے بعض اقرباء کو قتل کر کے یہاں تک پہنچتے ہیں پھر کہتے ہیں "کیا تصور بھی کیا جاسکتا

ہے کہ اس طرح کے حکام ان عہدوں تک کتوں کی طرح لڑے بغیر پہنچ گئے ہوں گے؟" مجھے ایک حاکم کی ایک بات یاد آرہی ہے جب اس سے مطالبہ کیا گیا کہ اقتدار چھوڑ دے تو کہنے لگا "میں پارلیمنٹ میں توپ کے ساتھ داخل ہوا تھا اور توپ کے ذریعے ہی باہر نکلوں گا" یہ ہے ان کی سوچ۔ ابو بکر الجزائری کے متعلق ابو قتادہ نے اسی جگہ لکھا ہے کہ: " ابو بکر الجزائری کا طریقہ بالکل نیا ہے جو جدید طریقوں میں شامل کئے جانے کا مستحق ہے فرماتے ہیں: ایسے حکام کی اصلاح کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم والی (حکمران) کے محل میں جائیں اور اس کے گھر کے سامنے ڈھیر ناڈال کر بیٹھ جائیں پھر رونا شروع کر دیں پھر جب حاکم ہمارے پاس آئے اور ہم سے رونے کا سبب پوچھے تو ہم اس سے کہیں کہ ہم اس وقت تک تیرا در نہ چھوڑیں گے جب تک تو قرآن کے مطابق حکومت نہ کرنے لگے بلاشبہ حاکم کا دل نرم پڑ جائے گا اور وہ ہمارا مطالبہ مان کر اس پر عمل کرنے لگے گا۔(بین منهجتین، سے مختصراً)

میں کہتا ہوں اللہ کی قسم اگر پہلے جہمیہ اور مرجئہ کو بھی اپنے ان برے جانشینوں کے کرتوتوں کا علم ہو جائے تو وہ بھی شرم کرنے لگیں گے مگر جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہے تو اللہ کے مقابلے میں کوئی اسے بچا نہیں سکتا) البتہ جمہور اہل السنۃ اس صورت میں قتل و خروج سے روکتے ہیں جب حاکم کی بدعت کفر بواح نہ ہو لیکن جب اس کا مرتد ہونا واضح ہو جائے پھر اسے مسترد کرنا اور اس کے خلاف کھڑے ہو کر دوسرا لانا واجب قرار دیتے ہیں اور ایسا عام طور پر قربانیاں اور جانیں پیش کر کے ہی ممکن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرۃ:۱۹۱)

"فتنہ (شرک) قتل سے بڑھ کر ہے"۔

چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا برداشت کرنے سے متعلق کلام جسے حلبی نے موجودہ حکمرانوں پر فٹ کرنے کی کوشش کی یعنی ان کا یہ قول کہ: "برداشت کرو ہم جن حالات میں ہیں وہ اس فتنے سے بہتر ہیں جس میں خون بہایا جائے." "اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ایک ایسے خاص فتنے میں کفر بواح نہیں

حکام سے مقابلہ کرنا اور ان کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں بلکہ برداشت سے کام لینا چاہیئے جیسا کہ اس کی وضاحت بھی کی اس کا تعلق رسول اللہ e کی اس وصیت سے ہے جس میں آپ نے انصار کو حکام کی خود غرضی اور ظلم وزیادتی پر صبر کرنے کی تلقین کی تھی آپ نے فرمایا تھا:

((ستجدونی بعدی اثرۃ فاصبر وا حتی تلقونی علی الحوض))

”تمہیں میرے بعد انتہائی خود غرضی کا سامنا کرنا پڑے گا تو برداشت کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرلو“

اس برداشت سے ائمہ کفر اور مرتد حکام مراد نہیں ہیں جیسا کہ علماء کے گذشتہ کلام سے واضح کیا جاچکا ہے ان کے ساتھ صبر کا معنی یہ ہے کہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے یا انہیں سزا دی جائے یا بدل دیا جائے یا براءت کا اظہار کیا جائے یہ آخری صورت اس شخص کے لئے ہے جو پہلی صورتوں پر قدرت نہ رکھتا ہو تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہی معنی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا:”یہ خاص فتنہ ہے“ عام یا چوٹی کا نہیں ہے نہ ہی کفر پر خاموش رہ کر صبر یا احتمال شرک کے باوجود صبر یا طاغوتی قانون سازی پر صبر یا ارتداد ثابت ہوجانے کے باوجود صبر کی دعوت نہیں یہ صبر تو مرجئہ کا صبر جس نے انہیں ایسا صابر بنادیا کہ یہ طواغیت کا دفاع اور ان کی تکفیر کرنے والوں پر حملے کرنے لگے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مراد نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے البتہ حلبی اسے ان کے کلام سے زبردستی ثابت کرنا چاہتا ہے اگرچہ بذریعہ دھوکہ ہی ہو تو ہم اس سے کہیں گے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی مراد واضح ہے اور پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہو یا کسی اور کا اسے ردّ بھی کیا جاسکتا ہے اور قبول بھی اور بوقت اختلاف اس سے رجوع بھی کیا جاسکتا ہے اگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے اس کلام سے یہی مراد ہو یہ ناممکن ہے کہ وہ گھٹیا سوچ رکھیں یعنی صبر کرو اور موجودہ طواغیت پر کشت وخون سے بچنے کی خاطر صبر کرو اگر ایسا ہو تو ہم اس کلام کو دیوار پر ماریں گے کیونکہ ہمارے رب کا فرمان امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اتباع کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرۃ:۱۹۱)

"فتنہ (شرک) قتل سے بڑھ کر ہے"

یقینا کفر ارتداد اور شرک کا فتنہ کشت و خون کے فتنے سے بڑھ کر ہے۔ لیکن ایسا کیونکر ہو کہ کیونکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو موجودہ طواغیت اور ان کے فتنوں سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن حلبی صاحب نے یہ تعلق زبردستی گھسیٹر دیا ہے ان کا کلام تو ان کے زمانے کے امرائی سے متعلق ہے یہی درست بھی ہے کیونکہ ان کے فتنے کو انہوں نے خاص فتنہ قرار دیا تو اس میں قتل و خون سے بچنا ہی بہتر تھا۔ جبکہ اللہ کے حکم کے بغیر قانون سازی کا موجودہ طاغوتی فتنہ جس پر طواغیت لوگوں کو بھی اکساتے ہیں عام اور چوٹی کا بڑا سخت فتنہ ہے آج اس سے بڑھ کر کوئی فتنہ و فساد نہیں کیونکہ شرک سے بڑھ کر اللہ کی نافرمانی کا وجود نہیں اور یہی مطلقاً سب سے بڑا فساد ہے شریعت اسے ہی ختم کرنے آئی ہے اور اسی سے ہی سارے مفاسد و فتنے نکلتے ہیں اسی کی بناء پر حرام کو حلال کیا جاتا ہے حدود اللہ کو معطل کیا جاتا ہے اور موحدین کے قتل کو جائز اور مشرک و مرتدین کی جانوں کو محفوظ قرار دیا جاتا ہے اور طواغیت کے راستے کے سوا ہر راستہ بند کر دیا جاتا ہے اس سے بڑھ کر اور کس فتنے کا اندیشہ ہو گا اور مرتد طاغوت کو برداشت کر کے کون سا فساد ختم ہو گا جبکہ انہوں نے اپنے شرک و افک سے فتنے، فساد، کفر، فسق و عصیان کے تمام دروازے توڑ ڈالے ہیں مسلمانوں کو ان کے دین سے فتنے میں مبتلا کر کے انہیں توحید سے ہٹا دینا کشت و خون کے فتنے سے بڑھ کر ہے اور جہاد کے ذریعے ہی توحید قائم ہو گی شرک و کفر مٹے گا دین محفوظ ہو گا کشت و خون رکے گا حرمتیں ہوں گی روشنی اور راستہ دونوں محفوظ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ﴾ (التوبۃ:۱۱۱)

"یقیناًاللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں جنت کے بدلے خرید لی ہیں وہ فی سبیل اللہ قتال کرتے ہیں قتل کئے جاتے ہیں قتل کرتے بھی ہیں"

عرب کہا کرتے ہیں((القتل النفی القتل)) قتل ہی قتل کو روکتا ہے۔ایک عرب شاعر کہتا ہے:

بسفك الدماء یا جارتی تحقن الدماء وبالقتل ینجوا الناس من غبة القتل

"میری بچی قتل سے ہی خون رکتا ہے اور قتل سے ہی لوگ قتل کی مصیبت سے چھٹکارا پاتے ہیں"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ﴾(الانفال:۵۷)

"انہیں ایسی مار مار کہ انکے پچھلے بھاگ کھڑے ہوں"

نیز فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً وَّ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾(التوبۃ:۱۲۳)

"ایمان والو اپنے قریب کے کفار سے قتال کرو اور وہ تم میں سختی محسوس کریں اور یقین رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے"

نیز فرمایا

﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ﴾(التوبۃ:۱۴)

"ان سے قتال کرو اللہ تمہارے ہاتھ انہیں عذاب دے گا اور انہیں ذلیل اور تمہاری مدد کرے گا اور مومن قوم کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا"۔

ہاں یہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعے اللہ مومنوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرتا ہے اور اسی پر چل کر مرتدین سے نجات مل سکتی ہے

﴿فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ﴾

"وہ قتل کئے جاتے ہیں اور قتل بھی کرتے ہیں"

نیز فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ﴾(التوبۃ:۵۲)

"کہہ دیجئے تم ہمارے لئے جس چیز کا انتظار کر رہے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ایک ہے جبکہ ہم تمہارے حق میں اس کا انتظار کرتے ہیں کہ یا تو اللہ تمہیں اپنے پاس سے کوئی سزا دے یا ہمارے ہاتھوں سے ایک طرف تم منتظر رہو دوسری جانب تمہارے ساتھ ہم بھی منتظر ہیں"

دو بھلائیوں میں سے ایک یا فتح یا شہادت۔

اما الی النصر فوق الانام　　　　واما الی اللہ فی الخالدین

"یا جملہ مخلوق پر فتح یا ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں اللہ کے پاس"

یہی وہ راستہ ہے جہمیہ اور مرجئہ چاہیں یا نہ چاہیں ہاں واللہ "مخالفو کیا تم عقل نہیں رکھتے"

کچھ لمحات البانی کے فتوے کے ساتھ

یہ فتوٰی خلیج کے جہمیہ اور مرجئہ میں مطبوعہ صورت میں مفت تقسیم کیا جاتا رہا میرا ضمیر مجھے اس کا ردّ کرنے پر اکساتا رہا ہے اور میں اسے کچھ اور اہم اور زیادہ نفع بخش کتب کی تحریر میں مشغول ہونے کے سبب مؤخر کرتا گیا حتی کہ میرے اور ان کتب کے درمیان جیل کی سلاخیں آ گئیں وہاں مجھے فرصت کے اوقات میسر آئے جو جیل سے باہر رہ کر نہیں آسکتے پھر مجھے اس فتوے کے دو مختلف ایڈیشن مل گئے۔ لہٰذا میں نے اللہ، اس کے دین، عام مسلمانوں اور بالخصوص شیخ البانی کی خیر خواہی کی خاطر فوری طور پر اس کا جواب دینے کا ارادہ کر لیا اللہ سے امید ہے کہ وہ اس کے ذریعے انہیں فائدہ پہنچائے گا انہیں عبد اللہ بن مسعودt کے قول سے نصیحت کرتا ہوں فرماتے ہیں:

((من جاء ك بالحق فاقبل منه وان كان بعيدا بغيضا ومن جاء ت بالباطل فاردد عليه وان كان حبيبا)) (حلیۃ الاولیاء:۱/۱۳۴بحوالہ مقدمہ حلبی)

”جو تیرے پاس حق لائے اسے قبول کر لے خواہ لانے والا دور پرے کا مبغض ہو اور جو تیرے پاس باطل لائے اسے ردّ کر دے خواہ لانے والا قریبی محبوب ہو“

جواب لکھنے سے پہلے میں کہتا ہوں کہ قاری حلبی پر ہمارا ردّ ملاحظہ کر چکا ہے کہ ہم نے اس دور کے جہمیہ اور مرجئہ سے منسوب مسائل میں عموماً تفصیلی گفتگو کی ہے اور میرا قصد بھی یہی تھا کہ حلبی کے مقدمے پر زیادہ سے زیادہ مواد پیش کر سکوں تا کہ شیخ الالبانی کے فتوے میں صرف متعلقہ گفتگو ہی کر سکوں کیونکہ اگر حجت قائم کرنے کے لئے میں طویل بحث شروع کر دوں تو بعض رذیل لوگوں کو علم حدیث اور علمائے حدیث پر جراءت دکھانے کا موقع مل جائے گا یا بعض کوتاہ علم اس علم شریف یا علمی کتب سے دور ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اور ایسا نہیں ہے کہ حلبی ان بدعات اور گمراہوں کو اپنی جانب سے لایا ہو اور پھر جھوٹ بول کر انہیں اپنے شیخ کی طرف منسوب کر دیا ہو جیسا کہ حلبی پر بعض

ردّ کرنے والوں نے یہ وہم دینے کی کوشش کی ہے۔ایسا نہیں ہے۔اگرچہ حلبی اتنا پارسا نہیں کہ کذب وافتراء سے دور رہتا ہو جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں۔ان کی کتب کا مطالعہ کرنے والا اور ان کے دروس میں شریک ہونے والا بخوبی جانتا ہے کہ یہ سب ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں نیز اس فتوٰی میں بھی آپ اس کی بہت سی مثالیں اور دلائل دیکھ لیں گے واضح ہو کہ البانی نے اپنا فتوٰی ایک شخص کے ردّ میں لکھا ہے جس کے پاس علم شرعی نام کی کوئی چیز نہیں کہ اسے اس قدر گہرا اور سنجیدہ جواب دیا جائے اور اس اہتمام سے شائع کیا جائے کہ ان کے مقلد اسے ہر اس شخص پر ردّ تصور کریں جو طاغوتی حکام کی تکفیر کرتا ہو (صفحہ ٦٥ پر البانی نے صراحت کی ہے کہ یہ شخص لوگوں کے بقول جماعت التکفیر سے تعلق رکھتا تھا پھر اللہ نے اسے ہدایت دی اور اس نے انہیں چھوڑ دیا۔مجھے میرے بعض قابل اعتبار مصری بھائیوں نے اس شخص کے بارے میں بتایا کہ وہ علم شرعی سے بالکل کورا ہے اس نے پاکستان جاکر ایک دینی مدرسے میں تدریس حاصل کرنے کی کوشش کی تو بھائی عبدالقادر بن عبدالعزیز مؤلف کتاب ''الجامع فی طلب العلم الشریف'' نے ایک خط لکھ کر اس کے علم شرعی سے بے بہرہ ہونے اور حکام سے متعلق غیر واضح گفتگو کرنے کے بارے میں بتایا اور یہ نصیحت کی کہ اسے تدریس کی اجازت نہ دی جائے) اس فتوٰی میں بھی آپ کو اس کی جہالت کا اندازہ ہو جائے گا کہ کسی قاعدے کلیہ کے بغیر ہی مطلقاً تکفیر کا قائل ہے اور نہ ہی ادلۃ الشرعیہ سے بھی واقفیت رکھتا ہے اور موجودہ طاغوتوں سے متعلق بھی پوری واقفیت نہیں رکھتا اسی لئے لوگوں نے اسے اپنے شبہات میں گھیر لیا ورگرنہ کوئی موحد جو توحید کی معرفت رکھتا ہو اور موجودہ مشرکین پر بھی گہری نظر رکھتا ہو وہ جہمیہ اور مرجئہ کے شبہات سے نقصان نہیں اٹھا سکتا بلکہ اگر کوئی عامی (شخص) معمولی شدھ بدھ بھی رکھتا ہو تو صحت کے اعتبار سے اپنے مقابل کسی جہمی یا مرجئ مقلد یا عالم کو ٹکنے ہی نہیں دیتا کیونکہ ہمارے دور کے جہمیہ اور مرجئہ توحید کے فہم میں فاش اور بڑی غلطیوں کوتاہی میں مبتلا ہیں خاص کر توحید سے متعلق ابواب تشریع (قانون سازی) اور توحید اطاعت اور اس کے حصول میں اور جو اس

موضوع پر لکھے یا اسے واضح کرے اور اسے دین کا بنیادی اصول اور عبادت (جسے اللہ کے لئے خالص کرنا واجب ہے) قرار دے جیسا کہ توحید حاکمیت کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے کہ بعض لوگ توحید حاکمیت کو توحید عبادت بھی کہتے ہیں اور جو موجودہ طواغیت کی تکفیر کرے یہ لوگ اس پر لعن طعن کرتے ہیں اور اسے بے فائدہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ شیخ کے کلام میں صفحہ ۱۷ پر واضح طور پر آجائے گا۔ اس کے ساتھ اگر موجودہ قانون ساز کافر طواغیت سے متعلق ان کی جہالت بھی شامل کرلی جائے تو یہ جہالت اور خطاء کا مرکب بن جائے گا جس کے ساتھ اس عظیم مسئلے میں حق کی معرفت ناممکن ہو جاتی ہے جیسا علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کہ مفتی اور حاکم کے لئے حق کے مطابق فتوٰی یا حکم دینا دو قسم کے فہم حاصل کرنے کے بعد ہی ممکن ہے۔

1: واقعہ اس کا فقہی و استنباطی حکم اور واقعہ کے قرائن و علامات و امارات کا مکمل علم ہو۔

2: واقعہ سے متعلق واجب کا علم ہو اس سے مراد اس حکم کا فہم ہے جو حکم اللہ نے اپنی کتاب یا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس واقعے سے متعلق دیا ہو پھر وہ ان دونوں میں تطبیق دے۔ (اعلام الموقعین:۱/۸۷ - ۸۸)

اسی خلل مرکب کی بناء پر وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سلف صالح کے حکام بنی امیہ سے متعلق کلام کو موجودہ حکام پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے کوئی قانون سازی نہیں کی تھی اور نہ ہی اسے اپنا حق قرار دیا تھا اور نہ ہی حکم اللہ کے سوا کسی اور کو بنیاد قرار دیا تھا (جیسا کہ اردنی دستور کی دفعہ ۲۵ میں لکھا ہے ''قانونی حکم کی بنیاد قومی اور ملکی پارلیمنٹ ہے'') نہ ہی غیر اللہ کے احکام پر اصطلاحات قائم کیں تھیں بلکہ شریعت کے پابند و متبع تھے ایسے ہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلافت بنی عباس سے متعلق کلام کو موجودہ مشرک، قانون ساز اور اللہ کے دین سے مصروف جنگ طواغیت پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو اگر اس خلل اور جہل مرکب کے ساتھ کفر و ایمان کے مسائل میں ان کے اس خبط کو بھی ملا لیا جائے کہ کفر صرف جحود کلی کے ذریعے ہی ممکن ہے جیسا کہ جہمیہ اور

مرجئہ کا ماحصل یہی ہے تو کیسا رہے گا؟ اس بناء پر مرجئہ اور ان کے اکثر شیوخ طواغیت کے مددگار ہوتے ان کے حق میں لڑتے اور باطل شبہات پیش کر کے ان کا ان کی تکفیر سے دفاع کرتے اور ان کے باطل کو معمولی قرار دیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں انہیں کافر کہنے والوں ان کے خلاف جہاد کرنے والوں اور ان کے باطل کا ردّ کرنے والوں پر ہر طرف سے حملے کرتے اور انہیں خوارج اور تکفیری کہتے ہیں۔ البانی اپنے فتوے سے قبل صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں: ''بعض جماعات جو خود کو جہاد سے منسوب کرتی ہیں در حقیقت تکفیری ٹکڑیاں ہیں'' صفحہ ۵۶ پر لکھتے ہیں: ''ان منحرفین میں قدیم وجدید خوارج بھی ہیں اس زمانے بلکہ کئی زمانوں کے فتنہ تکفیر کی بنیاد ایک آیت جس کے گرد وہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں فرمایا:

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكَٰفِرُونَ﴾ (المائدۃ:۴۴)

''جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے تو یہ لوگ کافر ہیں''

وہ اسے درست فہم کے مطابق نہیں لیتے اور گہری معرفت کے بغیر پیش کر دیتے ہیں''۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو ان کے بقول ایسا کرتے ہیں جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ پھر بڑی طویل بحث کر کے اور سلف کے اقوال بطور دلیل پیش کرنے کی کوشش کر کے اسے کفر دون کفر ثابت کرنا چاہا ہے۔ الخ جیسا کہ صفحہ ۵۹ پر ابن عباس t کی طرف منسوب ایک قول کے ضمن میں لکھتے ہیں: ''گویا اس آیت کو سمجھنے کے جو طریقے ان کے (خوارج) کے ہاں معروف تھے آج انہیں ہم پورے طور پر دیکھ رہے ہیں اس طرح کہ کچھ لوگ اس آیت کی صرف سطحی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں اور اس کی تفصیل میں نہیں جاتے'' خوارج جنہوں نے مسلمانوں کی معاصی کی بناء تکفیر شروع کر دی تھی اور حکام کی بعض نافرمانیوں کی بناء پر ان کے خلاف بغاوت کی تھی بلکہ عادل حکمرانوں کے خلاف کیونکہ پہلی بغاوت خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں کی پھر خلافت علی رضی اللہ عنہ میں زور پکڑ لیا تھا۔ ان کے مابین اور

ان لوگوں کے مابین جو مشرک قانون دانوں کی تکفیر کریں یا مشرک قانون ساز طواغیت خلاف بغاوت کریں یا کفر کے جنگجو ائمہ سے جہاد کریں۔اس اختلاط پر آپ خود ہی غور کر لیجئے۔

سارت مشرقة وسرت مغربا   شتان بين مشرق ومغرب

"وہ مشرق کے رخ گئی اور تو مغرب کی جانب مشرق اور مغرب کے مابین کس قدر دوری ہے"

بلکہ حلبی البانی کے اس کلام پر حاشیے میں ابوحیان الاندلسی کا ایک قول (البحر المحیط :۳/ ۴۹۳) کے حوالے سے نقل کرتا ہے فرماتے ہیں:"خوارج نے اس آیت سے ہر عاصی کے کافر ہونے کی دلیل لی ہے اور کہا کہ ہر وہ شخص جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرے وہ کافر ہے اور ہر گناہ گار اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کا مرتکب ہوتا ہے لہٰذا وہ بھی کافر ہوا"اس طرح البانی اور ان شاگرد خاص حلبی دونوں ہی جانتے ہیں کہ خوارج اس آیت سے نافرمان حکمرانوں وغیرہ کی تکفیر دلیل لیتے تھے اسی لئے سلف نے ان سے مناظرے کئے ان پر ردّ کیا اور اسے کفر دون کفر قرار دیا نہ کہ کفر اکبر اور ان پر ردّ کیا کہ وہ کفار سے متعلق آیات کے ذریعے مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور تکفیر بھی ترغیب وترہیب کی قبیل سے نہیں جیسا کہ بعض سلف بھی کرتے ہیں بلکہ کفر اور حکم کی قبیل سے جیسا کہ طبرانی نے تہذیب الآثار میں بکیر بن عبداللہ بن الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے متصل روایت کی ہے کہ انہوں نے نافع رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ خوارج کے متعلق کیا خیال کرتے تھے؟ فرمانے لگے وہ انہیں اللہ کے بدترین مخلوق قرار دیتے جنہوں نے کفار سے متعلق آیات کو مومنوں پر فٹ کیا ۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔اس کے باوجود بھی شیخ اور تلمیذ دونوں خوارج کے اقوال کو صریح مشرک اور کفر بواح کے مرتکب موجودہ طواغیت کی تکفیر کرنے والوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسا کہ واضح ہے اور بقول شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ ایسا وہی کرتا ہے "جسے اللہ نے نور بصیرت اور نور وحی دونوں سے محروم کر دیا ہو"اور وہ ان کے شاگرد اقوال صحابہ اور خوارج پر مسئلہ معاصی میں ان کے ردّ کو موجودہ شرکی اور کفری تشریعی فتنہ طواغیت پر فٹ کرتے ہیں جس کا لازمی

نتیجہ یہ نکا کہ یہ طواغیت ان کے نزدیک حاکم بنی امیہ کی مانند ہو گئے جن کی تکفیر اور جن کے خلاف خروج ناجائز ہے چنانچہ جو ان مشرک قانون سازوں کی تکفیر کرے یا ان سے براءت کرے یا ان کے خلاف جہاد کرے تو وہ تکفیری ہے پورے طور پر خوارج کے طریقے پر ہے اور اس سے غافل ہیں کہ متقدمین اور متاخرین میں سے کثیر اہل علم بھی اس اطلاق کی زد میں آجائیں گے جن کے ابواب تشریع سے متعلق صریح اقوال ہم پیش کر آئے ہیں۔

میں کہتا ہوں: کہ شیخ پر اس اختلاط کی بناء پر ملامت متوجہ ہو اس سے بڑی ملامت کے مستحق وہ لوگ ہیں جو انہیں اس طرح کے مسائل (جن میں عتاب سے بچنے کے لئے تلبیس و تدلیس ضروری ہو جاتی ہے) میں فتویٰ پوچھ کر گھسیٹتے ہیں اور حدیث کی صحیح توجیہ کرنے پر انہیں عتاب کا نشانہ بناتے ہیں ۔لوگو شیخ پر کچھ تو رحم کرو کچھ تو مہربانی کرو اور ان کے ذریعے بدعتی اور منکر حدیث، دشمنان حدیث کو خوش نہ کرو۔ البانی نے اپنے فتوے میں کفر کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔

1 کفر اکبر جو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔

2 کفر اصغر جو دین سے خارج نہیں کرتا۔

اس تقسیم میں کوئی اختلاف نہیں البتہ اس کے انطباق میں اختلاف ہے کہ موجودہ طاغوتی قانون ساز قسم اول سے ہیں یا قسم ثانی سے؟ اور کیا کفر عملی محض کفر اصغر ہی میں ہوتا ہے جو ملت سے خارج نہیں کرتا یا کفر اکبر میں بھی ہوتا ہے جو دین سے خارج کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

((سباب المسلم فسوق وقتاله كفر))

"مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑنا کفر ہے"

پر گفتگو کرنے کے بعد صفحہ ۶۳ پر لکھتے ہیں کہ: "لہٰذا لڑائی کفر دون کفر ہوئی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سابقہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں" یہاں ہم طالب حق کو ایک ضروری تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس آیت کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب مشہور قول کو اس آیت کی تفسیر قرار دینا درست

نہیں کیونکہ یہ آیت کفار کے متعلق ہے جیسا کہ حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں ہے جو آگے آجائے گی اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ یہود کے بارے میں نازل ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ یہود کے کفر کو کفر دون کفر کہیں گے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منسوب کلام اس آیت کی تفسیر نہیں بلکہ درحقیقت یہ ان لوگوں پر ردّ ہے جو اس آیت سے غلط استدلال کرنا چاہتے ہیں یا اسے ان لوگوں پر فٹ کرنے کی کوشش کرے جو اس کے اہل نہ ہوں اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ: "یہ وہ کفر نہیں جو تم سمجھتے ہو" اور خطاب خوارج سے ہے اور آپ جانتے ہیں کہ خوارج اس آیت سے نافرمان مراد لیتے ہیں جیسا کہ ہم وضاحت کر آئے ہیں۔ اس کی ایک اور صریح دلیل طبرانی کی عمران بن حدیر سے مروی صحیح روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابو مجلز کے پاس بنو عمر بن سدوسی کے کچھ لوگ آئے (یہ دراصل فرقہ اباضیہ کے خوارج تھے جیسا دوسری روایت میں صراحت ہے) کہنے لگے ابو مجلز آپ اللہ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدۃ:۴۴)

"جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہ لوگ کافر ہیں"۔

کیا یہ حق ہے ابو مجلز کہنے لگے ہاں وہ کہنے لگے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (المائدۃ:۴۷)

"جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے تو یہ لوگ فاسق ہیں۔"

کیا یہ بھی حق ہے ابو مجلز نے کہا ہاں وہ کہنے لگے کیا یہ لوگ (یعنی گناہ گار حکام وعوام) اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرتے ہیں؟ ابو مجلز نے کہا اس سے مراد ان کا دین ہے جب وہ دین مانتے ہیں اس کا اقرار کرتے ہیں اور اس کی دعوت دیتے ہیں اور اگر اس کا کوئی حصہ چھوڑدیں تو گناہگار ہونے کا اعتراف کرتے ہیں وہ کہنے لگے نہیں اللہ کی قسم نہیں لیکن تم فرق کرتے ہو۔ ابو مجلز نے کہا تم مجھ سے زیادہ اس کے حق دار ہو میں فرق نہیں کرتا لیکن تم یہ فرق کرتے ہو۔ لیکن یہ آیت یہود ونصاریٰ اور

مشرکوں وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی"۔ان کا یہ قول کہ "یہ آیت یہود ونصاریٰ اور مشرکوں وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی" دلیل ہے کہ اس سے مراد کفر اکبر ہے نہ کہ کفر دون کفر اور ائمہ کے اس قول "کفر دون کفر" سے ان کی مراد ان کے زمانے کے حکام کے مظالم ومعاصی وزیادتیاں ہوتی ہیں اوراگرچہ ان کی بناء پر ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہیں کرتے کہنا جائز ہے لیکن یہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے فعل کی طرح نہیں ہے کیونکہ وہ اس میں دوام کرتے ہیں اور اللہ کے احکام کے علاوہ احکام پر اصطلاحات قائم کرکے انہیں نظام زندگی اور لازمی قانون وضابطہ قرار دیتے ہیں اسی لئے کہا گیا کہ "اس سے وہ کفر مراد نہیں جو تم سمجھتے ہو یا "کفر دون کفر" (شیخ عبدالمجید الشاذلی اپنی کتاب حد الاسلام وحقیقۃ الایمان کے صفحہ ۴۰۷ پر فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدۃ:۴۴)

"جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہ لوگ کافر ہیں"۔

کے ضمن میں فرماتے ہیں: خوارج نے اس آیت کی زد میں سرکشی اور ناانصافی اور شریعت کی کسی بھی طرح مخالفت کو بھی لے لیا حالانکہ اس کا باطل ہونا یقینی ہے اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین اور قرون ثلاثہ اولیٰ کے ائمہ نے اس کا انکار کیا اور خوارج پر اس آیت کی تفسیر میں ردّ کیا اور اس بارے میں ان کا کلام موجودہ صورتحال کے مطابق ہے" نیز موجودہ مرجئہ کے مسلک کا ذکر بھی کیا کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کے خوارج پر ردّ میں کہے جانے والے اقوال سے دلیل لیتے ہیں کہ بوقت اختلاف اللہ کے قانون کے سوا کسی اور قانون کو اختیار کرنے سے بندہ دین سے خارج نہیں ہوتا پھر کہتے ہیں "خوارج نے آیت کو اس کے ظاہر پر رکھا اور اس کی بنیاد کو ہی نہیں سمجھے جبکہ مرجئہ نے اس کی بنیاد وغیرہ کی تاویل کی اور حق یہ ہے کہ بنیاد کے اعتبار سے اسے ظاہر پر رکھا جائے اور جہاں بنیاد نہ ہو وہاں تاویل کی جائے) ابن عباس t وغیرہ سلف کے کلام کی یہی توجیہ درست ہے لیکن یہ زعم کہ اس آیت کی تفسیر سے کفر دون کفر مطلقاً مراد ہے یہ واضح غلطی اور لغزش

ہے۔اور آیات کی تفسیر میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ سبب نزول کو بنیاد بنا کر تفسیر کی جائے تو جو اس آیت کے شان نزول سے مشابہ ہو تو اس کا حکم بھی وہی ہو گا اور جو معاصی غیر مکفّرہ کا مرتکب ہو تو اس کا حکم یہ نہیں ہو گا۔

کچھ دلائل پیش خدمت ہیں:

☆ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی اور ایک یہودیہ کو لایا گیا جنہوں نے باہمی رضامندی سے زنا کیا تھا آپ نے ان سے کہا کہ تمہاری کتاب تورات میں کیا ہے کہنے لگے ہمارے علماء نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ منہ کالا کیا جائے اور تجبیہ (یعنی گدھے پر مخالف سمتوں میں بٹھا کر گھمایا جائے)عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تورات منگوایئے تورات لائی گئی پھر ایک یہودی نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور آگے پیچھے سے پڑھنے لگا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اپنا ہاتھ اٹھا تو وہاں آیت رجم تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا اور وہ دونوں سنگسار کر دیئے گئے۔(بخاری:۱۳۱/ ۲، مسلم:۷/ ۲۰۸)

☆ براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی گذارا گیا جس کا چہرہ سیاہ کیا گیا تھا اور اسے کوڑے مارے جا رہے تھے آپ نے انہیں بلایا اور پوچھا کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو کہنے لگے ہاں پھر آپ نے ان کے ایک عالم کو بلوایا اور فرمایا: میں تجھے اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات کو موسیٰ پر نازل کیا، کیا تمہاری کتاب میں زانی کی یہی سزا ہے اس نے کہا نہیں اور اگر آپ قسم نہ دیتے تو میں نہ بتاتا ہم رجم کی سزا پاتے ہیں لیکن زنا ہمارے امراء میں عام ہو گیا لہٰذا جب ہم کسی امیر کو پکڑتے تو اسے کچھ نہ کہتے اور جب کسی غریب کو پکڑتے تو اس پر حد قائم کر دیتے تو ہم نے آپس میں کہا کہ کسی ایسے امر پر متفق ہو جائیں جو امیر و غریب دونوں پر نافذ کر سکیں تو ہم نے رجم کے بدلے منہ کالا کر کے کوڑے لگانا شروع کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: یا اللہ لوگوں نے تیرے حکم کو مار ڈالا میں اسے سب سے پہلے زندہ کرنے والا ہوں آپ نے حکم دیا اور اسے رجم کر دیا گیا پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کر دی:

﴿يَآ يُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ.........اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ﴾ (المائدۃ:۴۱)

"اسے رسول تجھے وہ لوگ اداس نہ کریں جو کفر میں تیزی دکھاتے ہیں......... اگر تمہیں یہ فیصلہ دے دیا جائے تو مان لو۔

یعنی یہ کہے کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ پھر اگر وہ تمہیں منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے کا حکم سنائیں تو مان لو اور اگر رجم (سنگسار) کرنے کا کہیں تو نہ مانو، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ.........هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.........هُمُ الْفٰسِقُوْنَ.........﴾

"جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں. ظالم. فاسق ہیں "ساری آیات کفار کے بارے میں ہیں۔ (صحیح مسلم ۱۱/ ۲۰۹)

1 یہود کی اس بات پر غور کریں "ہم نے آپس میں کیا کہ کسی ایسے امر پر متفق ہو جائیں جو امیر و غریب دونوں پر نافذ کر سکیں تو ہم نے رجم کے بدلے منہ کالا کر کے کوڑے لگانا شروع کر دیا" نیز: "ہمارے علماء نے یہ طریقہ نکالا کہ منہ کالا کیا جائے." اس میں یہ نہیں ہے کہ انہوں نے صراحت کی ہو کہ ان کا حکم اللہ کے حکم سے بہتر ہے یا یہ نہیں کہا کہ اللہ کا حکم پیچھے ہو گیا یا واپس ہو گیا یا ایسی کوئی اور بات جیسا کہ مرجئہ طواغیت کی تکفیر میں شرط لگاتے ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ حد کو ساقط کر کے اتفاق سے ایسا طریقہ بنالیں جو امیر و غریب سب پر جاری کر سکیں کیونکہ تورات میں مذکور حد ہر ایک پر لاگو نہیں کر سکتے۔

2 تشریع یعنی قانون سازی فقط حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دینے کا نام نہیں ہے یعنی اس کا تعلق صرف احکام تکلیفی مثلاً حرام، ممنوع، مباح، واجب وغیرہ سے نہیں ہے بلکہ احکام وضعی اور حدود اور مقررہ نصاب جات جنہیں اللہ نے میراث اور زکاۃ وغیرہ میں متعین کیا ہے بھی اسی میں داخل ہیں چنانچہ جو اسباب اور موانع یا حدود یا ایسے احکام کو شریعت (قانون) کا درجہ دے جسے اللہ نے شریعت کا درجہ نہ دیا ہو اور انہیں قانون اور شریعت قرار دے کر لوگوں کے لئے لازم قرار دے اور خلاف ورزی پر سزا دے تو یہ اسی شخص کی مانند ہوا جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار دیتا ہو کیونکہ یہود نے یہاں زنا کو حلال نہیں قرار دیا بلکہ اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے البتہ جب اس کی سزا ایجاد کر لی تو اسے حلال کا درجہ دے دیا خواہ کسی بھی نوع کا حلال ہو اور یہ احادیث وضاحت کرتی ہیں کہ انہوں نے اللہ کی حد کے سوا کسی اور حد پر اتفاق کیا تھا حالانکہ زنا کے حرام ہونے کا بھی اعتقاد رکھتے تھے اسی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدۃ:۴۴)

"جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہ لوگ کافر ہیں"۔

3 یہودی عوام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو کے جواب میں "ہاں" کہنا اور دوسری روایت کے مطابق "ایک یہودی نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ دیا" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ پر ذاتی حیثیت سے جھوٹ باندھنا کفر اکبر ہے خواہ یہ کفر اور طاغوتی قانون کو اللہ کی طرف منسوب کرنے کے اعتبار سے ہو یا اپنی نافرمانی یا برائی یا ظلم کو اس کی طرف منسوب کرنے کے اعتبار سے ہو ہر ایک اللہ پر خود سے کہہ کر اس کی طرف منسوب کرنا اور جھوٹ بولنا اور باندھنا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اس فرمان میں شرک سے بڑا قرار دیا ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف:۳۳)

"کہہ دیجئے میرے رب نے فواحش کو خواہ ظاھر ہوں یا چھپی حرام کر دیا ہے اور گناہ کو اور ناحق سرکشی کو اور اس کو کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہرالو جس کی اس نے دلیل نہ اتاری ہو اور اس کو کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہ جانتے ہو (کہ اللہ نے ایسا کہا ہے یا نہیں)"

اس بناء پر یہود کا یہ فعل کفر پر کفر ہوا یعنی اس میں دو قسم کا کفر ہے:

1: جسے اللہ نے شریعت (قانون) نہیں قرار دیا اسے قانون قرار دینا یا کفری قانون پر اصطلاح قائم کرنا یا اس پر دوام کرنا۔

2: اس باطل قانون کو اللہ کی طرف منسوب کرنا۔

اللہ پر جھوٹ باندھنا اور بولنا کفر ہے خواہ وہ قانون سازی کے باب میں ہو یا ترک حکم کے باب میں یا کسی اور باب میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾

"اللہ پر وہی لوگ جھوٹ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے"۔ (النحل: ۱۰۵)

نیز فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ (العنکبوت:۶۸)

''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور اپنے پاس حق آنے کے بعد اسے جھٹلا دے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے''؟

نیز بعض قانون سازوں کے متعلق فرمایا:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (المائدۃ:۱۰۳)

''اللہ نے نہ بحیرہ بنایا نہ سائبہ نہ وصیلہ اور نہ ہی حام (مختلف طرح کے جانور جنہیں مشرکین اپنے بتوں کے نام پر چھوڑتے اور کہتے تھے کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے) لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں اکثر عقل نہیں رکھتے''

کبھی کبھار شہوت یا خواہش کی وجہ سے اللہ کے حکم کو چھوڑ دینا اس نوع میں تفصیل کی جائے گی کیونکہ ایسا کرنے والا اللہ کے قانون کا پابند ہوتا ہے اس کے دین کو مانتا ہے اور کلی طور پر اس سے پھرتا نہیں یا اعراض نہیں کرتا ایسے ہی وہ شخص جس کی تکفیر کے ہم قائل نہیں اور یہ کہ وہ جاحد بن جائے یعنی انکار کر دے یا حرام کو حلال قرار دے اگر یہ اس طرح کہیں کہ ان کا فلاں فعل جس میں وہ واقع ہوئے اللہ کی طرف سے ثابت ہے یا اللہ کا حکم ہے تو وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس نے ظلم وزیادتی اور خواہش کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا جبکہ اللہ اس سے بری ہے اس لئے کفر بواح یا طاغوتی قانون سازی کو اس کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں ہے یعنی قانون ساز کی تکفیر صرف اسی صورت میں کی جائے جب وہ اپنی قانون سازی کو اللہ کی طرف منسوب کر دے جیسا کہ جہمیہ اور مرجئہ شرط لگاتے ہیں کیونکہ طاغوتی قانون سازی بذات خود کفر ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں پھر اسے اللہ کی طرف منسوب کر دینا یہ اللہ پر جھوٹ باندھنا اور کفر مزید ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ﴾ (التوبۃ:۳۷)

''(حرمت والے مہینوں کو) آگے پیچھے کرنا کفر میں اضافہ ہے''۔

(حلبی اپنے مقدمہ کے صفحہ ۱۶ پر لکھتا ہے: امام ابن عربی المالکیa کا اس بارے میں ایک اور قول ہے جس میں تبدیلی (آگے پیچھے) کا معنی بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے (احکام القرآن: ۲/ ۶۲۴) میں فرماتے ہیں: "اس تبدیلی سے متعلق اپنے حکم کو اللہ کا حکم قرار دینا کفر واجب کرتا ہے اور خواہش پرستی یا نافرمانی کے اعتبار سے ایسا کرنا گناہ ہے جس کی بخشش ہو سکتی ہے جیسا کہ اہل السنۃ گناہ گاروں کی بخشش کے قائل ہیں" پھر حلبی لکھتا ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس کا یہی معنی منقول ہے جیسا کہ صفحہ ۱۶-۱۸ پر آئے گا۔

میں کہتا ہوں: صفحہ ۱۶ اور ۱۸ کی طرف اشارہ کرکے حلبی یہ دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں صورتیں منقول ہیں مگر جب مشار الیہ مقام دیکھا جائے تو وہاں امام صاحب نے صرف پہلی صورت سے متعلق کلام کیا ہے کہ "اب لوگوں کے بارے میں ہے جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرنے کو وجوب کے معتقد نہ ہوں اور جو اپنے رائے کے مطابق حکم کرنے کو حلال اور عدل قرار دیتا ہو......... اور جو صرف انہی عادت کو حکم مانتے ہو جس کا امر ان کے مقتدی اور پیشوا کریں" جبکہ دوسری صورت جو صفحہ ۱۸ پر پیش کی ہے کے متعلق ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ کلام ثابت نہیں بلکہ صفحہ ۱۹ پر ابن تیمیہ کا کلام جس کی تفصیل میں ہم حلبی پر ردّ کر آئے ہیں کہ "اہل السنۃ کسی مسلمان کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے" نیز "ایسے ہی فرائض کی فرضیت کا اعتقاد نہ ہونے کی بناء پر بھی تکفیر کی جائے گی" ان اقوال میں ایسا کچھ بھی نہیں جو حلبی تبدیلی کے معنی سے متعلق ابن عربی کے کلام سے ثابت کر رہا ہے اور یوں کہہ رہا ہے کہ "ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس کا یہی معنی منقول ہے" یہاں یہ بہانا نہیں چلے گا کہ حلبی کہے کہ "میری نیت اور میرے مقدمے کے مطابق" کیونکہ قاری اس کی مطبوعہ کتاب پڑھ رہا ہوتا ہے اس کے دل تک پہنچنے کا اس کے پاس کوئی راستہ نہیں ہوتا لہٰذا اسے بھی حلبی کی خیانتوں کی طویل فہرست میں شامل کر لیا جائے) لہٰذا ایسا ممکن ہے کہ بعض لوگوں میں کفر پر کفر جمع ہو جائیں اس صورت میں وہ ان سے بڑا کافر ہو گا جن میں اسباب کفر میں سے

صرف ایک سبب کفر ہوتا ہے اور یہ قید یا شرط لگانا صحیح نہیں کہ دو یا زیادہ اسباب کفر جمع ہوں پھر تکفیر ہو گی و گرنہ نہیں اس اعتبار سے قانون ساز اسی وقت کافر ہو گا جب وہ اس کفر کے ساتھ اللہ پر جھوٹ باندھنے اور اسے اللہ کی طرف منسوب کرنے والے کفر کا بھی ارتکاب کرے یہ درست نہیں کیونکہ شرط کے صیغے شریعت میں معروف ہیں ہر خبر سے شرط کا فائدہ یا لزوم ثابت نہیں ہوتا مگر جب وہ خبر معروف صیغہ شرط کے ساتھ آئے جس کے نہ ہونے سے شروط بھی نہ رہے (اصولیوں کے نزدیک شرط کی تعریف یہ ہے کہ جس کے عدم سے عدم لازم آئے اور اس کے وجود سے وجود لازم نہ آئے) ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جان لو کہ بعض کفر بعض کفر سے بڑھ کر ہوتا ہے چنانچہ جو کافر تکذیب بھی کرتا ہو اس کا جرم اس کافر جو تکذیب نہ کرتا ہو سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس نے ایمان کے ترک اور تکذیب دونوں کو جمع کر لیا اسی طرح جو کفر کرے تکذیب کرے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے قولی فعلی جنگ کرے اس کا جرم اس کافر کے جرم سے بڑھ کر ہے جو تکذیب بھی کرتا ہو"۔ (مجموع الفتاوی:۲۰/۸۷)

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض کفر بعض کفر سے زیادہ شدید بڑے اور شنیع ہوتے ہیں سب ہی کفر اللہ تعالیٰ بعض کفار کے متعلق فرماتا ہے:

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾

"قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین چر جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں" (مریم:۹۰)

نیز فرمایا:

﴿هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (النمل:۹۰)

"نہیں تم بدلہ دیئے جاؤ گے مگر اپنے اعمال کا"۔

پھر فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء:۱۴۵)

''منافقین جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے''

نیز فرمایا:

﴿أَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (مومن:۴۶)

''آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو'' (الفصل:۳/۲۵۶)

نیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ضمن میں فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ﴾ (التوبۃ:۳۷)

(زیادۃ فی الکفر یعنی) ''آگے پیچھے کرنا کفر میں اضافہ ہے''۔

جس لغت میں قرآن نازل ہوا اس کے مطابق کسی چیز میں زیادتی، اضافہ اسی جزء کا ہوتا ہے نہ کہ اس چیز کے علاوہ کا لہٰذا ''نسیئ'' کو کفر کہنا بھی صحیح ہے یہ بھی دیگر اعمال کی طرح ایک عمل ہے اس سے اللہ کے حرام کردہ کو حلال کرنا مراد ہے پس جو اللہ کے حرام کردہ کو حلال کر دے اور جانتا بھی ہو کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے تو وہ محض اس فعل سے ہی کافر ہو گیا'' (الفصل:۳/۲۴۵) ان الفاظ کے '' محض اس فعل سے ہی'' پر غور کیجئے کیونکہ مراد جہمیہ اور مرجئہ پر ردّ کرنا ہے جو صرف اعتقاد اور جحود قلبی کے ذریعے ہی تکفیر کرتے ہیں امام یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مشرکین جب حرمت والے مہینوں کو صفر سے بدلتے تھے تو اپنی اس تبدیلی یا تحریم یا تحلیل کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ بنی کنانہ کا ایک شخص موسم میں آتا اور کہتا کہ ''لوگوں مجھ پر نہ عیب لگایا جائے نہ مجھے جواب دیا جائے ہم نے صفر کو حرمت والا کر دیا اور محرم کو مؤخر کر دیا'' اور وہ اپنے دلوں میں یہ اقرار کرتے تھے اور مانتے تھے کہ وہ مہینے جنہیں اللہ نے حرمت والا قرار دیا ہے وہ رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینے ہیں اور یہ تبدیلی ان کے اتفاق واتحاد سے کی جاتی تھی تا کہ اس کے تعداد پر متفق ومتحد رہ سکیں جو اللہ نے ان پر حرام کی یعنی چار مہینے اس کے باوجود اللہ نے ان کی تبدیلی پر اس اتفاق واتحاد کو کفر قرار دیا تو یہ

ایک اور کفر ہوا جو ان کے اسلام کے کفر اور محمد ﷺ کی نبوت کے ساتھ کفر اور ان کے اللہ کے ساتھ شرک سے بڑھ کر ہے یہ بھی معلوم ہے کہ تمام اہل کتاب اپنی طرف سے ایجاد کردہ احکام کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ یہ ان کے صرف ایک گروہ کا کام تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ (آل عمران:۷۸)

”ان کا ایک گروہ کتاب کے ساتھ اپنی زبانوں کو ٹیڑھا کرتا ہے تاکہ تم اسے کتاب کا حصہ سمجھو حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں“۔

لہٰذا حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے تبدیلی حد سے متعلق سوال ”کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو“ پر یہودی عوام کا یہ کہنا ”ہاں“ اسی قبیل سے ہے یہ اللہ پر جھوٹ باندھنا ہوا اور یہ کفر پر کفر ہے۔ کفریہ قانون سازی یا طاغوتی قانون پر اتفاق کا کفر اور اللہ پر جھوٹ بولنے اور باندھنے کا کفر اور اس میں من گھڑت قانون کو حکم کا درجہ دینا یہ تیسرا کفر ہوا اور اس کے بعد حد زنا کے بارے میں ان کے عالم کا قول کہ ”ہم رجم کی سزا یہی پاتے ہیں لیکن یہ ہمارے امراء میں عام ہو گیا۔ ہم نے آپس میں کہا کہ آؤ ہم ایسے امر پر متفق ہو جائیں جو امیر و غریب سب پر نافذ کر سکیں لہٰذا ہم نے رجم کی جگہ چہرہ کالا کرنا اور کوڑے لگانا اختیار کر لیا“ اس میں اس عالم نے یہ صراحت کر دی کہ وہ حد جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ان سے سوال کیا تھا وہ ان کی اور ان کے آباء کی ایجاد کردہ تھی اسے اس نے اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا جیسا کہ ان کے جاہل عوام نے کیا تو یہ کفر قانون سازی یا طاغوتی قوانین پر متفق ہو جانے کے باب سے ہے اور یہ کفر اکبر ہے اگرچہ وہ اسے اللہ کی طرف منسوب نہ کرتے ہوں پھر اگر وہ اس کے مطابق فیصلہ دیں اور لوگوں کو اس کا پابند بنائیں تو یہ ایک اور کفر ہوا اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ.........ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ.........ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ.........﴾

''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکم نہ کریں یہی لوگ کافر ہیں......... ظلم ہیں......... فاسق ہیں......... ''۔

جیسا کہ حدیث براء رضی اللہ عنہ کے آخر میں بھی ہے اور اس میں کسی شرط یا قید کا بالکل تذکرہ نہیں کیا لہٰذا جو ان آیات کو اس معنی سے قاصر کرے گا اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور جو قانون سازی کو اللہ کی طرف منسوب کرنے کے افتراء کے ساتھ مربوط کرے یا اس ربط کو قانون سازوں کی تکفیر میں شرط قرار دے تو اس نے ایسی شرط لگائی جسے اللہ نے شرط قرار نہیں دیا اور ہر شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو باطل ہے اس کی مزید وضاحت شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے گذشتہ اقوال کرتے ہیں کہ اللہ کے حکم میں شریک کرنا اس عبادت میں شریک کرنے کی طرح ہے اور قوانین کو حاکم ماننے والا بتوں کی عبادت کرنے والے کی طرح ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلیل ہے ابن عامر رحمۃ اللہ علیہ جو قراءت سبعہ میں سے ہیں ان کی

قراءت کے مطابق صیغہ نہی کے ساتھ فرمایا:

﴿وَلَا تُشۡرِکۡ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا﴾

''تو اس کے حکم میں کسی کو شریک نہ کر''۔

یہ پوری وضاحت کرتی ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا جس طرح عبادت کی انواع میں موجود ہے اسی طرح حکم اور قانون سازی کے باب میں بھی موجود ہے اور یہ بعض اللہ کے قانون اور بعض غیر اللہ کے قوانین قبول کرکے ہی ممکن ہے اور اس میں یہ شرط نہیں لگائی جائے گی کہ غیر اللہ کے قوانین اختیار کرنے والا انہیں اللہ کی طرف منسوب کرتا ہو اس طرح وہ مکمل مشرک ہو جو

اللہ کی عبادت بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی غیر اللہ کی بھی یہ مشرک ہوا اس سے لازم نہیں آتا کہ اس کی تکفیر کی جائے وہ مشرک ہے کہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ غیر اللہ جس کی وہ عبادت کرتا ہے اللہ ہی ہے۔

ترک حکم بما انزل اللہ اور حکم بغیر ما انزل اللہ کے مابین مزید واضح فرق (یعنی قانونی اعتبار سے) کے لئے حدیث براء رضی اللہ عنہ میں یہود کے عالم کے اس قول پر غور کریں کہ ''ہم تورات میں رجم پاتے ہیں'' لیکن ہمارے امراء میں زنا عام ہو گیا تو جب ہم امیر کو پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور جب غریب کو پکڑتے اس پر حد نافذ کر دیتے''اس طرح مسئلہ حکم میں ان کا جرم اللہ کے حکم کو کبھی کبھار ترک کر دینا تھا کہ بعض لوگوں پر نافذ نہ کرتے نہ کسی دوسرے قانون کو حکم مانتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بالکل پھر گئے یہ وہی صورت ہے جسے بعض علماء حکم بغیر ما انزل میں جحود اور استحلال وغیرہ کے اور اعتبار سے فرق کرتے وقت بیان کرتے ہیں اور یہی وہ صورت ہے جس میں موجودہ مرجئۃ اختلاط سے کام لیتے ہیں اور اسے موجودہ قانون سازی پر منطبق کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ان کے عالم کے اس قول پر غور کریں کہ ''ہم نے آپس میں کہا کہ آؤ ہم ایسے امر پر متفق ہو جائیں جو ہم امیر و غریب دونوں پر نافذ کر سکیں لہٰذا ہم نے رجم کی جگہ منہ کالا کرنا اور کوڑے لگانا اختیار کر لیا'' یہاں وہ زنا سے متعلق اللہ کی حد سے مکمل طور پر پھر گئے اور اس سے اعراض کیا اور ایسے قانون پر اتفاق و اتحاد کیا جو اللہ کے قانون کیٔ علاوہ تھا بالفاظ دیگر انہوں نے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کیا یا اسے دین قرار دیا جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا تھا یا قانون سازوں کی پیروی کی یعنی طاغوت کو حاکم مانا یہی صورت ان کی کوشش اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لئے آنا کہ آپ انہیں ان کے قانون پر برقرار رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے نزول کا سبب بنی کہ:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدہ:۴۴)

''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکم نہ کریں یہی لوگ کافر ہیں''

جیسا کہ حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں صراحت ہے۔

☆ اس طرح یہ اس نوع کی طاغوتی قانون سازی میں نص ہوا اور یہ اس کی تفسیر اور صحیح مراد ہے یعنی کفر اکبر جو دین سے خارج کر دے اسی لئے براء بن عازب رضی اللہ عنہ ان تین آیات کو تلاوت کرنے کے بعد فرمایا:

((فی الکفار کلھا))

"تینوں آیات کفار کے بارے میں ہیں"۔

لہٰذا جو بھی یہود کی طرح کا فعل کرے گا اگرچہ کسی ایک مسئلے میں ہی تو شان نزول کی صورت اسے شامل ہے اور آیت اس میں نص صریح ہے۔

☆ اور اس آیت کا ظاہر عام ہے جو حکم کی مذکورہ دونوں اقسام کو شامل ہے لہٰذا اس کے الفاظ کی عمومیت کے تحت کفر کی پہلی نوع بھی داخل ہو گئی البتہ سلف نے اس کی تاویل کی ہے اور اس کے ظاہر سے پھیر دیا ہے اس شخص کے بارے میں جو اللہ کی شریعت کا پابند ہو اور کبھی کبھار شریعت کے حکم کو ترک کر دیتا ہو یہ معصیت کی قبیل سے ہے جسے بعض علماء کفر دون کفر یا کفر جو دین سے خارج نہ کرے کہتے ہیں اور بعض علماء نے اسے اس صورت میں بھی اس کے ظاہر پر ہی رکھا ہے جیسے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رشوت کے حکم میں۔ ہمارے لئے یہ اہم نہیں کیونکہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہے ہمارے لئے اہم طاغوتی قانون کی نوع ہے جو فی زمانہ موجود ہے اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ جب ہم اس آیت سے دلیل دیں جس کو جہمیہ اور مرجئہ نے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی اور اس کی بنیاد میں خبط کا شکار ہوئے کیونکہ اس کا ظاہر دونوں انواع کا متحمل ہے اور ہمارے لئے موجودہ حکام کی تکفیر کے لئے وہ صریح نصوص ہی کافی ہیں جو قانون سازوں اور ان کی اللہ کے حکم کے بغیر قانون کی اطاعت کرنا یا طاغوت کو حاکم بنانے سے متعلق گفتگو کرنا اور غیر اللہ کو رب اور قانون ساز اور حاکم وغیرہ بنالینا ان سب کو شامل ہے۔

پھر البانی کے صفحہ ٦۴ پر اس قول پر غور کریں کہ: جب ہم جماعۃ التکفیر کی طرف لوٹیں گے یا ان کی طرف جو انہی سے نکلے ہیں اور وہ حکام اور ان کے ماتحت رہنے والے ہر شخص اور ان کے حکم اور تنخواہ پر انتظامات کرنے والے ان سب پر علی الاطلاق کفر وارتداد کا حکم لگاتے ہیں اس کی بنیاد ان (حکام و ماتحت عوام سے) متعلق فاسد فکر و نظر ہے کہ جب وہ نافرمانیاں کریں تو یہ انہیں کافر قرار دیتے ہیں"۔

اگر شیخ اپنے کلام بقول خود جماعۃ التکفیر کے ساتھ خاص کر دیتے تو ہم ان کے اس کلام پر ہر گز نہ رکتے کیوں اس صورت میں یہ کلام ہم سے کسی بھی طرح متعلق نہ ہوتا کیونکہ اس جماعت کے اصول اہل السنۃ کے اصول سے مختلف ہیں خصوصاً نافرمانیوں کی بناء پر مطلقاً تکفیر میں کیونکہ یہ خوارج کا عقیدہ ہے اور ہم اس سے بری ہیں لیکن انہوں نے۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔ یہ اضافہ کیا کہ "یا جو انہی سے نکلے ہیں" اور اس سے ان کی مراد ہر وہ شخص ہے جو طواغیت کی تکفیر کرتا ہو یا ان کے خلاف بغاوت کر کے جہاد کرتا ہو تا کہ توحید قائم ہو اور شرک و کفر مٹ جائے اس کی دلیل ان کا یہ قول بھی ہے جو اس سے پہلے ہے کہ "جماعۃ التکفیر یا بعض دیگر جماعتیں جو خود کو جہاد سے منسوب کرتی ہیں در حقیقت تکفیری ٹکڑیاں ہیں" اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ شیخ کی یہ تنقید کہ: "وہ حکام پر کفر وارتداد کا اطلاق کرتے ہیں" ہم اس سے بری نہیں بلکہ ہم ہی اس کے مستحق ہیں اور ہمارے پاس اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں اس لئے ہم اس اطلاق پر پشیمان نہیں بلکہ ہم چھپائے بغیر یہ اعلان کرتے ہیں اور فخر کرتے ہیں اور اپنی کتب و دروس و لیکچرز میں اس کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ہر جگہ با آواز بلند اس کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اسی نے ہمیں یہ راستہ دکھایا جو ہمارا اصل دین ہے اور اس کے دلائل ہمارے دلوں میں مضبوط پہاڑوں کی طرح ہیں اور جو پہر میں سورج سے زیادہ واضح ہیں جن میں سے ہم بعض پیش کر چکے ہیں اور مزید دلائل ہماری اس مضمون پر دیگر کتب میں ملاحظہ ہوں ان کا مطالعہ کریں آپ پر پوری طرح واضح

ہو جائے گا کہ اس کی بنیاد ان لوگوں کی نافرمانیاں نہیں ہیں جیسا کہ شیخ کا گمان ہے بلکہ اس کی بنیاد یہ ہے کہ وہ توحید کو مٹا کر شرک و کفر پھیلا رہے ہیں البتہ شیخ کا یہ کہنا کہ "ان کے ماتحت رہنے والے ہر شخص اور ان کے حکم اور تنخواہ پر انتظامات کرنے والوں پر علی الاطلاق کفر وارتداد کا حکم لگاتے ہیں" یہ درست نہیں ہے اس بارے میں شیخ حق وصواب سے دور ہو گئے ہیں خصوصاً طواغیت کی تکفیر کرنے والوں اور ان کے خلاف جہاد کرنے والوں کو بھی مطلقاً ذکر کیا ہے اور اسے جماعۃ التکفیر کے ساتھ خاص نہیں کیا ہے (جسے شیخ جماعۃ التکفیر کہتے ہیں ان سے مراد جماعت المسلمین ہے جو نہ جہاد کرتے ہیں نہ حکومتوں سے ٹکر لیتے ہیں خود میں نے شیخ البانی سے یہ بات سنی ہے بلکہ ان میں سے بعض بطور طنز ومزاح جہادی جماعات بھی کہلاتی ہیں) دور حاضر کی جہادی جماعتوں سے واقف اور ان کی کتب پڑھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ جماعتیں اس طرح نہیں کہتیں جس کا الزام ان پر شیخ نے لگایا ہے۔ اور ہم بھی شیخ کے ذکر کردہ اس اطلاق کے قائل نہیں کیونکہ موجودہ جمہور عوام اپنی کمزوری کے سبب ان شرکیہ کفریہ حکومتوں کی ماتحتی میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان ظالم حکومتوں کے حکم کے پابند ہو کر رہتے ہیں ہم ان میں سے صرف ان کی تکفیر کے قائل ہیں جو توحید کو مٹائے اور شرک وکفر کی برضا ورغبت مدد کرے نہ کہ مجبور ہو کر یا جو موحدین کے خلاف کفار ومشرکین کی مدد کرتا ہو ان کے مقصد کو پورا کرتا ہو۔ البتہ جو مومن ہو طاغوت سے الگ رہے یعنی اس کی عبادت نہ کرے اس کے قانون اور شرک کی مدد نہ کرے اور موحدین کے خلاف اس کے حمایتیوں کی مدد نہ کرے تو اس نے توحید کو قائم کر دیا جو بندوں کے ذمے اللہ کا حق ہے ہمیں اس کی تکفیر سے کوئی غرض نہیں اگرچہ ان حکومتوں کا تنخواہ دار ہو ہم ان حکومتوں کے پاس ملازمت کرنے سے متعلق تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں اور ہم اسے کفر نہیں کہتے ہیں اور نہ ہی سب یہ حرام ہے بلکہ کچھ کفر ہے کچھ حرام ہے اور کچھ اس طرح نہیں ہے (ملاحظہ ہو ہماری کتاب (کشف النقاب) اور (الاجوبۃ المنیرۃ علی أسئلۃ اھل الجزیرۃ" اور "الاشراقۃ فی سؤالات سواقۃ) وغیرہ) تو شیخ کا یہ اطلاق اور اسے جماعات جہاد وغیرہ سے بغیر

ثبوت و وضاحت کے منسوب کرنا حق سے دوری ہے یہاں میں انہیں اللہ کے اس فرمان سے نصیحت کرتا ہوں۔

﴿وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾(المائدۃ:۸)

"تمہیں کسی قوم کی دشمنی ناانصافی پر برانگیختہ نہ کرے عدل کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے"۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت کفار سے بغض رکھنے کے سبب نازل ہوئی حالانکہ اس کا حکم بھی ہے جب یہ بغض جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے اس بغض کو رکھنے والے اللہ نے ظلم سے روک دیا تو مسلمانوں سے کسی تاویل یا شبہے یا خواہش پرستی کی بناء پر بغض رکھنے کے بارے میں کیا خیال ہے وہ تو زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کے ساتھ ظلم نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ انصاف کیا جائے ۔(منہاج السنۃ:۵/۱۲۷)

میں کہتا ہوں: صرف توحید اور شرک و کفر سے براءت کی بناء پر ظلم کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جب آپ نے جان لیا کہ تمہارا اس سے یا کسی بھی موحد جو طاغوت کی تکفیر کرتا ہو اور ان کے خلاف جہاد کرتا ہو اس کا البانی کی اس گفتگو سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس شخص سے جس کے بارے میں لکھا کہ اس کا تعلق جماعۃ التکفیر سے تھا پھر اللہ نے اسے ہدایت دے دی کیونکہ ہمارا بزعم شیخ یہ دعویٰ نہیں کہ لوگ ان حکام سے راضی ہیں جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت نہیں کرتے اور عوام میں سے جس کی تکفیر کے ہم قائل ہیں وہ اس لئے نہیں کہ ہم نے اس کا دل چیر کر دیکھا ہے کہ وہ ان حکومتوں سے راضی ہے بلکہ اس لئے کہ اس نے اس کو ظاہر کیا ہے یعنی کفر اور شرک کی مدد کرنا اس سے تعلق قائم کرنا اسے غالب کرنا تو جو ان طواغیت کو دوست بنائے اور ان کے

شرکیہ دین اور باطل قانون سازی اور کفری قوانین کی موحدین کے خلاف مدد کرے ہم اس کی تکفیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ﴾ (المائدۃ:۵۱)

"تم میں سے جو انہیں دوست بنائے وہ انہی میں ہوا"۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو اس کے ظاہر پر رکھنے اور کفار سے دوستی لگانے والوں کی تکفیر پر اجماع نقل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوۡ كَانُوۡا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِىِّ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَا اتَّخَذُوۡهُمۡ اَوۡلِيَآءَ وَلٰـكِنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ﴾ (المائدۃ:۸۱)

"اگر وہ واقعی اللہ اور نبی اور جو اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان رکھتے تو انہیں دوست نہ بناتے لیکن ان کی اکثریت فاسق ہے"۔

اور یہ ان سے دوستی لگانے والوں کے خلاف اللہ کا حکم ہے حکم کے لئے قید نہیں ہے۔ ہم دوستی سے مدد مراد لیتے ہیں یعنی ان کے شرک اور ان کے کفری قانون اور ان کی موحدین کے خلاف مدد کرنا اس سے ان کی طرف میلان یا ظلم پر ان کے ساتھ تعاون کرنا یا ان کی جمعیت کو بڑھانا وغیرہ مراد نہیں لیتے جیسا کہ بعض علماء مسئلہ موالاۃ میں ذرائع کفر کو اہمیت دے کر اور کفر کی طرف لے جانے والے تمام راستے بند کرنے کے لئے کرتے ہیں اور نہ ہی مرجئہ کی طرح یہ شرط لگاتے ہیں کہ "جب انہیں دل سے دوست سمجھے یا اس سے دوستی کو جائز سمجھے" اہل السنۃ کے نزدیک تو یہ چیزیں کفر میں اضافہ کا سبب ہیں۔ ہم لوگوں کے دل چیک نہیں کرتے بلکہ ان کا ظاہر دیکھتے ہیں تو جو یہ ظاہر کرے کہ وہ طاغوت کا جماعتی اور ساتھی اور مددگار اور چاہنے والا ہے تو اس شخص نے نہ تو توحید کو قائم کیا اور نہ ہی کلمہ شہادت "لا الٰہ الا اللہ" میں موجود نفی کو نہ ہی طاغوت سے الگ رہا اور نہ شرک و کفر سے بیزار ہوا اور نہ ہی اللہ کی شریعت بلکہ تمام رسولوں کے احکام کا پابند ہوا۔

﴿وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ﴾ (النحل:۳۶)

"ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے الگ رہو"۔

بلکہ اس کی ضد کا پابند ہوا۔

﴿فَبَدَّلَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا قَوۡلًا غَیۡرَ الَّذِیۡ قِیۡلَ لَہُمۡ﴾ (البقرۃ:۵۹)

"ظالموں نے قول کو بدل ڈالا اس قول کے علاوہ جو ان سے کیا گیا"

تو بجائے طاغوت کے ساتھ کفر و اجتناب کے اس کی مدد و حفاظت اور اس کے باطل دین اور کفری قانون کی حفاظت شروع کر دی اور ہر اس شخص سے جنگ شروع کر دی جو اس سے بری ہو اور اس کے خلاف خروج کرے اور اسے بدلنے یا مٹانے کی کوشش کرے پھر بھی یہ کہا جائے کہ یہ خوارج ہیں اور یہ معاصی کی بناء پر تکفیر ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ ابو مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں فرمایا:

((من قال لاالہ الااللّٰہ وکفر مما یعبد من دون اللّٰہ حرم مالہ ودمہ وحسابہ علی اللّٰہ))

"جو "لا الٰہ الا اللہ" کہے اور اللہ کے سوا ہر معبود کے ساتھ کفر کرے اس کا مال و خون حرام ہے اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے"۔ (صحیح مسلم)

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں: "یہ حدیث "لا الٰہ الا اللہ" کے معنی کو پوری طرح واضح کرتی ہے کیونکہ آپ نے صرف اس کے تلفظ بلکہ تلفظ مع المعنی کو مال و جان کیلئے محافظ نہیں بنایا بلکہ اس کے اقرار کو بھی اور نہ ہی اس کے اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کسی کو بھی نہ پکارنے کو بھی بلکہ اس کی جان و مال حرمت والا نہ ہو گا جب تک اس کے ساتھ اللہ کے سوا معبود کا انکار اور اس کے ساتھ کفر نہ مل جائے پھر بھی اگر شک کرے یا معبود کا انکار اور اس کے ساتھ

کفر نہ مل جائے پھر بھی اگر شک کرے یا خاموش رہے تو اس کی جان ومال حرمت والی نہیں ہو گی۔ کیا ہی عظیم اور جلیل مسئلہ ہے اور کیا ہی واضح بیان اور قطعی دلیل ہے مخالف کے لئے۔(قرۃ عیون الموحدین باب تفسیر التوحید وشھادۃ ان لاالہ الا اللہ)

خلاصہ یہ ہوا کہ ہم خوارج اور موجودہ غالی تکفیریوں کی طرح معاصی پر تکفیر نہیں کرتے بلکہ صرف اس کی تکفیر کرتے ہیں جو توحید کو ختم کر کے شرک وکفر کی مدد کرے لہٰذا شیخ اور ان کے مقلدین اگر چاہیں تو ہم سے اس مسئلہ میں اختلاف کریں نیز شیخ کا اس آدمی کے ساتھ اپنی گفتگو کا رخ مطلق محکومین کے کفر کی طرف پھیرنا اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا ہم اس سے بری ہیں البتہ شیخ کی طرف سے طواغیت حکام کے دفاع اور ان کی تکفیر کرنے والوں اور انہیں بدلنے اور ان کے خلاف جہاد کرنے والوں کے خلاف ہر طرف سے حملہ کرنے میں کی جانے والی گفتگو سے ہمارا تعلق ہے جیسے وہ صفحہ ٦٦ پر لکھتے ہیں: "اولاً تو تم حق نہیں رکھتے ہو کہ تم ہر اس حاکم پر حکم لگاؤ جو مغربی کفری قوانین کو حاکم مانتا ہو یا اکثر قوانین کو کہ اگر اس سے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم سے متعلق پوچھا جائے تو وہ یہی جواب دے گا کہ ان قوانین کے مطابق حکومت کرنا حق اور صحیح ہے اور اسلام کے مطابق فی زمانہ حکومت جائز نہیں کیونکہ اگر وہ ایسا کہہ دیں تو وہ بلا شک وشبہ کے کافر ہو جائیں گے "۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم اس طرح کی کوئی شرط نہیں لگاتے کیونکہ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ اللہ کے ساتھ قانون سازی کرنا کفر بواح اور صریح شرک شرک ہے جو بتوں کی عبادت سے مختلف نہیں بلکہ وہ کافر ہے ایسا کہے یا نہ کہے جیسا کہ شیخ شنقیطی اور شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ سے نقل کر آئے ہیں اور اہل السنۃ نے بھی کسی بت پرست کی تکفیر کے لئے یہ شرط نہیں رکھی کہ بت پرست کہے اس کی یہ عبادت حق اور صحیح ہے اور اکیلے اللہ کی عبادت جائز نہیں یا اکیلے اسی کا حکم ماننا صحیح نہیں بلکہ وہ کافر ہے ایسا کہے یا نہ کہے اور اگر ایسا کہے گا تو یہ ہمارے نزدیک کفر میں اضافہ ہے اور جو بھی اس طرح کی شرط لگائے اس پر دلیل ہے وگرنہ ہر شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے۔ صفحہ

۷۶ پر شیخ کا قول کہ ”ایک مسلمان پر جو“ لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ“ کی گواہی دیتا ہو نماز پڑھتا ہو اس پر مرتد ہونے کا حکم کب لگایا جاسکتا ہے کیا ایک دفعہ ہی کافی ہے یا اس وقت جب وہ دین سے اپنے مرتد ہونے کا اعلان کرے؟ وہ (تکفیری) ہرگز جواب نہیں دے سکیں گے اور اگر جواب دیں بھی تو درست نہ دے سکیں گے“۔ ہم کہتے ہیں: ان شاء اللہ ہمارے پاس درست جواب ہے کسی بھی مضبوط اہل علم نے شیخ سے قبل یہ شروط پیش نہیں کیں البتہ اس طرح کی شروط سے متعلق ہم شیخ کے مقلدین اور جہمیہ و مرجئہ وغیرہ سے سنتے رہتے ہیں اللہ نے ان شروط کی کوئی دلیل نہیں اتاری قرآن میں اللہ نے کتنے ہی لوگوں کے کفر کو بیان کیا جبکہ وہ خود کو ہدایت یافتہ سمجھتے تھے اور کتنے ہی لوگ ہیں جن کی قرآن میں اللہ نے تکفیر کی حالانکہ انہوں نے دین سے مرتد ہونے یا شریعت سے بیزاری کا کوئی اعلان نہیں کیا تھا مثلاً رسول اللہ ﷺ کے ساتھ متعدد غزوات میں شریک ہونے والے بعض مجاہدین جو ”لا الٰہ الا اللہ“ کی شہادت دیتے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے قرآن کے نص میں بھی انہیں مومن کہا گیا پھر اس ایمان کے بعد قرآن نے انہیں کافر قرار دیا چند کلمات کی بناء پر جو انہوں نے اللہ کی کتاب کے ساتھ استہزاء کیے تھے فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ☆ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾(التوبۃ:۶۵-۶۶)

”اگر آپ ان سے پوچھ لیں تو کہیں گے درحقیقت ہم ٹھٹھہ اور کھیل کر رہے تھے کہہ دیجئے کیا تم اللہ اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ ٹھٹھہ کرتے ہو کوئی عذر مت پیش کرو تم ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو“۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نص لایا کہ اللہ یا اس کی آیات یا اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرنا ایسا کفر ہے جو دین سے خارج کر دیتا ہے یہ نہیں فرمایا: کہ میں جانتا

ہوں کہ ان کے دلوں میں کفر ہے بلکہ انہیں صرف استہزاء کی بناء پر کافر قرار دیا اب جو اس کے سوا کچھ اور تاویل کرے اس نے اللہ پر ایسی بات کہہ دی جو اس نے نہیں کہی"(الفصل:۳/۲۴۵)

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ و دیگر مفسرین نے اس آیت کے سبب نزول میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی چند آثار نقل کئے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ ان بعض لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں جنہیں اللہ نے کافر قرار دیا"میرے خیال میں یہ جانوں کی جائے بول و براز سے متعلق ہے جسے پتھر زخمی کئے جا رہے تھے "اور وہ کہہ رہا تھا یا رسول اللہ در حقیقت ہم ٹھٹھہ کو کھیل کرتے ہیں"بعض روایات میں ہے "ہم اس قافلے سے متعلق باتیں کرتے تھے جس میں ہم راہ لوٹتے تھے"گویا محترم شیخ انہوں نے ارتداد کا اعلان نہیں کیا تھا جیسا کہ آپ شرط لگاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کے کلام کے نص سے ثابت ہو گیا کہ جو مسلمان" لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ" کی گواہی دے، نماز پڑھے وہ کفر کا ارتکاب کر سکتا ہے اگر اسلام کے منافی اور ختم کر دینے والا کوئی بھی کام کرے اگرچہ ارتداد کا اعلان نہ بھی کرے۔ اور یہ بھی واجب نہیں جیسا کہ شیخ واجب قرار دیتے ہیں کافر ہونے کے لئے واجب ہے کہ اپنے ارتداد کا اعلان کرے یا جان بوجھ کر ایسا کرے یا اسلام سے خارج ہونے کا قصد کرے"۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (الصارم المسلول ص:۳۷۰) میں فرماتے ہیں:"مقصد یہ ہے کہ محض گالی دینے سے ہی کفر ہو جاتا ہے اسی طرح دین بدل لینے یا رسالت کو جھٹلانے کا ارادہ کرنے سے بھی کفر ہو جاتا ہے جس طرح الوہیت کو جھٹلانے کے ارادے سے ہی ابلیس کافر ہو گیا تھا اگرچہ اس کا قصد نہ ہونا بھی کوئی اثر نہیں رکھتا مثلاً جو قول کفر کہے اور پھر کہے کہ اس کا قصد کفر کا نہ تھا تو اسے یہ کچھ فائدہ نہیں دے گا (اور وہ کافر ہو جائے گا)"نیز اللہ تعالیٰ نے اکثر کفار سے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ خود کو اچھے اعمال پر گمان کرتے ہیں بلکہ خود کو مومنوں سے بڑھ کر ہدایت یافتہ قرار دیتے ہیں ارشاد فرمایا:

﴿قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالاً ☆ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا

وَ هُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ☆ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ

رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلاَ نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ (الکہف:۱۰۳-۱۰۵)

''کہہ دیجئے کیا ہم تمہیں اعمال میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والوں کے متعلق بتائیں وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیاوی زندگی میں ہی رائیگاں گئیں اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ بڑے اچھے کام کررہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رب کی آیات اور ملاقات کا انکار کردیا تو ہم بروز قیامت ان کے لئے ترازو تک نہ لگائیں گے''۔

ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ بڑی مضبوط دلیل ہے اس شخص کی خطاء پر جو کہتا ہو کہ اللہ کے ساتھ کفر اس کی وحدانیت کا علم ہونے کے بعد صرف قصد کفر کے ذریعے ہی ممکن ہے. اگر یہ قول درست ہوتا کہ اللہ کے ساتھ کفر اسی وقت ممکن ہے جب اس کا علم ہو اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ نے جن لوگوں کے بارے میں یہ کہا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے اچھے اعمال کررہے ہیں انہیں ثواب اور اجر دیا جائے ان کے ان اعمال پر جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اللہ تعالیٰ نے کافر قرار دیا اور ان کے اعمال کو برباد قرار دیا۔ (ص:۴۴-۴۵ دار الفکر)

نیز تہذیب الآثار میں چند احادیث جنہیں خوارج بیان کرتے تھے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''اس میں اس کا ردّ ہے جو کہتا ہے کہ کوئی مسلمان اسلام سے حکم کفر کا مستحق ہونے کے باوجود اسی وقت خارج ہو سکتا ہے جب خارج ہونے کا قصد کرے اور جانتا بھی ہو'' دیکھئے (فتح الباری کتاب استتابۃ المرتدین باب من ترك قتال الخوارج) اسی جگہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس میں دلیل ہے کہ بعض مسلمان دین سے بنا قصد کے بھی خارج ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ اسلام کے مقابل کوئی دین بھی اختیار نہیں کرتے''۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نبی ﷺ کے زمانے کے کچھ ایسے لوگوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جنہوں نے ایمان واسلام کا اظہار کیا پھر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم اور رسول کے حکم سے اعراض کیا اور طاغوت کو حاکم بنانا چاہا تو اللہ نے ان کے دعوٰی ایمان کو جھوٹا کہا اور اسے گمان قرار دیا فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾ (النساء:٦٠)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ جو آپ کی طرف اور آپ سے پہلے کی طرف نازل کیا گیا اس پر وہ ایمان رکھتے ہیں چاہتے ہیں کہ طاغوت کو حاکم بنائیں حالانکہ انہیں اس کے ساتھ کفر کرنے کا حکم ہے"

دیکھ لیجئے اللہ نے کس طرح ان ے دعوٰی ایمان کو جھوٹا کہا اور اسے زعم قرار دیا حالانکہ صراحتاً ارتداد کا اعلان نہیں کیا تھا بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان:

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا﴾ (النساء:٦٢)

"اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارا ارادہ محض نیکی اور موافقت کا تھا"۔

(امام شوکانی اس فرمان کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی آپ کے سوا کسی اور کے پاس حکم کے لئے جانے سے ہمارا ارادہ نیکی کا تھا نہ کہ برائی کا اور دونوں جھگڑا کرنے والوں کے مابین موافقت کرانے کا تھا نہ کہ آپ کی مخالفت کا (فتح القدیر))

شیخ عبدالرحمن بن حسن بن شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کے حکم کی مخالفت کرے اس طرح کہ لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے بغیر فیصلہ دے یا اپنی خواہش و ارادے کی اتباع میں ایسا کرے تو وہ ایمان واسلام سے محروم ہو گیا خواہ مومن ہونے کا گمان رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ارادہ کرنے والے کی بھی مذمت کی ہے اور اسے

ان کے دعوٰی ایمان میں جھوٹا کہا ہے جیسا کہ اللہ کے اس فرمان ((یَزْعُمُوْنَ)) "وہ گمان کرتے ہیں" کہ ضمن میں ان کے ایمان کی نفی کی ہے کیونکہ یہ لفظ عموماً جھوٹا دعوٰی کرنے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے دعوٰی کے تقاضوں کے مخالف اور منافی عمل کرتا ہے اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾(النساء:٦٠)

"حالانکہ انہیں اس کے ساتھ کفر کرنے کا حکم ہے"

کیونکہ طاغوت کے ساتھ کفر کرنا توحید کا رکن ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت میں صراحت ہے اگر یہ رکن نہ رہے تو موحد نہیں رہتا" (فتح المجید شرح کتاب التوحید ص:٣٢٩)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾(الحجرات:٢)

"ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ ان کی موجودگی میں بلند آواز سے بات کرو جیسے تم آپس میں آواز بلند کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو"۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ واضح نص اور مومنین سے خطاب ہے کہ ان کا ایمان مکمل طور پر تباہ ہو جائے گا اور ان کے اعمال برباد ہو جائیں گے اگر انہوں نے اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند کیں اگرچہ فی الواقع انکار نہ کریں اور اگر انکار کرتے ہوتے تو اس کا شعور بھی حاصل کر لیتے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ایسا ہو گا اور انہیں خبر تک نہ ہو گی لہٰذا ثابت ہوا کہ بعض جسم کے

اعمال ہی کفر ہوتے ہیں جو مرتکب کے ایمان کو بالکل باطل کر دیتے ہیں اور بعض کفر نہیں ہوتے مگر وہ صرف وہ جن پر اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم لگایا ہو صرف وہ عمل اس سے زیادہ نہیں"(الفصل: ۲۶۲/ ۳)

میں کہتا ہوں کہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے الصارم المسلول میں ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کا کلام کیا ہے اور کفر کے ساتھ ہی اعمال کے مکمل طور برباد ہو جانے کا ذکر کیا اس کے دلائل درج ذیل ہیں: صفحہ ۱۷۷-۱۷۸ پر فرماتے ہیں:"خلاصہ یہ کہ جو کفر کہے یا کرے اس کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اگرچہ کافر ہونے کا قصد نہ رکھتا ہو کیونکہ کفر کا قصد تو کوئی بھی نہیں رکھتا الا ماشاء اللہ "لہٰذا یہ درست ہے کہ انسان کفر کرے اور اس کے اعمال برباد ہو جائیں اگرچہ وہ ارتداد کا اعلان نہ کرے اور یہ مشاہدے میں آتا رہتا ہے کہ کتنے لوگ اللہ کے دین میں الحاد کرتے ہیں اللہ ورسول کو گالی دیتے ہیں اولیاء اللہ سے جنگ کرتے ہیں نواقضِ اسلام اور مختلف کفر میں داخل کر دینے والے اعمال میں واقع ہوتے ہیں پھر بھی خود کو کچھ سمجھتے ہیں بلکہ جب ان پر کفر کی تہمت لگائی جائے تو شدید غضبناک ہو جاتے ہیں اور لڑ پڑتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں مومن ہیں انہوں نے ارتداد یا اسلام سے براءت کا اعلان نہیں کیا ہوتا تو اس طرح لوگوں کے بارے میں جہمیہ اور مرجئہ کیا کہیں گے ؟۔

"وہ ہرگز جواب نہیں دے سکتے اور اگر دیں بھی درست نہ دیں گے "شیخ نے یہی فرمایا تھا میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اللہ انہیں ہدایت دے۔رہی وہ حکایت جسے شیخ بسا اوقات پیش کرتے رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے ذریعے حکام کی تکفیر کے مسئلے میں مخالفین کو لاجواب کر دیں گے اور ان کے مقلدین بھی ان کی پیروی میں ایسا کرتے ہیں جن میں ایک حلبی بھی ہے (اپنے مقدمے کے صفحہ ۲۶ پر لکھتا ہے: کیا ہی علمی اور مضبوط دلیل ہے جو کسی ایک مسئلے یا ۱۰ یا ۱۰۰ یا اس سے بھی زیادہ مسائل میں حکم کے ہونے کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کو چھوڑ دینے یعنی اس کے اصل حکم کو چھوڑ دینے کے درمیان فرق کرتی ہے خواہ یہ ترک بادشاہ کی طرف سے ہو اپنی رعایا میں یا کسی بھی ذمے دار کی طرف سے ہو اپنے ماتحتوں میں" دیکھ لیجئے موجودہ تشریعی قانونی طاغوتی حکام سے

اب بھی اندھا ہے اسی لئے اس بادشاہ جس کے اختیار میں مقدمات اور ان کی تنفیذ اور طاغوتی قوانین ہیں کہ درمیان اور کسی بھی ذمے دار جو اپنے ماتحت کا ذمہ دار ہو کے مابین کوئی فرق نہیں کرتا سچ ہے آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں البتہ دل اندھے ہوجاتے ہیں) اس حکایت کو صفحہ ٦٧ پر لکھتے ہیں: "جو قاضی شریح کے مطابق حکم کرتا ہو اس کی عادت اس کا نظام یہی ہو لیکن کسی ایک مقدمے میں غلطی کر جائے اور شریعت کے خلاف حکم کر دے یعنی ظالم کو حق دیدے اور مظلوم کو محروم کر دے یہ قطعاً اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم ہوا اس صورت میں تم کیا کہو گے کیا وہ کافر و مرتد ہو گیا؟ وہ کہیں گے کہ نہیں کیونکہ ایسا صرف ایک دفعہ ہوا ہے ہم کہتے ہیں اگر ایسا دو بار ہو جائے یا کسی اور مقدمہ میں بھی شریعت کی مخالفت کر دے کیا اسے کافر قرار دیا جائے گا؟ ہم پھر کہتے ہیں کہ تین دفعہ یا چار دفعہ تم کب اسے کافر قرار دو گے؟ وہ اس کے شریعت مخالف احکامات کی تعداد کی بناء پر ہرگز اس پر حد ارتداد قائم نہیں کر سکتے نہ ہی اس کی بناء پر اسے کافر قرار دے سکتے ہیں"

1 اس مسئلے میں جو ایک دفعہ غلطی کرے یا کسی ایک مقدمے میں ہم متقدمین اہم علم کی متابعت میں کہتے ہیں کہ وہ ایسے قاضی کا تصور نہیں رکھتے تھے جس کی عادت اور نظام شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا ہو پھر خلاف شرع حکم کرنے لگے ظالم کو حق دے اور مظلوم کو محروم کر کے اور ایسا بار بار کرے البتہ جو ایک دفعہ ایسا کرے اس کے بارے میں اکثر متقدمین عمل کے کسی جزء کو چھوڑنا یا اسے بالکل ہی ترک کر دینا اس میں فرق کرتے تھے اور مؤخر الذکر کو کفر تولّی (پھر جانے کا کفر) قرار دیتے تھے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے اسی لئے ائمہ سے کسی ایک مسئلے میں قاضی کی لغزش سے متعلق بہت سا مواد مل جاتا ہے جیل میں جو مجھے مل گیا وہ پیش خدمت ہے: ابن ابی العز الحنفی فرماتے ہیں: اگر وہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرنے کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہو اور واقعے میں بھی اس کا یقین رکھتا ہو پھر بھی اس سے اعراض گناہ سمجھ کر کیا ہو تو اس کا کفر کفر اصغر ہے۔ (شرح عقیدہ طحاویۃ: ۳۲۴)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر حاکم دیندار ہو لیکن علم کے بغیر حکم دے تو جہنمی ہو گا اور اگر عالم ہو لیکن خلاف علم حکم کرے وہ بھی جہنمی ہو گا اور اگر عدل اور علم کے بغیر حکم کرے تو بالاولیٰ جہنمی ہو گا یہ اس وقت ہے جب کسی ایک معین مقدمے یا شخص میں ایسا کرے (نیز فرمایا: البتہ جب مسلمانوں کے دین سے متعلق عام حکم کرے کہ حق کو باطل اور باطل کو حق اور سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت اور معروف کو منکر اور منکر کو معروف قرار دے اور جس سے اللہ رسول نے منع کیا اس کا حکم کرے اور جس کا حکم دیا اس سے روکے تو یہ مختلف صورت ہے اس کے بارے میں رب العالمین اور الٰہ المرسلین اور مالک یوم الدین ہی فیصلہ کرے گا" حلبی نے اپنے مقدمے کے صفحہ ۸۵ کے حاشیے میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام نقل کرکے یہ وہم دینے کی کوشش کی ہے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوع پر توقف کیا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۳۵/۳۸۸)

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر حکم بما انزل اللہ کے وجوب کا معتقد ہو اس واقعے میں اور نافرمانی کرکے پھر جائے اور اعتراف کرے کہ سزا کا مستحق ہے تو یہ کفر اصغر ہوا" شیخ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ قوانین کا حاکم قرار دینے سے متعلق اپنے فتوٰی کی قسم ثانی یعنی جس میں حاکم اللہ کے نازل کردہ کے بغیر فیصلہ کرنے سے دین سے خارج نہیں ہوتا میں فرماتے ہیں: "یہ اس صورت میں جب اس کی شہوت اور خواہش اللہ کے نازل کردہ کے بغیر مقدمے کا فیصلہ کرنے پر مجبور کرے اور یہ اعتقاد بھی رکھے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہی حق ہے اور اعتراف کرے کہ یہ گناہ ہے ہدایت سے دوری ہے" نیز فرماتے ہیں: وہ جس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ کفر دون کفر ہے یہ اس وقت ہے جب وہ غیر اللہ کو حاکم مانے اس اعتقاد کے ساتھ کہ نافرمانی کررہا ہے اور اللہ کا حکم ہی حق ہے یہ یا اس جیسی اور صورت اس سے ایک دفعہ پر صادر ہو البتہ جو قوانین کو مرتب کرے اور تسلیم کرے یہ کفر ہے اگرچہ کہتے ہوں کہ ہم غلطی پر ہیں اور شرع کا حکم ہی عدل ہے یعنی مقرر، مثبت اور مرجع میں فرق کرے (یعنی اللہ کی شریعت سے مقرر اور ثابت جس کی پابندی کا اعتراف کرتا ہے اور ایک دفعہ یا اس واقعہ میں جس میں

شریعت کی مخالفت کی اپنی نافرمانی کا اعتراف کرتا ہے اس میں اور اللہ کے علاوہ کسی قانون کو حوالہ قرار دینے میں فرق کرتا ہو) اسے ہی مرجع یعنی حوالہ بھی قرار دیں تو یہ کفر دین سے خارج کر دیتا ہے "(فتاوٰی ورسائل الشیخ:۱۲/ ۲۸۰ فتوٰی نمبر:۴۰۶۰)

2 جب شیخ نے یہ سوال ہم سے کیا ہے تو ہم جواب دیتے ہیں کہ ایسے ظالم وجابر کو ایسا کافر نہیں کہا جائے گا جو دین سے خارج کر دے اگرچہ ایسا دس دفعہ بلکہ سو(۱۰۰) دفعہ بھی کرے جب تک اصل دین بر قرار ہے اور اسے ہی حاکم مانتا ہو یعنی اللہ کا دین اور قانون اور جب تک یہ حالت بر قرار ہے جو شیخ نے ذکر کی کہ غلطی کر جائے ظالم کو حق دے اور مظلوم کو محروم کر دے یہ نہیں کہ کفری قوانین کو حاکم بنائے یا طاغوت کو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بالکل پھر جائے یا عراض کرنے کی وجہ سے ایسا کرے بلکہ نافرمانی یا خواہش پرستی کی وجہ سے کبھی کبھار ایسا کرے تو یہ کفر نہیں مگر جب تک اسے جائز اور حلال نہ سمجھے یہ ایسے ہی ہے جیسے دیگر گناہ جو کفر میں داخل نہیں کرتے جیسے زنا، شراب نوشی یا چوری۔ یہاں شیخ کا یہ قول کہ "یہ قطعاً اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم ہو" تسامح ہے کیونکہ اس حالت میں اس نے خواہش اور شہوت کو حاکم بنایا ہے اور یہ قطعاً اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ ہے لیکن یہ قانونی طاغوتی حکم نہیں جسے مراد لے کر ہم اس کے مرتکب کی تکفیر کرتے ہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ صورت جو شیخ نے پیش کی ہے دورِ حاضر میں نہیں پائی جاتی تو اس ہیر پھیر اور تلبیس کی کیا ضرورت ہے؟ آج ہمارے پاس ایسا کوئی قاضی نہیں جو شریعت کے مطابق حکم کرتا ہو اور یہی اس کی عادت اور نظام ہو البتہ اس سے ملتے جلتے کچھ امور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور خلافت بنی امیہ و بنی عباس وغیرہ کے زمانے میں موجود تھے ان کے لئے جائز تھا کہ وہ ان کی تکفیر کرنے والوں سے مناقشہ کریں اسی انداز سے جسے شیخ اور مقلدین پسند کرتے ہیں۔ جو صورت آج موجود ہے وہ ایسا قاضی ہے جو من گھڑت کفری قانون کے مطابق حکم کرتا ہے یہی اس کی عادت اور نظام ہے شیخ ہم سے اس طرح کے قضاۃ کے متعلق پوچھنا چاہیں تو پوچھیں ہم نہ تو خلافت بنی امیہ میں ہیں اور نہ خلافت بنی عباس میں اور جو

اس خواب غفلت میں دھت ہے وہ جاگ جائے اور ہوش کرے جو صورت آج ہمارے زمانے میں ہے وہ یہ ہے کہ سزا دستور کے قانون کے مطابق، قانونی منصب جس پر بادشاہ یا امیر یا سردار فائز ہوتا ہے وہ دستور کی وضاحت کے مطابق (جیسا کہ اردنی دستور کی دفعہ ۲۴ شق نمبر ا میں ہے کہ "قوانین کا مصدر عوام ہیں" شق نمبر ۲ میں ہے "عوام دستور سے واضح طور پر اپنے لئے قوانین بناسکتی ہے") چنانچہ آج کا قاضی دستور کی دفعات یا کفریہ قوانین کے مطابق ہی قانون بناسکتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتا یہی اس کی عادت یا نظام ہے، شیخ آپ کہاں ہیں ؟ اور اس طرح کا قاضی اس طرح کے قانون کا پابند ہونے یا اس کے مطابق منصب قضاء قبول کرنے کی بناپر ہی کافر قرار دے دیا جائے گا اگرچہ اس قانون کو نافذ نہ کرے نہ اس کے مطابق فیصلہ دے کیونکہ طاغوتی قانون یا حکم کو قبول کرنے کا ارادہ کرکے ہی اس نے توحید کو ڈھادیا اور شرک وکفر میں واقع ہو گیا اس بارے میں کلام اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾ (النساء:٦٠)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو زعم کرتے ہیں کہ وہ جو آپ کی یا آپ سے قبل کی طرف اتارا گیا اس پر ایمان رکھتے ہیں چاہتے ہیں کہ طاغوت کو حاکم بنائیں حالانکہ انہیں حکم ہے کہ اس کا انکار کریں"

کی روشنی میں ہم کچھ صفحات قبل ہی تفصیلی کلام کر آئے ہیں۔ اکثر مشائخ آج اس قانون سے ناواقف ہیں اس کے باوجود اس کے بارے میں علم وہدایت اور بصیرت کے بغیر فتوے دیتے ہیں ہم شیخ اور ان کے مقلدین سے بڑا واضح سوال کرتے ہیں اگر آج منصب یا قضاء کا حکم انجیل منسوخ شریعت کے ذریعے ہو اور قاضی یا حاکم اس پر اس طرح فائز ہو کہ اللہ کی قسم کھائے اور پختہ عہد کرے کہ اپنے

فیصلے اور نظام حکم میں انجیل کے نصوص نافذ کرے گا اور پورے اخلاص کے ساتھ ایسا کرے گا کیا اس طرح کے شخص کے بارے میں آپ لوگ ایک یا زیادہ مرتبہ کی تفریق کریں گے میں شیخ کی اپنے مخالفین کے لئے اس قول کو دوبارہ دہرانا نہیں چاہتا کہ وہ ہرگز جواب نہیں دے سکیں گے یا دیں گے تو غلط جواب لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ ہمارے عقیدے کے مطابق اس طرح کا قاضی کافر ہو گا دین سے خارج ہو گا وہ بھی صرف اس منصب کو قبول اور اس شرط اور نظام اور عادت اور طریقے کے مطابق اس کا پابند ہونے کی بناء پر خواہ اس کے مطابق فیصلہ کرے یا نہ کرے نہ ہی اسے نافذ کرے اور جو ایسا فیصلہ دے تو ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کفر پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے فرماتے ہیں: ''اس بارے میں دو مسلمان بھی اختلاف نہیں کرتے کہ جو انجیل کے مطابق فیصلہ دے وہ کافر مشرک اور اسلام سے خارج ہے کیونکہ اسلامی شریعت میں اس پر کوئی نص یا وحی موجود نہیں'' (الاحکام فی اصول الاحکام: ۲/ ۹۵۸)

ہم بھی اس شخص کے بارے میں یہی کہتے ہیں جو خود کو یا کسی اور کو مطلقاً منصب قانون کی بنیاد قرار دے جیسا کہ ان کے دستوروں میں موجود ہے کہ ''قانونی منصب کی بنیاد بادشاہ یا امیر یا سردار یا ارکان پارلیمنٹ ہیں'' تو یہ اللہ کے کفر ہے خواہ وہ اس کے مطابق قانون بنائے یا نہ بنائے کیونکہ یہ اس شخص کی طرح ہوا جو کہے:

﴿انا ربکم الاعلیٰ﴾

''میں تمہارا بڑا رب ہوں''

تو وہ کافر ہے خواہ لوگوں سے اپنی عبادت کا مطالبہ کرے یا نہ کرے یا لوگ اس کی عبادت کریں یا نہ کریں یہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ حلال اور جائز سمجھے یا نہ سمجھے اسی لئے ہم محترم شیخ پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں کہ ان لوگوں کی تکفیر میں اللہ کے اس فرمان سے دلیل نہیں لیتے کہ:

﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ﴾ (المائدۃ: ۴۴)

"جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہ لوگ کافر ہیں"

اور نہ ہی اس کے ظاہر پر مشتمل دوانواع میں سے کسی بھی نوع سے جن میں موجودہ مرجئہ اختلاط کا شکار ہیں ہرگز نہیں اور نہ ہی ہم آپ کے ساتھ مناظرے، قبول وردّ میں اس آیت کے متعلق گفتگو کرتے ہیں اگرچہ فی الواقع یہ موجودہ دور کے اعتبار سے ہماری ہی دلیل ہے کیونکہ اس کی اصل بنیاد موجود حکام جیسے لوگوں کے بارے میں ہی ہے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں ہم تو موجودہ شرکیہ قانون سازی وغیرہ کے خلاف دلیل دیتے ہیں ارشاد فرمایا:

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾(الشوریٰ:۲۱)

"کیا ان کے شرکاء ہیں جو ان کے لئے قانون بناکر دین قرار دیتے ہیں جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا"

نیز فرمایا:

﴿وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾(الانعام:۱۲۱)

"شیاطین اپنے اولیاء کی طرف القاء کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے اختلاف کریں اور اگر تم نے ان کی بات مانی تو تم ہی مشرک ہو"

اس کے شان نزول سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اور اس کی تفسیر میں شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملاحظہ ہو) نیز فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾(التوبۃ:۳۱)

"یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا"

نیز فرمایا:

﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا﴾(سورۃ الکہف:۲۶)

"وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا"

نیز فرمایا:

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾(المائدۃ:۵۰)

"کیا وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں حالانکہ اللہ سے بڑھ کر حکم میں کون اچھا ہو گا یقین رکھنے والوں کے لئے"

(اس آیت سے متعلق تفسیر ابن کثیر ملاحظہ ہو)نیز فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ.........الآیۃ﴾(النساء:۶۰)

"کیا تونے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ زعم رکھتے ہیں کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف یا آپ سے پہلے کی طرف اتارا گیا چاہتے ہیں کہ طاغوت کو حاکم بنائیں حالانکہ انہیں اس کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے.........الخ"۔

ایسے ہی دیگر دلائل تاکہ ہم مخاطب کے سامنے پوری وضاحت کر سکیں کہ موجودہ حکومت طاغوتی شرکی کفری قانون سازی ہے جو کلمہ توحید کا اعتبار ختم کر دیتی ہے لہٰذا مذکورہ آیت کے گرد جہمیہ اور مرجئۃ کی طرح ہیر پھیر اور تلبیس و تخلیط کرنے کی چنداں حاجت نہیں ہے۔رہا شیخ کا صفحہ ۶۷-۶۸ پر یہ قول کہ:"اس وقت جب وہ اس کے برعکس بھی پوری قدرت رکھتا ہو جب اس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ حکم بغیر ماانزل اللہ کو پہلے حکم پر ترجیح دیتا ہے اسے جائز و حلال سمجھتا ہے اور حکم شرعی کو معیوب سمجھتا ہے تو اس وقت اس پر ارتداد کا حکم لگانا صحیح ہے اور پہلی دفعہ میں ہی"ہم کہتے ہیں کہ پہلی مرتبہ کے علاوہ بھی بلکہ اس سے بھی پہلے کہ وہ اسے قانون (شریعت) سمجھے خواہ ایک

ہی بار تو یہ کفر پر کفر ہے کیونکہ حکم بغیر ما انزل اللہ کفر اکبر ہے اور اللہ کے حکم کو معیوب سمجھنا بھی کفر اکبر ہے ایسے حکم بغیر ما انزل اللہ کو ترجیح دینا بھی جبکہ ہم تنبیہ کر آئے ہیں کہ لوگ اس سے موجودہ طاغوتی قانونی قانون سازی مراد لیتے ہیں تو اس طاغوت کے حکم کو ترجیح دینا بھی جس کے ساتھ کفر کرنے کا حکم ہمیں اللہ نے دیا ہے کفر اکبر ہی ہوا۔ جبکہ شیخ نے حاکم کے مرتد ہونے کا حکم اسی صورت میں لگایا ہے جب وہ ان تمام کو جمع کرلے حالانکہ ان تینوں میں سے ہر ایک کفر ہے خواہ حاکم اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرے اور اللہ کے حکم کے علاوہ کو اچھا سمجھتا ہو اور اسے بہتر کہتا ہو تو کافر ہوا۔ اور اگر اسلام کے مطابق ہی حکم کرتا رہے لیکن اسلام کے علاوہ حکم کے حلال اور جائز ہونے کا اعتقاد رکھے تو کافر ہو اور اگر اسلام کے مطابق حکم کرے مگر اللہ کے حکم کو معیوب سمجھتا ہو تو کافر ہوگا تو اس طرح کی شروط لگانے کی ضرورت نہیں جن کی شرعی حیثیت کچرے اور اضافی بوجھ سے زیادہ نہیں۔

یہ ہے حقیقت کا اصل رخ کیونکہ ہماری گفتگو طاغوت کو حاکم ماننے یا اس کی طرف حکم کے لئے رجوع کرنے اور اللہ کے مقابل قانون سازی کرنے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی ان اعمال کے بارے میں ہے اور ان اعمال کو ہی اللہ نے کفر قرار دیا ہے اور ان کے مرتکب کے ایمان کی نفی کی ہے تو آپ اس سے کیوں فرار چاہتے ہو اور کلام کو دل اور استحلال اور اعتقاد کی طرف پھیر دیتے ہو؟ جہمیہ اور مرجئہ باب الایمان میں یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں کیا یہ حقیقت نہیں؟ یہ صفحات لکھنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ شیخ ابن عثیمین نے بھی شیخ البانی کی کتاب (کتاب التحذیر من فتنة التکفیر) کے صفحہ ۷۲-۷۳ پر البانی کے کلام پر تنقید کرتے ہوئے تعلیق میں لکھتے ہیں کہ: "لیکن ہم محققین ان کی اس مسئلے میں مخالفت کرتے ہیں کہ ان پر کفر کا حکم اسی وقت لگے گا جب وہ اس کے جائز وحلال ہونے کا اعتقاد رکھیں یہ مسئلہ محل نظر ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جو اللہ کے حکم کے مطابق حکم کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ غیر اللہ کا حکم بہتر ہے تو وہ کافر ہے اگرچہ اللہ کے حکم کے مطابق حکم کرتا

رہے اور اس کا کفر عقیدے کے کفر سے متعلق ہے۔ لیکن عمل سے متعلق ہمارا کلام میرے گمان میں ایسا ممکن نہیں کہ کوئی شرع مخالف قانون کو نافذ کرے جس کے مطابق اللہ کے بندے فیصلہ کر رہے ہوں اور وہ اسے جائز و حلال بھی نہ سمجھتا ہو اور یہ اعتقاد بھی نہ رکھتا ہو کہ یہ قانون شرعی سے بہتر ہے ۔وہ کافر ہے یہی ظاہری بھی ہے وگرنہ اس کا حمل کیا ہو گا''؟(حلبی نے شیخ ابن عثیمین کے اس کلام کے الفاظ ''تحقیق''اور ''میرے گمان میں ''پر حاشیے میں لکھا ہے کہ: ''غور کیجئے (اللہ آپ کو توفیق دے) شیخ کے اس مسئلے میں تحفظ کو جو ان کے الفاظ، تحقیق،اور،میرے گمان میں ہے اوران کے غور وفکر اور تحفظ اور اسے جلد بازی کے ساتھ ملانے کو......... ''میں کہتا ہوں کہ آپ اس کے اس تعصب پر غور کیجئے کہ قد قدے(عربی میں لفظ قد کا معنی اردو میں تحقیق ہوتا ہے یہ اسی لفظ کی طرف اشارہ ہے)اور ظن (گمان) کو لے کر بیٹھ گیا حالانکہ اللہ نے گمان کی پیروی کی مذمت بیان کی ہے اور پھر تعریف کا مستحق بننا چاہتا ہے جبکہ علمی اور دقیق کلام میں ایسا نہیں ہوتا لیکن کیا کریں تقلید اور اندھے تعصب اور بغض وخواہش پرستی مصیبت ہی ایسی ہے کہ خواہش کی آنکھ کو کوئی عیب عیب نہیں دکھتا۔ذہن نشین رہے کہ میں نے ابن عثیمین کے اس کلام کو اسی لئے ذکر کیا کہ حلبی جس کلام کے پیچھے دوڑے چلا جارہا ہے اس پر اجماع نہیں ہے حتی کہ ان کا بھی نہیں جنہیں حلبی سلفیت کی طرف منسوب کرتا ہے اور مشائخ اور علمائے امت اور ان کے اتفاق کو اجماع قرار دیتا اور نہ ہی میں اسے دلیل کے طور پر لایا ہوں کیونکہ ہمارے نزدیک ابن عثیمین وغیرہ سرکاری علماء کے اقوال کی کوئی اہمیت نہیں اور نہ ہم ان ابواب سے متعلق ان کے فتاوٰی جمع کرنے کے شوقین ہیں بلکہ اللہ کی قسم ہم تو ان کی کتب اور مقالات سے وہ بات نقل کرنے میں بھی حرج محسوس کرتے ہیں جو حق کے مطابق ہوں اس خوف سے کہ نوجوانان دھوکے کا شکار نہ بن جائیں اور یہ وہم پیدا ہو کہ ہم سرکاری علماء کی توثیق کر رہے ہیں اور انہیں قبول کر رہے ہیں۔کیونکہ واجب یہ ہے کہ طواغیت کفر کی بیعت اور مسئلہ امامت میں ان کی بدعات اور گمراہیوں ودیگر خرافات سے لوگوں کو بچایا جائے اور نوجوان طبقہ ان کی تلبیس میں

شراکت اور انہیں اپنا مقتدیٰ و پیشوا اور محل اجماع قرار دینے سے ہوشیار رہیں کیونکہ ان کے کلام کا کوئی ضابطہ نہیں ہوتا اور اس میں قدقدۃ اور ظنظنۃ وغیرہ ہوتا ہے جو جہمیہ کی ترجمانی کررہا ہوتا ہے جیسا کہ ان کے اس قول میں بھی جھلک ہے کہ "میرے گمان میں ایسا ممکن نہیں کہ کوئی شرع کی مخالف قانون نافذ کرے جس کے مطابق اللہ کے بندے فیصلہ کر رہے ہوں اور پھر وہ اسے جائز و حلال بھی نہ سمجھتا ہو اور یہ اعتقاد بھی نہ رکھتا ہو کہ یہ قانون شرعی سے بہتر ہے وہ کافر ہے" اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ کفریہ قوانین کو حکم ماننا ہی کفر ہے اور ایمان کی نفی یا کفر باطن کی دلیل ہے جو بھی ایسا کرے گا ظاہر و باطن میں کافر ہوا یعنی یہ حکم ہے حکم کے لئے قید نہیں اس میں کوئی حرج نہیں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ لَوۡ كَانُوۡا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡهِ مَا اتَّخَذُوۡهُمۡ اَوۡلِیَآءَ﴾(المائدۃ:۸۱)

"اگر وہ اللہ اور نبی اور اس پر جو اس کی طرف اتارا گیا پر ایمان رکھتے تو انہیں (کفار کو) دوست نہ بناتے"

نیز فرمایا:

﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّكۡفُرُوۡا بِهٖ........الآیۃ﴾(النساء:٦٠)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ گمان رکھتے یں کہ وہ اس جو آپ کی طرف اور آپ سے پہلے کی طرف اتارا گیا ایمان رکھتے ہیں چاہتے ہیں کہ طاغوت کو حکم بنائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ اس کے ساتھ کفر کریں"

اور اگر یہ مراد ہے یہ علت یا قید ہو یعنی جو طاغوت کو حاکم بنائے اس وقت تک کافر نہ ہو گا جب تک اسے حلال نہ سمجھ لے اور اس کے شریعت سے بہتر ہونے کا اعتقاد نہ رکھ لے پھر اس قول سے ان کی مراد یہ ہوئی کہ ہر شخص جو مخالف شرع قانون نافذ کرتا ہو در حقیقت ایسا اس لئے کرتا ہے کہ اسے جائز سمجھتا ہے اور اس کے شریعت سے بہتر ہونے کا معتقد ہے تو اس استحلال یا اعتقاد کی بناء پر اسے کافر قرار دیا جائے گا نہ کہ قوانین کو حاکم بنانے کی بناء پر تو یہ درست نہیں ہم اپنی کتاب ((امتاع النظر فی کشف شبہات مرجئۃ العصر)) میں وضاحت کر آئے ہیں کہ کفر میں داخل کر دینے والے اعمال میں یہ قید یا شرط جہمیہ کا مذہب ہے جو کہتے ہیں کہ بت یا سورج کو سجدہ کرنا یا انبیاء کو قتل کرنا یا مصحف کو گندگی میں پھینکنا وغیرہ یہ اعمال مکفرہ نہیں ہیں بذات خود کفر نہیں ہیں بلکہ اس بات کی علامت ہیں کہ ان کا فاعل کفر کا اعتقاد رکھتا ہے اگر وہ اسے کافر قرار دیتے تو اس کفریہ اعتقاد کی بناء پر نہ کہ ان اعمال کی بناء پر)۔

ان کا کچھ اور کلام بھی ہے جس پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے پھر شیخ البانی صفحہ ۷۱-۷۲ پر لکھتے ہیں: "اور میں نے ان سے کہا جیسا کہ میں ان سے کہتا رہتا ہوں۔ یہ لوگ جو مسلمانوں کے حکام کی تکفیر کے گرد ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ فرض کر لو یہ حکام مرتد کفار ہیں اور فرض کرو کہ ان پر ایک حاکم اعلیٰ ہے تو اس حالت میں واجب ہے کہ یہ حاکم اعلیٰ ان پر حد ارتداد نافذ کرے لیکن اب علمی طور پر تم کیا کہو گے اگر ہم تسلیم کر لیں کہ یہ حکام مرتد کفار ہیں؟ اور تمہارے لئے کیا کرنا ممکن ہے؟ اور اگر وہ ولاء (دوستی) اور براءت سے متعلق کچھ کہیں تو ہم کہیں گے کہ دوستی اور براءت مربوط ہیں موالاۃ اور معاداۃ کے ساتھ قلبی اور عملی اعتبار سے اور جس قدر استطاعت ہو ان دونوں کے وجود کے لئے تکفیر کے اعلان یا ارتداد کے مشہور ہونے کی شرط نہیں لگائی جائے گی بلکہ ولاء اور براء یہ بدعتی اور نافرمان اور ظالم سے بھی کی جاتی ہیں۔ میں پھر ان لوگوں سے کہتا ہوں کہ کفار کو دیکھو انہوں نے کئی بار اسلامی شہروں پر قبضہ جمانے کی کوشش کی ہے ہمیں بڑا دکھ ہے کہ ہم یہود کے فلسطین پر قبضے کی

آزمائش سے دوچار ہیں تو ہم اور تم ان کے ساتھ کیا کر سکتے ہیں؟ کہ تم صرف ان حکام کی مخالفت میں کھڑے ہو جاؤ جن کے بارے میں تمہارا گمان اور دعویٰ ہے کہ وہ کافر ہیں"

شیخ کا یہ قول کہ "لیکن اب علمی طور پر تم کیا کہوگے اگر ہم تسلیم کرلیں کہ یہ حکام مرتد کفار ہیں اور تمہارے لئے کیا کرنا ممکن ہے؟" میں کہتا ہوں: کہ دردناک حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کا سوال ایک ایسے شیخ کی جانب سے آیا جن کی طرف لوگ فخر سے اشارہ کرتے ہیں اور عظیم خلق کثیر انہیں مسلمانوں کے عالم کے طور پر دیکھتی ہے ان کی اقتداء کرتی ہے ان کے فتاوٰی پر عمل کرتی ہے۔ محترم شیخ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ ہم اس کا کیا علمی جواب دیں گے؟ کیا یہ کوئی اختلافی مسئلہ ہے؟ کیا مسلمان کا سلوک اس کے احوال اس کی زندگی بلکہ اس کی دعوت وجہاد ودیگر بہت سے معاملات جب کسی کافر مملکت یا حکومت کے زیر بار ہوں یا اس کے برعکس مسلمان حکومت یا خلافت راشدہ کے ماتحت ہوں تو ان دونوں صورتوں میں بڑا واضح فرق نہیں ہے؟ میرے خیال میں آپ پر یہ باتیں کسی بھی طرح مخفی نہیں ہو سکتیں کہ علماء کا مؤقف مسلمان حاکم کے بارے میں جبکہ وہ ظالم وجابر ہو مختلف ہے اور مرتد اور واضح کافر حاکم کے بارے میں مختلف ہے اور اس باب میں نصوص شرعی کثرت کے ساتھ وارد وہ احادیث جن میں ظالم حکام کے ظلم کو برداشت کرنے اور ان پر خروج نہ کرنے یا ان سے لڑائی نہ کرنے کے احکامات ہیں بے شمار ہیں جو واضح کافر جو ایسا نہ ہو کہ فرق کو بھی بیان کرتی ہیں۔ کیا ایک مسلمان کا سلوک عملی ان حکام کے بارے میں مختلف نہیں ہوگا جن کے بارے میں یہ آیات واحادیث ہیں جو درج ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء:٥٩)

"ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امراء کی"

نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

((تسمع وتطیع للامیر وان ضرب ظهرك واخذ مالك فاسمع واطع))

" امیر کا کہا سن اور اطاعت کر اگرچہ وہ تیرے پیٹھ پر مارے اور تیرا مال چھین لے تو سن اور اطاعت کر"۔(مسلم)

نیز فرمایا:

((علی المرئ المسلم السمع والطاعة فیما احب وکره الا ان یؤمر لمعصیة)) (متفق علیہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

" مسلمان پر سمع وطاعت فرض ہے پسند کرے یا ناپسند کرے الا یہ کہ نافرمانی کا حکم دیا جائے"۔

نیز فرمایا:

((من خلع یداً من طاعة لقی ا لله یوم القیامة ولا حجة له ومن مات لیس فی عنقه بیعة مات میتتة جاهلیة)) (مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

" جو ایک ہاتھ بھی اطاعت سے نکلا بروز قیامت اللہ سے ملے گا اور اس کے حق میں کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو مر جائے اس کی گردن میں بیعت نہ ہو جاہلیت کی موت مرا"۔

نیز فرمایا:

((اسمعوا واطیعوا ان استعمل علیکم عبد حبشی کأن راسه زبیبة)) (بخاری عن انس رضی اللہ عنہ)

" سمع وطاعت کروا اگرچہ تم پر حبشی غلام مقرر کر دیا جائے جس کا سر چھوٹا ہو"۔

نیز فرمایا:

((علیك السمع والطاعة فی عسرك ویسرك ومنشئطك ومكرهك وأثرة علیك))

" تجھ پر سمع وطاعت لازم ہے تنگی ہو آسانی یا دل سے خوش ہو یا ناپسند کرے اور تجھ پر زیادتی کی جائے"۔(مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

نیز فرمایا:

((من بایع اماما فاعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فليطعه ان استطاع فان جاء آخر ينازعه فاضربوا عنق الآخر)) (مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

" جو امام کی بیعت کرے اپنا ہاتھ اور دل دونوں اس کے حوالے کر دے وہ اس کی اطاعت کرے جس قدر ممکن ہو پھر اگر دوسرا آجائے اس سے جھگڑا کرے تو دوسرے کی گردن مار دو"۔

نیز فرمایا:

((من اطاعنی فقد اطاع الله ومن عصانی فقد عصى الله ومن يطع الامير فقد اطاعني ومن يعص الامير فقد عصاني)) (متفق علیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

" جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی"۔

جب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ اگر ہم پر امراء آجائیں جو ہم سے اپنے حق کا مطالبہ کریں اور ہمارے حق سے روکیں اس میں آپ کا کیا حکم ہے آپ نے ان سے منہ موڑ لیا انہوں نے پھر پوچھا آپ نے فرمایا:

((اسمعوا واطيعوا فانما عليهم ماحملوا عليكم ماحملتم)) (مسلم)

"سنو اطاعت کرو ان پر وہ جو وہ کریں تم پر وہ جو تم کرو"۔

نیز فرمایا:

((انها ستكون بعدى أثرة امور تنكرونها قالوا يا رسول الله كيف تامر من ادرك منا ذلك قال تؤدون الحق الذى عليكم وتسألون الله الذين لكم)) (متفق علیہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

"میرے بعد زیادتی اور ایسے امور ہوں گے جنہیں تم ناپسند کروگے صحابہ کہنے لگے یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کسی کو یہ وقت پالے تو آپ کا کیا حکم ہے فرمایا: تم اپنی ذمہ داری ادا کرو اور اللہ سے اپنا حق مانگو"۔

نیز فرمایا:

((من كره من اميره شئيا فليصبر فانه من خرج من السلطان شبراً مات ميتة جاهلية))

"جو امیر سے کچھ ناپسند کرے وہ برداشت سے کام لے کیونکہ جو سلطان سے ایک بالشت بھی دور ہوا جاہلیت کی موت مرا"۔ (متفق علیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

یہ احادیث اس مسلمان حاکم سے متعلق ہیں جو ایمانی موالاۃ کے دائرے سے خارج نہ ہو اور اس پر خروج سے روکتی ہیں اس کے ظلم وایذاء کو برداشت کرنے کی ترغیب دیتی ہیں تاکہ کشت وخون نہ ہو اور بڑا فتنہ تھم جائے اسی لئے ان کے مقرر کردہ قاضیوں سے فیصلے کروانا حقوق مثلاً زکاۃ، خمس ان کو ادا کرنا اور اطاعت کرنا وغیرہ جائز ہے جیسے ان کے پیچھے نماز پڑھنا ان کے ماتحت اور زیر حکم رہ کر جہاد کرنا اسی لئے اہل السنۃ اپنے عقائد کے ضمن میں اسے ذکر کرتے ہیں تاکہ ان کے طریقے اور اہل بدعت خوارج کے طریقے میں فرق واضح ہوجائے فرماتے ہیں: "ہم نماز، حج، جہاد اپنے امراء کے ساتھ مل کر جائز قرار دیتے ہیں خواہ نیک ہوں یا بد (دیکھئے العقيدة الواسطية لابن تيمية والعقيدة الطحاوية) کیا مسلمانوں کا عمل اس طرح کے حکام کے ساتھ مختلف نہیں ہوگا؟ بنسبت ان امراء کے جن کے متعلق اللہ نے فرمایا:

﴿فَقَاتِلُوٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ (التوبۃ:۱۲)

"کفر کے امراء سے قتال کرو ان کے عہد وپیمان کا اعتبار نہیں تا کہ وہ باز آجائیں"

نیز فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾(الانفال:۳۹)

"ان سے قتال کرو جب تک فتنہ نہ تھم جائے اور عبادت صرف اللہ کی ہو جائے"

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فتنہ سے مراد" شرک "ہے (اس بناء پر اس نوع اور مسلمان امراء کے مابین اختلاط صحیح نہیں انہوں نے اس پر ردّ کیا جو اس آیت سے دلیل لے کر مسلمانوں کے فتنے میں قتال پر ابھار رہا ہو جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے فرمایا:"ہم نے اس لئے قتال کیا کہ فتنہ (شرک) نہ رہے اور عبادت صرف اللہ کی ہو اور تم اس لئے قتال کرنا چاہتے ہو کہ فتنہ پیدا ہو"۔)اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى.........الآية﴾ (البقرۃ:۲۵۶)

"ہدایت گمراہی سے الگ ہے تو جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان رکھے اس نے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا.........الخ"

نیز فرمایا:

﴿وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾ (النساء:۱۴۱)

"اللہ ہر گز کفار کے لئے مومنوں پر کوئی راہ نہیں رکھتا"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو ان حکام کی بیعت توڑ دینے اور ان سے قتال کرنے کی طرف متوجہ کیا جو دین کو قائم نہ کریں (عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے فرماتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ: تمہارے بہترین حکام وہ ہیں جنہیں تم پسند کرو اور جو تمہیں پسند کریں

اور تم ان کے لئے دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں اور تمہارے بدترین حکام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور جو تم سے بغض رکھیں اور جن پر تم لعنت کرو اور جو تم پر لعنت کریں۔ عوف کہنے لگے ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم ان کی بیعت نہ توڑ دیں۔ فرمایا:

((لا ما اقاموا الصلاۃ)) (مسلم)

" نہیں جب تک تم میں نماز قائم رکھیں"۔

نیز اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے فرمایا:

"امراء ہوں گے تم پسند کرو گے اور ناپسند کرو گے جس نے پسند کیا بری ہو گیا اور جس نے ناپسند کیا سلامت رہا لیکن وہ جو راضی رہے اور پیروی کرے کہنے لگے کیا ہم ان سے قتال نہ کریں۔ فرمایا: نہیں جب تک نماز پڑھتے رہیں (مسلم)

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: اس قول کہ "کیا ہم ان سے قتال نہ کریں فرمایا نہیں جب تک نماز پڑھتے رہیں" کا مطلب یہی ہے کہ خلفاء پر صرف ظلم و ستم کی بناء پر خروج جائز نہیں جب تک شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدے کو تبدیل نہ کریں" اور آپ جانتے ہیں کہ ان حکام نے دین کے کتنے ہی ضابطوں اور اصولوں کو تبدیل کر دیا اور ان کے اصل مقاصد کو ختم کر دیا ملاحظہ ہو ہماری کتاب (کشف النقاب عن شریعۃ الغاب) کا کویتی اور اردنی نسخہ) ور یہ بھی بیعت بھی لی ہے کہ حکم کی مخالفت کریں گے:

"جب تک تم ان میں سے اپنے نزدیک کفر بواح نہ دیکھ لو جس پر اللہ کی طرف سے دلیل ہو"۔ (بخاری و مسلم)

نیز فرمایا:

((من بدل دینہ فاقتلوہ)) (بخاری)

" جس نے اپنا دین بدل دیا اسے قتل کر دو۔"

اسی طرح دیگر نصوص جو حکام کفر سے قتال کرنے اور مرتد امراء کی بیعت توڑ دینے اور ان سے لڑنے اوران کے خلاف خروج کرنے اور طواغیت اور ان کے کفر و شرکیات سے اعلان براءت کرنے اور اس بات پر کہ ان کی مدد کی جائے نہ ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے بلکہ ان کے خلاف جہاد و قتال کیا جائے حتیٰ کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے کی ترغیب دیتے ہیں اگر بعض دین اللہ کا اور بعض دین و قانون طاغوت کا ہو ان سے بھی قتال واجب ہے تا کہ اللہ کے بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکالا جائے اور صرف اللہ ہی کی عبادت ہونے لگے اور انہیں مسلمانوں کا والی وامام سمجھنا جائز نہیں نہ عام نہ خاص ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے مگر "تقیہ" کرکے (ایسی حالت میں نماز دہرانی چاہیئے جیسا کہ ہم اپنی کتاب (مساجد الضرار وحکم الصلاۃ خلف الاولیاء الطاغوت ونوابه) میں وضاحت کر آئے ہیں دین و توحید سے واقف شخص کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کی صورت میں جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق فتویٰ دیا تھا وہ جہمیہ جن کے اشخاص کی تکفیر وہ صرف حجت قائم ہونے کے بعد کرتے تھے (تو جو ان سے بڑھ کر کافر اور شریر ہوں ان کے پیچھے تو بالاولیٰ تقیہ کرکے نماز پڑھنی چاہیئے اور پھر لوٹا لینی چاہیئے مگر افسوس موجودہ حکام کی اکثریت نماز پڑھتی ہی کہاں ہے چہ جائیکہ نماز پڑھائیں؟) اور نہ ہی انہیں زکاۃ، صدقہ و خمس وغیرہ دینا چاہیئے الا یہ کہ وہ اسے لازم کر دیں اور زبردستی لیں۔ ﴿اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا﴾ (النساء:۵)

"سفہاء کو اپنے مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا ہے"

اس سے سفاہت صغریٰ مراد ہے تو سفاہت کبریٰ کے متعلق کیا خیال ہے جس کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ (البقرۃ:۱۳۰)

"اور دین ابراہیم سے وہی اعراض کرتا ہے جو خود سفیہ ہو"۔

نیز فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ﴾

"کافر اپنے اموال اس لئے خرچتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں"۔(الانفال:٣٦)

توکیا ہم انہیں مسلمانوں کے مال بھی دے دیں تاکہ وہ انہیں اللہ کے دین سے روکنے اور اس کے خلاف جنگ میں استعمال کریں)اور نہ ہی ان کے احکام اور عزائم نافذ کئے جائیں اور نہ ہم پر ان کے معاہدات کی پابندی لازم ہے(اس کی تفصیل ہماری کتاب ((الرمحیۃ)) میں ملاحظہ ہو اللہ اسے باآسانی منظر عام پر لے آئے)اور نہ ہی ہم ان کے کفریہ قوانین کو مانتے ہیں اور ان کی بات سننا ان کا حق ہونا اور ان کی اطاعت کچھ بھی ہم پر واجب نہیں اس کے علاوہ دیگر احکامات جو فقہ کی کتب میں موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی "تبدیلی دین" یا "کفر بواح" کے سبب کافر حکام کے ساتھ جس منازعت (لڑائی) کو ہمارے لئے شریعت قرار دیا ہے وہ صرف خروج یا قتال پر موقوف نہیں بلکہ منازعت اس سے بھی عام اور وسیع ہے اور قاعدہ ہے کہ جو مکمل طور پر ممکن نہ ہو اس کا اکثر حصہ نہیں چھوڑنا چاہئیے تو جن سے استطاعت نہ ہونے کی بناء پر ان کے خلاف خروج اور قتال کا وجوب ساقط ہو جائے گا مگر ان سے (تیاری رکھنا،اس کی دعوت دینا)اس پر ترغیب دینا اور اس بارے میں گفتگو کرنا اور جو ان احکامات کو قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہو ان سے بالکل رک جانے یا ان کی مدد نہ کرنے کے بجائے ان کے حق میں دعا کرنا) یہ واجب ساقط نہیں ہو گا۔جو آسان ممکن ہو وہ مشکل یا ناممکن کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا ونصرالدين فرض و لازم　　　لا لكفاية بل على الاعيان

بيدٍ واما باللسنان فان عجز　　　فبالتوجه والدعاء بلسان

"یہ اور دین کی مدد فرض عین ہے نہ کہ فرض کفایہ خواہ ہاتھ سے ہو یا زبان سے قول و فعل سے اگر اس سے عاجز ہو تو میلان رکھ کر اور دعا کر کے"

کیا شیخ البانی اور ان کے مقلدین امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے دور کے امراء سے متعلق عام مؤقف اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے یاسق کے پابند تاتار سے متعلق مؤقف میں فرق نہیں کر سکتے علماء اہلسنّت کا بنو عبید القداح جنہوں نے مصر و مغرب پر حکومت کی اور کفر بواح کے مرتکب ہوئے کے بارے میں یہی مؤقف ہے کیا شیخ اور ان کے مقلدین اس منصب قضاء کے درمیان جو کافر حاکم کے پاس ہو اور کفریہ قانون کے ماتحت ہو اور وہ اسی کا پابند ہو اور اس منصب قضاء جس پر فائز حکم اسلامی کے ماتحت ہو اور قانون شریعت کے مطابق ہی اس کا دین ہو کے درمیان فرق نہیں کر سکتے کیا یہ سارا عمل ایک ہی ہے؟ اس کے باوجود شیخ البانی اور ان کے مقلدین پوچھتے ہیں کہ: ''علمی طور پر تم کیا کھو گے؟'' کیا شیخ اور ان کے مقلدین دارالکفر میں اور کافر حکومت کے ماتحت رہائش اور اس حالت میں ہجرت کے حکم اور دارالاسلام میں مسلمان حکومت کے ماتحت رہائش میں فرق نہیں کر سکتے؟ یا شیخ اور ان کے مقلدین یہ سمجھتے ہیں کہ کفار حکام کی تکفیر کا مسئلہ صرف علم کی حد تک ہے اس کا عمل کا کوئی تعلق نہیں؟ پھر ہم منہاج و بدعت و دعوت اور طریق و سبل میں اپنے اور جہمی اور مرجئی جماعتوں کے مابین کس طرح فرق کریں گے اور کیونکر ہم طواغیت کے دشمن بن سکیں گے کہ وہ ہمارے انجام اور ہم ان کے انجام کے منتظر رہیں جبکہ اکثریت انہی کی مددگار اور احباب و اولیائی اور لشکری ہیں ((الا من رحم ربی)) کیا یہ سب ان طواغیت کے احکام پر عمل کرنے کے ثمرات و نتائج نہیں؟ لہٰذا جو بھی انہیں مسلمان سمجھے وہ بلا اختیار ان کی موالاۃ و نصرت اور ظہور میں داخل ہو گیا اور ان کا لشکری اور دوست ہونے سے انکار کی اس کے پاس کوئی سبیل نہیں رہتی۔ البتہ جو انہیں کافر و مرتد اور باطل سمجھے وہ اپنے نفس کے لئے ان میں سے کسی بھی عمل کو جائز نہیں سمجھتا بلکہ زبان و ہتھیار سے ان کے خلاف ٹوٹ کر جنگ کرتا ہے یا ان سے دور اور الگ رہتا ہے اپنی نسل میں ان کے خلاف بغض بھرتا ہے اور خود ان کے ساتھ ایمان کی کمی کے باوجود جہاد کے لئے تیار رکھتا ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ صرف علم و فکر کی حد تک نہیں ہے بلکہ اس پر عملی اعتبار سے بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اگر ہم صرف

اس کے علمی پہلوؤں کا ہی احاطہ شروع کر دیں تو جگہ تنگ پڑ جائے لیکن ہدایت کے طالب کے لئے ہماری ایک مثال ہی کافی ہے۔

شیخ کا یہ قول کہ: ”تم کیا کر سکتے ہو“؟

ہم کہتے ہیں: جب حاکم کا کافر و مرتد ہونا متعین ہو جائے تو ہماری بہت سی ذمہ داریاں بنتی ہیں کیونکہ یہ بہت بڑا شر ہے اسے باقی اور جاری رہنے دیا کسی طور پر جائز نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران:۱۰۴)

”تم میں ایک جماعت ضرور ہو جو خیر کی طرف بلائے اور معروف کا حکم دے اور شر سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں“۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

((من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان)) (مسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

” تم میں سے جو شر دیکھے اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ایمان ہے“۔

نیز فرمایا:

”خبردار قریب ہے میں بلا لیا جاؤں اور میں قبول کر لوں میرے بعد تم پر امراء آئیں گے جو وہی کہیں گے جو جانتے ہوں اور وہی کریں گے جو پہچانتے ہوں ان کی اطاعت اطاعت ہے کچھ عرصہ تم اسی طرح رہو گے پھر تم پر امراء آئیں گے ان کے وہ کہیں گے جو جانتے نہ ہوں وہ کریں گے جو پہچانتے نہ ہوں جو ان کا خیر خواہ بنا وزیر بنا اور ان کا مضبوط ساتھی بنا یہ لوگ خود ہلاک ہوئے اور دوسروں کو ہلاک کیا ان کے ساتھ اپنے

جسموں سے ملو اور اپنے اعمال سے انہیں ختم کرو اور نیک پر نیک ہونے اور بد پر بد ہونے کی گواہی دو"۔(طبرانی اوسط عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تقسیم پر غور کریں کہ حکام کے ساتھ کیسا برتاؤ اور ولاۃ اور امراء کے ساتھ کیا برتاؤ ہے اسی لئے علماء فرماتے ہیں: کہ مسلمان پر واجب ہے کے وہ اپنے زمانے کے حاکم کی حالت سے واقف ہو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ "نیک پر نیک اور بد پر بد ہونے کی گواہی دو" پر غور کریں یہ اختلاف کی صورت میں نص کی حیثیت رکھتا ہے اور البانی وغیرہ کے اس کلام کہ "موجودہ حکام کو کافر قرار دینے میں کوئی عملی فائدہ نہیں ہے" کے بارے میں فیصلہ کر دیتا ہے اگر ایسا کرنے یعنی نیک پر نیک اور بد پر بد ہونے کی گواہی دینے سے محض اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری ہی ہو جائے تو یہ فائدہ ہی کافی ہے اور اسی کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہو جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قسم کے امراء یعنی مسلمان اور کفار کے ساتھ ایک ہی طرح کا معاملہ کرنے کو خود بھی ہلاک ہونا اور دوسروں کو بھی ہلاک ہونا قرار دیا ہے اور نجات وہی حاصل کر سکتے ہیں جو حکام کے احوال سے خوب واقف ہوں اور نیک، بد میں تمیز کر سکیں اور اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان کے مابین یہ فرق ان کے احوال اور ان کے بارے میں نیک اور بد کے اعتبار سے شرعی حکم کے ذریعے ہی معلوم ہو گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھ سے قبل امت میں اللہ نے جتنے نبی بھیجے ان اس امت سے حواری اور صحابہ تھے جو اس کی سنت کو لیتے اور اس کے حکم کی پابندی کرتے پھر ان کے بعد کچھ برے جانشین ہوئے جو وہ کہتے جو کرتے نہیں اور وہ جس کا حکم نہ ہوتا جس نے ان کے خلاف اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے ان کے خلاف اپنی زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے ان کے خلاف اپنے دل سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد ایمان رائی کے دانے برابر بھی نہیں۔(مسلم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

یہاں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمارے لئے حد مقرر کر دی کہ ہم کیا کر سکتے ہیں کہ جو استطاعت واختیار میں ہو خواہ ہاتھ و تلوار کے ذریعے یا قلم وزبان کے ذریعے یا تیاری اور امداد کے ذریعے یا کسی اور طرح اللہ گواہ ہے ہم اس شر کو نہیں چاہتے نہ کافر کی حکومت کو مانتے ہیں نہ ہی اس کے کفر وحکومت کی طرف میلان رکھتے ہیں نہ ہی اس کے فاسد قانون کو حاکم بنانے اور لوگوں کے دین ،نفوس ،اموال اور عزتوں میں اس کو شریعت کا درجہ دینے کو مانتے ہیں۔ہم علماء کے اقوال ذکر کر آئے ہیں کہ کافر حاکم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا یا اسے معزول کر دینا اور اس کی جگہ ایسا حاکم لانا جو مسلمانوں پر شریعت کے مطابق حکومت کرے قوم کا حامی ہو جہاد زندہ کرے اللہ کی حدود قائم کرے اور اپنی رعایا کو سلف کے نقش قدم پر چلائے فرض ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں:"اگر ممکن ہو سکے تو اس (کافر حاکم) کے خلاف کھڑے ہو کر اسے معزول کر کے عادل حاکم لانا مسلمانوں پر فرض ہے اور اگر یہ کسی جماعت کے ذریعے ممکن ہو تو ان پر اسے معزول کرنا واجب ہے"اس کی تعریف نبی e کی وہ حدیث بھی کرتی ہے جو دس (۱۰) سے کچھ زیادہ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم سے مروی ہے ارشاد فرمایا:

((لاتزال من امتی یقاتلون علی الحق لا یضرھم من خالفھم ولا من خذلھم حتی یاتی امر اللہ))

" میری امت کی ایک جماعت مسلسل حق پر لڑے گی ان کا مخالف اور ان کی مدد نہ کرنے والا انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا تا آنکہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے"۔

ایک روایت میں فرمایا: تا آنکہ ان کے آخری افراد دجال سے لڑیں"رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے یہ الفاظ "لاتزال یعنی مسلسل" دلیل ہیں کہ یہ جماعت ہمیشہ رہے گی اور بروز قیامت تک ختم نہ ہو گی اگر آج ہم لڑائی اور بغاوت نہیں کر سکتے تو ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم کافر حکومت کو تسلیم کر لیں اور مومنوں پر اس کے لئے کوئی راہ نکالیں اور اسے ان کا آمر اور امام بنا دیں یا اس کے باطل کو سہارا دیں اور اس کے شبہات کا دفاع کریں اور جو اس کی تکفیر کرے اس سے بیزار ہو اور اس کے خلاف جہاد اور

اسے بدلنے کی کوششیں کرے اس پر ہر سو سے حملے کریں اور اسے خارجی اور تکفیری قرار دیں۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم ایسے نوجوانان کو مبارک باد دیں اورانہیں اس پر مزید حوصلہ افزائی دیں اورانہیں اسباب ووسائل مہیا کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً﴾(التوبۃ:۴۶)

''اگر ان کا جہاد کا ارادہ ہوتا تو اس کے لئے تیاری کر رکھتے''۔

قدرت واستطاعت اہل علم کے نزدیک وجوب کے لئے شرط ہے نہ کہ مشروعیت اور جواز کے لئے جہاد عبادت ہے قرب کا ذریعہ ہے اور امت کے لئے دیگر تمام عبادات کی مانند مشروع ہے لہٰذا کفار کے خلاف قتال صحیح ہے تاکہ شر ختم کیا جائے اور شرپسندوں (کفار حکام) پر غالب آیا جائے اور فریضہ جہاد جو ناپید ہے کو زندہ کیا جائے اگرچہ اس کے ذریعے کافر حاکم کو ہٹانا ممکن نظر نہ آئے طواغیت کے خلاف یہ مشروع لڑائی اور بغاوت ان سے براءت اوران کے باطل کے انکار کی علامات ہیں جیسا کہ ہم دوسرے مقام پر تفصیل کر آئے ہیں۔ لیکن جو حاکم کو مسلمان سمجھے اور تیاری نہ رکھے اور نہ ہی بغاوت یا لڑائی کو سوچے بھی اس کے بارے میں اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ فرمایا:

﴿وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ﴾(التوبۃ:۴۶)

''اور لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا اس لئے اللہ نے انہیں حرکت سے روک دیا اور کہا گیا کہ بیٹھے رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ''۔

بلکہ ایسے اکثر لوگ کافر حاکم کی بیعت کرنے اسے دوست بنانے اور اس کی مدد کرنے سے بھی نہیں چوکتے چنانچہ شیخ البانی کے شاگردوں اور مقلدین کی کثیر تعداد کافروں کو دوست بناتے ہیں اور بعض ان کے وزراء اور نائب اور مشیر وغیرہ بن جاتے ہیں کیونکہ یہ حکام اس کے نزدیک مسلمان ہیں کیونکہ نہ تو وہ جحود کرتے ہیں نہ ہی قوانین کو اللہ کے قانون سے بہتر قرار دیتے ہیں اسی لئے یہ ان کی مدد اور دفاع کے لئے پورے خلوص سے ہر وقت تیار رہتے ہیں بلکہ ان کی اکثریت ان کے لئے

جاسوسی اور موحدین کی تقاریر ان کے حضور پیش کرنے تک سے نہیں چوکتے کیونکہ یہ طواغیت ان کے لئے مسلمان ہیں جبکہ یہ موحدین خارجی اور بدعتی اور صفحہ ہستی پر بدترین لوگ ہیں دین سے ایسے خارج ہیں جیسے تیر ہدف سے پار ہو جاتا ہے (میرے ساتھ ایک دفعہ کویت میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا کچھ لوگ جنہوں نے سلفیت کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا انہوں نے میری تقریر حکومت تک پہنچادی اور مجھ سے لڑنے لگے کہ میں شہر کے حاکم اور اس کے حامیوں کو کافر قرار دے رہا ہوں اور ایسی کاروائیوں کی ترغیب دے رہا ہوں جو ان کے نزدیک دہشت گردی ہے۔ طواغیت کو ایسے مخلص اور عداد ساتھی مبارک ہوں جن کے بارے میں علامہ عبدالرحمن بن محمد بن حجر الحسینی الجزائری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدے ((الدرالمنظوم فی نصرۃ النبی المعصوم)) کہ یہ اشعار صادق آتے ہیں:

ما عندهم عندالتناظر حجة　　　　أنى بها لمقلد حيران

لايفزعون الى الدليل وانما　　　　فى العجز مفزعهم الى السلطان

لا عجب ان ضلوا هداية دينهم　　　　ان يرجع واللجهل والعصيان

"بوقت اختلاف ان مقلد پریشان و حیران کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی دلیل دے بھی نہیں سکتے عاجز آکر بادشاہ کے پاس بھاگتے ہیں اگر وہ اپنے دین کی ہدایت سے محروم ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہجہالت اور معصیت پر ڈٹے رہیں"۔)

طواغیت کو جہمیہ اور مرجئہ کے یہ علماء مبارک ہوں جو دین کو ان کی خدمت اور ان کے باطل کو جائز قرار دینے کے لئے اوران کے موحد مخالفین اور دشمنوں کا قلع قمع کرنے کے لئے استدلال کرتے ہیں۔ ولاحول ولا قوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

صفحہ ۱۷ پر شیخ البانی کا یہ قول کہ "جب وہ ولاء (دوستی) براءت کے متعلق کچھ کہیں تو ہم کہیں گے کہ دوستی اور براءت مربوط نہیں موالاۃ اور معاداۃ کے ساتھ قلبی اور عملی اعتبار سے اور جس قدر

ممکن ہو ان دونوں کے وجود کے لئے تکفیر کے اعلان یا ارتداد کے مشہور ہونے کی شرط نہیں لگائی جائے گی بلکہ ولاء اور براءیہ بدعتی، ظالم اور نافرمان سے بھی کی جاتی ہے“

ہم کہتے ہیں اللہ شیخ کی اصلاح فرمائے کون نہیں جانتا کہ ولاء اور براء بدعتی اور ظالم اور نافرمان سے بھی کی جاتی ہے؟ لیکن شیخ پر مخفی نہیں کہ بدعتی اور ظالم اور نافرمان جو دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوں سے اظہار براءت کافر اور مرتد کے ساتھ اظہار براءت کی مانند نہیں ہے کافر اور مرتد اور ان کے کفر و شرک سے ہم مکمل اظہار براءت کرتے ہیں اور ان سے اس وقت تک بغض اور دشمنی کا اعلان کرتے ہیں جب تک وہ اللہ وحدہ پر ایمان نہ لے آئیں ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرَاهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾ (الممتحنۃ:۴)

”تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا یقینا ہم تم سے اور ان سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو بیزار ہیں ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان بغض وعداوت ہمیشہ ظاہر رہے گی جب تک کہ تم اللہ وحدہ، پر ایمان نہ لے آؤ“۔

شیخ حمد بن عتیق رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (سبیل النجاۃ والفکاك) میں فرماتے ہیں: ”یہاں ایک نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں اور غیر اللہ کے عبادت گزاروں سے براءت کو بتوں اور معبودان باطلہ سے برآت پر مقدم کیا ہے کیونکہ پہلی براءت دوسری سے اہم ہے اس لئے کہ اگر صرف بتوں سے براءت کی جائے ان کے عبادت گزاروں سے نہیں تو اس سے واجب ادا نہیں ہو گا جیسا کہ فرمایا:

﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ.........الآیۃ﴾(مریم:۴۸)

”میں تم سے اور جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ان سے الگ ہوں.........الخ“

یہاں اللہ نے مشرکوں سے الگ رہنے کو بتوں سے الگ رہنے پر مقدم کیا۔

نیز فرمایا:

﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ...... الآیۃ﴾ مریم:۴۹)

"جب وہ ان سے اور ان کے اللہ کے سوا معبودوں سے الگ ہو گیا......... الخ"

نیز فرمایا:

﴿وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللهَ......... الآیۃ﴾ (الکھف:۱۶)

"جب تم ان سے اور ان کے اللہ کے سوا معبودوں سے الگ ہوئے......... الخ"

یہ نکتہ آپ پر واجب ہے اس سے آپ پر اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنے کا ایک باب کھل جائے گا کیونکہ کتنے ہی انسان ہیں جو شرک نہیں کرتے لیکن مشرکوں کے دشمن بھی نہیں بنتے تو اس طرح وہ مسلمان نہیں رہتے کیونکہ انہوں نے تمام رسولوں کے دین کو چھوڑ دیا" (یعنی کسی بھی طرح مشرکوں کے دشمن نہیں ہوتے کمزور تر ایمان یہ ہے کہ یہ دشمنی دل میں ہو اس کے بعد نہ ایمان ہے نہ اسلام یعنی اللہ کے دشمن اس کے نزدیک دوست اور محبوب نہ بن جائیں۔ یہ مراد نہیں کہ اگر اظہار دشمنی اور اس کی صراحت نہ کرے تو کافر ہو گا اس اظہار و صراحت کا تارک کافر نہیں کیونکہ کتنے ہی مومن موحد ہیں جو مشرکوں سے دشمنی کمزور ہونے کی وجہ سے چھپاتے ہیں تو اس کا خیال رکھیں اور افراط و تفریط سے پرہیز کریں) چونکہ ہم کافر اور مرتد اور اس کے دین سے مکمل اظہار براءت کرتے ہیں اس لئے اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان میراث و نصرت اور محبت و مودت کے تمام تعلقات قطع کر دیئے جیسا کہ فرمایا:

﴿إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ﴾ (الممتحنۃ:۴)

" ہم تم سے بری ہیں"۔

نیز فرمایا:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ.........الآیۃ﴾(المجادلۃ:۲۲)

"تو ایسی قوم نہ پائے گا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھے پھر اللہ اور اس کے رسول کے دشمن سے دوستی کرے اگرچہ ان کے باپ ہی ہوں........الخ"

جبکہ مسلمان، عاصی، ظالم، بدعتی جس کی بدعت کفر میں داخل نہ کرتی ہو ہم صرف اس کے گناہوں اور بدعات سے اظہار براءت کرتے ہیں اس سے کلی طور پر براءت نہیں کرتے بلکہ وہ اسلامی موالاۃ میں اس وقت تک داخل رہتا ہے جب تک مسلمان رہے اس سے میراث اور حق پر مدد کرنا یہ تعلقات منقطع نہیں ہوتے اور نہ ہی اس سے مکمل طور پر بغض رکھا جاتا ہے بلکہ اس کے اسلام سے محبت اور نافرمانیوں سے بغض رکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ☆ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾(الشعراء:۲۱۵-۲۱۶)

"اپنے مومن پیروکاروں کے لئے بازو جھکا دے (یعنی نرمی کر) پھر اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو یوں کہہ کہ میں تمہارے اعمال (بد) سے بری ہوں"

تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کہ:"میں تمہارے اعمال (بد) سے بری ہوں" اور اس فرمان کہ:"ہم تم سے بری ہیں" کے درمیان بڑا واضح فرق ہے اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

((اللھم انی ابرأ الیك مما صنع خالد))

(بخاری کتاب المغازی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

"یا اللہ میں تیری طرف خالد کے عمل سے براءت کرتا ہوں"

(اس موقع کی بات ہے جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو جذیم کے افراد کو قتل کر دیا کہ جب وہ اسلام لائے تو کہنے لگے ہم صابی ہو گئے یعنی بے دین ہو گئے اور ٹھیک سے یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم

مسلمان ہو گئے) یہ نہیں فرمایا کہ میں خالد سے بری ہوں۔نافرمان،بدعتی،ظالم اور فاجر مسلمان سے دوستی اور دشمنی اور تعلق اور براءت کے درمیان اور کفار اور مرتد کے حق میں یہ سب اختیار کرنے کے درمیان فرق واضح ہے اسی لئے مسلمان کو اس کے اسلام سے پہچانا جائے گا جبکہ کافر کو اس کے کفر وارتداد سے اور ان دونوں کے مابین الگ معاملہ کیاجائے گا اورانہیں برابر قرار نہیں دیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کے ردّ میں جو مسلمان اور کافر کو برابر قرار دے فرماتا ہے:

﴿ اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ، مَا لَکُمۡ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴾

(القلم:۳۵-۳۶)

”کیاہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنادیں تمہیں کیاہو گیاہے کیسے فیصلے کرتے ہو“۔

اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان کے مابین فرق نہ کرنے کی بناء پر موجودہ مرجئی جماعتوں کے موازین فرق کرنے سے قاصر ہیں اور ان کے محلی سلوک منحرف ہیں اور وہ توحید کے حامیوں اور شرک وکفر کے مددگاروں کے مابین کوئی فرق نہیں رکھتے جس کی بعض صورتیں میں پیش کرچکا ہوں دیکھ لیں کس طرح ان کی خواہشات انہیں مسلمانوں پر حملے کے لئے آمادہ کرلیتی ہیں اور مشرکوں کو کچھ نہیں کہتے الٹاان کادفاع کرتے ہیں۔

شیخ البانی کا صفحہ ۷۱-۷۲ پر یہ قول کہ ”میں پھر ان لوگوں سے کہتاہوں کہ کفار کو دیکھو انہوں نے کئی بار اسلامی شہروں پر قبضہ جمانے کی کوشش کی ہمیں بڑادکھ ہے کہ ہم یہود کے فلسطین پر قبضے کی آزمائش سے دوچار ہیں۔توہم اور تم ان کے ساتھ کیا کرسکتے ہیں کہ تم صرف ان حکام کی مخالفت میں کھڑے ہو جاؤ جن کے بارے میں تمہارا گمان اور دعوٰی ہے کہ وہ کافر ہیں“۔

ہم کہتے ہیں: ہمارا گمان یا دعوٰی نہیں بلکہ پختہ عقیدہ ہے جس کے ثمرات دل زبان اور جسم پر ظاہر ہوتے ہیں جیساکہ ہم دلائل سے واضح کر آئے ہیں جن کا ردّ محض تحریف کے ذریعے ہی ممکن ہے مزید دیکھنے کے لئے ہماری کتاب ملاحظہ ہو جو صرف اسی عنوان پر ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں: کہ ہم پر مرتد حاکم کا مسلط ہونا اور قوانین کفر کے ذریعے مسلمانوں پر حکومت کرنا اور لوگوں کو طاغوت کے دین اور حکم کا پابند کرنا اور انہیں بندوں اور ان کے قوانین کی عبادت میں لگا دینا فلسطین پر قبضہ یہود کی آزمائش سے بڑی آزمائش ہے (واضح ہو کہ یہود نے ہی سب سے پہلے حق اور باطل کو ملایا اور دین سے خارج کر دینے والے کفر کو دون کفر قرار دیا انہوں نے ہی صریح شرک اور کفر بواح کو جہنم میں ہمیشہ دخول کا سبب نہیں مانا اور کہا:

﴿وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ (البقرۃ:۸۰)

''انہوں نے کہا ہمیں ہرگز آگ نہ چھو سکے گی مگر چند روز''۔

انہوں نے بچھڑے کی عبادت کے شرک کو جہنم میں ہمیشہ دخول کا سبب نہیں بتایا اور کہا کہ ہم جہنم میں محض ساٹھ (۶۰) دن رہیں گے جن میں ہم نے بچھڑا پوجا اللہ نے ان کا ردّ کیا اور انہیں جھوٹا قرار دیا اور واضح کیا کہ وہ اس طرح اللہ کے بارے میں ایسی بات کرتے ہیں جس کا انہیں علم نہیں لہٰذا خوب ہوشیار رہیں اور مرجئہ کی اصل بنیادوں کو پہچاننے کی کوشش کریں جب آپ پر واضح ہو گیا تو بشر المریسی کی یہ بات قابل تعجب نہیں کہ چاند سورج کو سجدہ کفر نہیں بلکہ یہ اعتقاد کفر کی علامت ہے کیونکہ مرجئہ میں سے اسے مریسیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اس کا باپ یہودی تھا جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے (البدایۃ والنہایۃ:۱۰/۲۸۱) میں ذکر کیا ہے۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بالکل سچ ہے کہ ''مرجئہ اہل قبلہ یہودی ہیں'' کیونکہ ان کے اور مرجئہ کے اصول وعقائد اس باب میں ایک جیسے ہیں) دین اسلام سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ شرک جو توحید کی ضد ہے دین کی عمارت گرا دیتا ہے اعمال کو برباد اور جنت سے محروم کر دیتا ہے اور ہمیشہ کے لئے جہنمی بنا دیتا ہے اس کے فتنے اور فساد سے بڑا فساد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ اصلی کفار کے بعض اسلامی شہروں پر قبضے سے بڑھ کر فساد ہے اور پھر یہ قبضہ بھی تو اصلاً مسلمانوں پر ان مرتد حکمرانوں کے تسلط کا اور انہیں اپنے شرک کا غلام بنانے اور انہیں اپنے باطل اور قانون پر گامزن کرنے کا نتیجہ ہے جو دراصل یہود ونصاریٰ کا ہی گند اور کچرا

ہے اسی لئے تو یہ قانون ان کی رعایت کرتا ہے ان کے قتل کو حرام ٹھہراتا ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے بلکہ کتاب و سنت سے واقف شخص یہ بھی جانتا ہے کہ اہل کتاب یہود کا مسلمانوں پر قبضہ مرتد کے تسلط سے کم شر ہے آپ پر یہ فرق پوری طرح اس وقت واضح ہو گا جب آپ اصلی اہل کتاب کافر اور اس مرتد کے درمیان فرق سے متعلق علماء کا کلام پڑھیں گے جو اللہ کے دین کو جانتا ہے اس سے منسوب ہو پھر بھی اس کے خلاف جنگ کرے اور اسے مٹانے کے درپے ہو بہر حال اللہ تعالیٰ فیصلہ کن انداز میں فرماتا ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً﴾ (التوبۃ:۱۲۳)

"اپنے قریب کے کفار سے قتال کرو اور وہ تم میں سختی محسوس کریں"۔

یعنی قریب کے کافر سے لڑو پھر جو اس سے قریب ہو بلاشبہ جو مسلمانوں پر مسلط ہو یہود کے خلاف جہاد سے منع کرے ان کے لشکروں اور حدود کا حامی اور محافظ ہو اور اصلاً وہی مسلمانوں کے شہروں پر ان کے قبضے اور تسلط کو آسان بنا رہا ہو وہی زیادہ قریب ہے اس کے خلاف ہی جہاد اولیٰ و افضل ہے۔

پر کاش کہ میری قوم جان جائے

ابن عثیمین نے البانی کے صفحہ ۷۲ پر کلام کے حاشیے میں لکھا ہے "یہ بہترین کلام ہے یعنی یہ لوگ جو مسلمان کے امراء پر کافر ہونے کا حکم لگاتے ہیں انہیں ان پر کفر کا حکم لگا کر کیا مل جاتا ہے" ایک اور مقام پر البانی کے فلسطین سے متعلق ایسے کلام کے بارے میں لکھا "شیخ البانی کا کلام انتہائی بہترین ہے"۔

ہم کہتے ہیں: ان کا اور آپ کا دونوں کا کلام بڑا ہی زبردست ہے مگر طواغیت کفر کے مقابل مدد نہ کرنے میں نوجوانوں کو بے حس بنانے میں اور انہیں تیاری اور اس کفری خبیث حقیقت کو تبدیل کرنے کی کوشش سے بالکل ہی روک دینے میں ہاں طواغیت کفر کے نزدیک بڑا اچھا ہے وہ اسے سونے

کے بدلے لیں گے شاید اسی لئے وہ تمہاری جیسوں کی ان کتابوں سے بڑے خوش نظر آتے ہیں اور انہیں مفت چھپوا کر تقسیم کرواتے ہیں نہ اس کے کاتب نہ طابع اور نہ ہی ناشر سے کچھ تعرض کرتے ہیں۔ کفار اور مرتد حکام کو یہ ارجائیت مبارک ہو ان کی آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہوں۔ امام نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا: ارجائیت ایک ایسا دین ہے جو بادشاہوں کو پسند ہے وہ اس کے ذریعے دنیا کماتے ہیں اور دین کو نقصان پہنچاتے ہیں (شیخ ابن عثیمین سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ امراء کی بیعت کے مسئلے میں شکوک پیدا کرتے ہیں کہ بیعت صرف امام اعظم کی ہوتی ہے اور میں نے بھی بیعت نہیں کی اور بیعت صرف بادشاہ کی ہوتی ہے نہ کہ اس کے ساتھیوں کی آپ کیا کہتے ہیں ؟ابن عثیمین نے جواب دیا بلاشبہ یہ شخص غلطی پر ہے اگر مر گیا تو جاہلیت کی موت مرا کیونکہ اس حال میں کہ کسی کی بیعت نہیں کی شریعت اسلامیہ کے عام قواعد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

"جس قدر ممکن ہو اللہ سے ڈرو"۔

تو اگر مسلمانوں کا کوئی عام خلیفہ نہیں تو جو بھی شہر کا والی ہو تو اسے ہی والی تصور کیا جائے گا وگرنہ ہم اس گمراہ کن رائے کو لے لیں تو آج سارے ہی لوگ خلیفہ کے بغیر ہیں اور سب لوگ جاہلیت کی موت مرے جبکہ ایسی بیہودہ بات کوئی نہیں کہتا؟

امت اسلامیہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہی تقسیم ہو گئی تھی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں رہے بنی امیہ شام میں کچھ یمن اور کچھ مصر چلے گئے اور مسلمان اس عقیدے پر ہی رہے کہ بیعت اسی کی ہو گی جو ان کی جگہ حاکم ہو وہ اسی کی بیعت کریں گے اور اسے ہی امیر المؤمنین کہیں گے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا تو یہ شخص مسلمانوں کے لئے بیعت کو ضروری قرار نہ دے کر مسلمانوں کے قدیم اجماع کا مخالف ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اسمعوا واطیعوا وان تأمر علیکم عبد حبشی))

" سنو اطاعت کرو اگرچہ حبشی غلام تم پر امیر بنا جائے"۔

یہ پہلی بات کا جواب ہوا دوسری بات کہ خود اس نے بیعت نہیں کی یہ در حقیقت جاہلیت کا دعوٰی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو کیا ہر بوڑھی اور بوڑھا اور بچہ ان کی بیعت کرنے آیا تھا یا صرف اہل حل و عقد نے بیعت کی تھی ؟جب اہل حل و عقد نے بیعت کرلی تو یہ بیعت مکمل ہوگئی اور وہ امیر بن گئے اور ان کی اطاعت واجب ہوگئی تیسری بات یہ کہ لوگوں نے بادشاہ کی بیعت نہیں کی ؟انہیں کس نے بتایا کہ لوگوں نے بادشاہ کی بیعت نہیں کی ؟لوگوں نے بادشاہ کی بیعت کی ہے یہ درست بھی ہے ہر چھوٹا بڑا آکر ان کی بیعت نہیں کرتا صرف اہل حل و عقد آکر بیعت کرتے ہیں۔جب کسی شخص کی کسی شہر پر حاکم ہونے کی بیعت کرلی جائے اور وہ اپنا ولی عہد نامزد کردے تو وہ اس کے بعد اس کا جانشین ہوا جب پہلی ولایت ختم ہو جائے تو دوسرا بنا بیعت کے ہی اس کا جانشین بن جاتا ہے سب لوگوں کا یہی طریقہ ہے اگر ہم یوں کہیں کہ ولی عہد اس وقت تک والی نہیں بنے گا جب تک نئے سرے سے اس کی بیعت نہ ہو یہ کوئی قاعدے کی بات نہ ہوئی اس طرح کی باتیں شیطان لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں انتشار بپا کریں اور جھگڑا ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:"شیطان مایوس ہوگیا کہ جزیرہ عرب میں اللہ کی عبادت کی جائے گی مگر ﴿مسلمانوں﴾ میں اختلاف سے مایوس نہیں ہوا"۔اس بھائی کو میری طرف سے نصیحت کرو کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ وہ ایک واجب الطاعۃ حکم کے ماتحت ہے اسی طرح وہ جاہلیت کی موت سے بچ سکتا ہے۔(جریدۃ المسلمون نمبر ۶۰۲ بروز جمعہ ۲ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ صفحہ ۴)

ایک مذاکرے میں کہتے ہیں جس کا عنوان "علماء سعودیہ جماعت کی تاکید کرتے ہیں اور والیان امر کی سمع وطاعت کو واجب جانتے ہیں" تھا کہتے ہیں:حقیقت یہ ہے کہ حکومت کے مسوئلین کو والیان امر مانا جائے ہم ان سے بیعت رہیں،اور پسند ناپسند تنگی و آسانی میں ان کی سمع وطاعت کریں اور اس

وقت تک ان کے خلاف لڑائی نہ لڑیں جب تک ہم ان میں کفر بواح نہ دیکھ لیں جس پر اللہ کی طرف سے دلیل بھی ہو رسول اللہ ﷺ نے سے ایسا ہی ثابت ہے۔اس بعد عمار رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان کیا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جنبی کے تیمم سے متعلق حدیث کو بیان کرنے سے روک دیا تھا کیونکہ ان کے اپنے نزدیک یہ درست نہ تھا۔تو جب ایک جلیل القدر صحابی رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرنے سے روک سکتا ہے وہ بھی واجب الطاعۃ خلیفہ کے حکم سے اسی طرح اگر حاکم ابن عثیمین یا ابن باز وغیرہ وغیرہ کی کیسٹس، سی ڈیز، کتب کو ممنوع قرار دے دے تو وہ ایسا کر سکتا ہے یا پھر ہم اس کی طرح کی کاروائیاں کر کے لوگوں کو زیادتی اور حکمرانوں سے نفرت کرنے پر بھڑکائیں تو اللہ کی قسم میرے بھائیوں یہ لوگوں کے درمیان فتنے پیدا کرنے کی ہی ایک بنیاد ہے۔(بحوالہ الدرر المقطوف فی وجوب الطاعۃ ولاۃ الامر المسلمین بالمعروف۔ص۲۲۱۳۲۱ مؤلف فوزی الاثری)

اس کے بعد بھی اگر انہیں کوئی اس طرح کہہ دے کہ "یہ شیوخ پہاروں اور صحراؤں میں رہتے ہیں زمینی حقائق سے بالکل ناواقف ہیں" تو حلبی جیسے ان کے مقلدین اور معتقدین بھڑک اٹھتے ہیں اور غصے سے لال پیلے ہو جاتے ہیں) شیخ البانی نے صفحہ ۷۸-۷۹ پر لکھا ہے:"یہ غالی قسم کے لوگ ہیں جنہیں حکام کی تکفیر کے سوا کچھ نہیں آتا وہ حکام کی تکفیر کرتے ہیں پھر ان کی وجہ سے فتنے اور فسادات بپاہوتے ہیں ابھی پچھلے چند سالوں میں ان لوگوں کے ہاتھوں حرم مکہ سے میں فتنہ بپاہوا اور مصر تک پہنچا اور کتنے سرداروں کو قتل کر دیا گیا پھر سوریا میں اور اب مصر اور الجزائر میں، انہیں بے قصور مسلمانوں کی کثیر تعداد کا قتل عام منظور ہے جو ان کے فتنوں اور فسادات کی زد میں آجاتے ہیں یہ سب محض ان کی کتاب و سنت کے بہت سے نصوص کی مخالفت کی بناء پر ہے خاص طور پر اس فرمان کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾(الاحزاب:۲۱)

"تحقیق تمہارے لئے رسول میں بہترین نمونہ ہے ان کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کے امیدوار ہوں اور کثرت سے اللہ کا ذکر کریں"

جب ہم زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرنے کا ارادہ کریں تو کیا پہلے حکام کی تکفیر شروع کر دیں گے جبکہ ہم ان سے قتال تو کجا ان سامنا کرنے کی بھی ہمت نہیں رکھتے یا وہ کریں گے جو رسول اللہ ﷺ نے کیا"۔

میں کہتا ہوں: شیخ کا یہ قول کہ "یہ غالی قسم کے لوگ ہیں جنہیں حکام کی تکفیر کے سوا کچھ نہیں آتا" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عن ابي هريرة رضي الله عنه: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا وليصمت))

"جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ خیر کہے یا خاموش رہے"۔ (متفق علیہ)

حکام کی تکفیر کرنا ان سے اور ان کے قوانین نے براءت کرنا لوگوں کو ان کے شرک وباطل سے ڈرانا اور توحید کا ڈنکا بجانا جیسے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے جو ان کے نقش قدم اور تمام انبیاء ورسل یہاں تک کہ خاتم الانبیاء والمرسلین کے نقش قدم پر چلے توحید کا ڈنکا بجایا یہ سب کچھ بھی نہیں؟ بلاشبہ یہ بہت بہتر اور خیر ہے ان لوگوں سے جو حق کو باطل کے ساتھ ملائیں شرک اور قوانین کی حکومت کو آسان بنائیں اور طواغیت کو حاکم بنائے اور دستور کے مطابق قانون سازی کو کفر دون کفر کہیں باطل شبہات پیش کر کے اسے عام گناہ باور کرائیں جو کفر میں داخل نہ کرے اسی لیے جو ان کی تکفیر کرے اس پر الزامات لگاتے ہیں اور انہیں خوارج اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ شیخ کا یہ قول کہ "وہ حکام کی تکفیر کرتے ہیں اور پھر اس کی وجہ سے فتنے اور فساد بپا ہوتے ہیں" یہ بلاشبہ رجم بالغیب (بے جانے بوجھے بات کرنا) جبکہ غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے اگر یہ قول ان کے شاگرد حلبی سے صادر ہوتا اس وقت اس قدر تعجب نہ ہوتا لیکن شیخ کو ہم ان خرافات سے بری سمجھتے تھے۔

قد هيئوك لامر لو فطنت له　　　　فاربأ بنفسك ان ترعى مع الهمل

"انہوں نے تجھے ایسے کام کی مبارک باد دی۔ اگر تو سمجھ لے تو اپنے آپ کو اس طرح کے بے فائدہ کام سے بری قرار دے"۔

جتنے فسادات موحدین کی وجہ سے واقع نہیں ہوتے جو دعوت توحید اور شرک و کفر کی بیخ کنی میں منہج انبیاء پر گامزن ہیں بلکہ ان کے اہل تو ظالم مشرک طواغیت کفر ہیں جنہوں نے امت کو دین حقیقی سے پھیر کر شرک کی گندگی میں دھکیل کر اورانہیں باطل اور کفریہ قوانین کا پابند کرکے بڑے ہولناک فتنے اور فسادات بپا کیے بالکل اس طرح جس طرح گذشتہ امتیں اپنے رسولوں کے ساتھ کرتی آئیں ہیں۔ کیا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور کمزور مسلمانوں کو پہنچنے والی ملامتوں ، تکالیف اور فسادات کی بناء پر انہیں ملامت کی جاسکتی ہے کہ انہیں اپنے گھر بار تک چھوڑنا پڑے اور پاکیزہ خون پیش کرنا پڑے صرف اقرار توحید اور شرک و کفر سے براءت اور ان کے اہل کی تکفیر کے باعث کیا انہیں اس پر ملامت کی جاسکتی ہے یا اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان مصائب کا سبب بنے یا ان سے یہ فتنے اور آزمائشیں صادر ہوئیں؟ یا سچائی یہ ہے کہ وہ اپنی اس حق پرستی پر استقامت پر مدحت کے مستحق ہیں اور تمام رسل کے دین کے مطابق اپنے اس استقلال و اقرار پر ان کی تعریف و توصیف ہونی چاہئیے اور طواغیت کفار کی مذمت؟ ہر طرح کا فتنہ و فساد اللہ کے دشمنوں کے ظلم و کفر اور ان اہلِ حق پر توڑے جانے والے مظالم کے سبب پیدا ہوتا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوں یہ اہل حق جب تک منہج نبوت پر رہیں یہ ملامتیں ان کے شایان شان نہیں یہ اللہ کی قدرت و حکمت ہے جو اس کے بندوں میں جاری ہے وہ اپنے خاص بندوں کو ظالموں دشمنوں کے ہاتھوں اس طرح کی تکالیف سے دوچار کرکے آزماتا ہے تاکہ خبیث کو طیب سے علیحدہ کردے جنت کے سچے اہل نکالے اور مجاہدین شہداء، صدیقین و صالحین سے اور جہنم کے حقیقی اہل جابر اور معاند اور اس کے دین و شریعت سے نبرد آزما طواغیت نکالے ۔ شیخ البانی کا یہ قول کہ "ابھی پچھلے چند سالوں میں

ان لوگوں کے ہاتھوں حرم مکہ سے فتنہ بپا ہوا......... انہیں بے قصور مسلمانوں کا قتل عام منظور ہے جو ان کے فتنوں اور فسادات کی زد میں آجاتے ہیں'' حلبی کے بھی اس طرح کے کلام کا ہم خروج اور کشت وخون سے متعلق بحث میں ردّ کر آئے ہیں (یہاں حلبی نے حسب سابق فتوٰی البانی کے صفحہ ۶۰ کے حاشیہ میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور قول کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے کہ ''کسی بھی جماعت کے سلطان کے خلاف خروج میں اس قدر فساد ہے جو اس فساد سے بڑھ کر ہو گا جو وہ جماعت زائل کرنا چاہتی ہو'' ہم وضاحت کر آئیں کہ شرک سے بڑھ کر کوئی فساد وجود نہیں رکھتا اور قانون سازی اور طواغیت کی عبادت اسی کی قسم ہے تو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام موجودہ شرکی طواغیت پر صادق نہیں آتا جیسا کہ جہمیہ اور مرجئہ ایسا کرنا چاہتے ہیں اور جو بھی ایسا کرے گا وہ جھوٹا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ شرک کے سوا محض ظلم وزیادتی وغیرہ کی بناء پر جو خروج ہو وہ اسی لئے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول تاتاریوں کے خلاف خروج سے نہیں روکتا جنہوں نے مسلمانوں کے شہروں میں اپنا قانون یاسق جاری کیا اور نہ ہی ان کے خلاف جہاد سے روکتا ہے بلکہ انہوں نے تو ان مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تاتاری اپنے ساتھ مل کر لڑنے پر مجبور کرلاتے تھے یہاں تک کہہ دیا کہ: جب جہاد واجب ہو گیا اگرچہ مسلمان قتل کر دیئے جائیں جس قدر اللہ چاہے تو دشمن کی صف میں جو مسلمان قتل کر دیا جائے جہادی ضرورت کے تحت تو یہ جہاد سے بڑھ کر نہیں ہے''۔ (فتاوٰی: ۲۸/۵۳۸)

اگر حوالہ چیک کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کلام جسے حلبی نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے وہ دراصل ظالم اور فاسق حاکم کے خلاف خروج سے متعلق ہے نہ کہ اس حاکم کے متعلق جس سے کفر بواح صادر ہوا اصل متن پیش خدمت ہے فرماتے ہیں: ''جب اسے معزول کرنے سے قائم رکھنے کی نسبت بڑا فساد ہوتا ہو تو چھوٹا فساد ختم کر کے بڑا فساد بپا کرنا جائز نہیں ایسے ہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہی ہے کہ حکام کے خلاف خروج اور قتال کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ ظالم ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیث صحیحہ کثیرہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ قتال میں جو فتنہ وفساد

ہے وہ اس فساد سے بڑھ کر ہے جو ان کے ظلم سے حاصل ہو جس میں نہ تو قتال ہو نہ ہی فتنہ لہٰذا چھوٹے فساد کو بڑے فساد کے ذریعے ختم کرنا صحیح نہیں" اس کے بعد وہ عبارت ہے جسے حلبی نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں "اللہ نے ہر ظالم اور باغی کے خلاف قتال کا حکم نہیں دیا خواہ کیسا ہی ہو......... "(منہاج السنۃ:۳/۳۹۰)

غور کیجئے اور اللہ کے حضور ان لوگوں کی کج رویوں کی معافی مانگئے)

بہر حال یہ مصائب و آلام جو شیخ البانی کو بے چین کر رہے ہیں اس راستے کی ایک حقیقت ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الٓمّٓ☆ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ☆ وَ لَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ﴾(العنکبوت:۱-۳)

"الم ☆ کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ انہیں یونہی چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور انہیں فتنے میں نہ ڈالا جائے گا☆ حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا پس اللہ ضرور ظاہر کر دے گا ان کو جو سچے ہیں اور ضرور الگ کر دے گا ان کو جو جھوٹے ہیں"۔

نیز فرمایا:

﴿وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ حَتّٰی نَعۡلَمَ الۡمُجٰہِدِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ الصّٰبِرِیۡنَ وَ نَبۡلُوَا اَخۡبَارَکُمۡ﴾(محمد:۳۱)

"ہم تمہارا امتحان کریں گے تا کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو معلوم کر لیں اور ہم تمہاری حالتوں کو بھی جانچیں گے"۔

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

((یبتلی الناس علیٰ قدر دینھم فاشدھم بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل))

" لوگ اپنی دینداری کے بقدر آزمائے جاتے ہیں ان میں سب سے بڑھ کر آزمائش میں انبیاء ہیں پھر جو ان سے قریب ہوں پھر جو ان سے قریب ہوں۔(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

نیز جب بعض صحابہ نے آپ کو کفار کی طرف سے ملنے والی تکالیف کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

"تم سے پہلے لوگوں کو پکڑا جاتا ان کے لئے زمین میں گھڑا کھودا جاتا پھر آرالایا جاتا ان کے سر پر رکھ کر انہیں دولخت کر دیا جاتا اور لوہے کی کنگھیاں پھیری جاتیں جو گوشت کو ہڈی سے جدا کر دیتیں یہ سب انہیں ان کے دین سے روک نہ سکا واللہ، اللہ یہ امر مکمل کر کے رہے گا حتی کہ سوار صنعاء سے چلے گا حضر موت آئے گا اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ رکھے گا اور بھیڑیاں بکریوں پر ہو گا لیکن تم جلد بازی کرتے ہو"۔(بخاری عن خباب رضی اللہ عنہ)

البانی پر یہ مخفی نہیں اس کے باوجود اس منہج پر گامزن افراد پر غلط ہونے کا حکم لگانے کے لئے اسے سبب قرار دیتے ہیں جو طواغیت کے خلاف جہاد کر کے توحید کو قائم کرنا چاہتے ہیں پھر خود ہی نبی e کے مرحلہ دعوت کو بیان کرتے ہوئے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ:"پھر اس کے بعد وہ عذاب اور سختی واقع ہوئی جو ان مسلمانوں کو مکہ میں پہنچ چکی تھی"تو کیا ان مصائب سے گھبرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ راستہ ہی چھوڑ دیا؟ یا لوگوں نے اپنے ساتھیوں اوران کی دعوت کی مذمت کی اس بناء پر کہ انہیں مصائب وآلام کا سامنا تھا کیا انہوں نے ان پر اس کی ملامت کی اور ان مصائب کا ذمہ دار خود انہیں ٹھہرایا؟ پھر کیا شیخ اور ان کے مقلدین ہمیں اس عذاب اور سختی کے اسباب نہیں بتائیں گے (جس کا تذکرہ خود انہوں نے اپنی کتاب "التحذیر" کے صفحہ ۷۹ پر کیا ہے) شیخ حمد بن عتیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں: "عاقل سمجھ لے اور ناصح، جستجو کر لے کہ وہ سبب جس نے قریش کو ابھارا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے نکال دیں جو زمین کا بہترین ٹکڑا ہے وہ سبب یہی تھا کہ انہوں نے بصراحت ان کے دین کو معیوب اور ان کے آباء واجداد کو گمراہ قرار دینا شروع کر دیا چنانچہ قریش نے آپ کو اس سے روکنا چاہا اور آپ کے صحابہ کو ڈرایا کہ نکال دیں گے صحابہ نے آپ سے مشرکین کی طرف سے ملنے والی تکالیف کا شکوہ کیا تو آپ نے صبر اور ان لوگوں کی طرح آس باندھے رکھنے کا حکم دیا جو ان سے پہلے تکالیف دیئے گئے ان سے یہ نہیں کہا کہ مشرکین کے دین کو معیوب کہنا اور ان کی عقلوں کو خراب کہنا چھوڑ دو لہٰذا آپ نے اپنے صحابہ کے ساتھ ان محلوں کی جدائی برداشت کر لی جو صفحہ ہستی پر اشرف ترین ٹکڑے ہیں"۔

﴿لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَ الۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا﴾ (الاحزاب:۲۱)

"تمہارے لئے رسول میں بہترین نظام زندگی ہے اس کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو اور بکثرت اللہ کا ذکر کرے" (الدرر السنیۃ / جزء الجہاد صفحہ:۱۹۹)

یہ وہی آیت ہے جسے البانی نے پیش کر کے اس کے تحت کلام کیا ہے شیخ عبد الرحمن بن حسن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صبر وثبات کے مظاہرے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "یہ مشرکین کی طرف سے صحابہ کو ملنے والی تکالیف کی حالت تھی ان کے مقابل ان مفتونین کا کیا حال ہے جو باطل کی لپک رہے ہیں اور اس کی طرف دوڑے جا رہے ہیں ہر طرف سے آگے پیچھے سے اسے ہی پسند کرتے ہیں اس کی طرف مائل رہتے ہیں اسے ہی بنیاد قرار دیتے ہیں اور اس کی تعظیم وتوصیف کرتے ہیں اللہ کے اس فرمان کے مکمل مصداق ہیں:

﴿وَ لَوۡ دُخِلَتۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَقۡطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الۡفِتۡنَةَ لَاٰتَوۡهَا وَ مَا تَلَبَّثُوۡا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيۡرًا﴾ (الاحزاب:۱۴)

”اور اگر ان پر (مدینہ) کے اطراف سے لشکر داخل کئے جائیں پھر ان سے فتنہ (شرک وکفر میں پلٹ جانے) کا مطالبہ کیا جائے تو ضرور اس میں آجائیں اور وہ لڑیں مگر بہت کم“۔

ہم اللہ سے اسلام پر ثابت قدمی کا مطالبہ کرتے ہیں اور گمراہ کن فتنوں سے اس کی پناہ میں آتے ہیں خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ معلوم ہے کہ جو لوگ اسلام لائے اور نبی ﷺ پر اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے اگر وہ شرک اور مشرکین سے براءت نہ کرتے اور مشرکین کو علی الاعلان برا نہ کہتے اور ان کے معبودوں میں عیب نہ نکالتے تو کبھی بھی انہیں مختلف قسم کی تکالیف کا سامنا نہ کرنا پڑتا......... “ (الدرر السنیۃ / جزء الجہاد / صفحہ ۱۲۴)

شیخ حمد بن عتیق رحمۃ اللہ علیہ سورۃ البراءۃ من الشرک (الکافرون) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: (ابو داؤد وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: پڑھ: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ پھر اسے مکمل کر کے سو جاؤ یہ شرک سے براءت ہے)”اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ کفار سے کہہ دیں میں تمہارے دین سے اور تم میرے دین سے بری ہو اور ان کے دین سے بھی نبی ﷺ کے پیروکار پر بھی یہی واجب ہے کہ اسی طرح کہے اور اپنے دین کا اظہار بھی اسی طرح کرے چنانچہ جب صحابہ نے اس طرح کیا اور مشرکین نے انہیں تکالیف سے دوچار کرنا شروع کر دیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا اگر آپ ان کے لئے مشرکین کے متعلق خاموشی اختیار کرنے کی کوئی رخصت مناسب سمجھتے تو انہیں ہرگز ایک اجنبی شہر کی طرف ہجرت کا حکم نہ دیتے“(سبیل النجاۃ من موالاۃ المرتدین واھل الأشراك ص :٦٧)

چنانچہ جو بھی نبی ﷺ کی اتباع اور مومنوں کے راستے پر چلنا چاہتا ہو (جس کے بارے میں شیخ البانی نے بھی اپنے فتوٰی کے شروع لکھا ہے) اس کے لئے مشرکین سے اظہار براءت اور ان کی تکفیر اور ان کے شرکیہ اعمال کو بے عقلی قرار دینا اور ان کے بتوں، قوانین اور دستوروں کی حقیقت کو بے

نقاب کرنا ضروری ہے اور دعوت کی بناء پر ملنے والی تکالیف پر صبر کرنا بھی ضروری ہے یہی تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ہے جس کا حکم اللہ نے ہمیں سورۃ العصر میں دیا ہے شاید اسی لئے قرآن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ مصائب وآلام کا تذکرہ ہے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾(لقمان: ١٧)

"اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روک اور تجھے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر یقیناً یہ پختہ امور میں سے ہے"

یہ تمام انبیاء کا طریقہ ہے اس کے بغیر دین قائم ہو ہی نہیں سکتا اور البانی کا یہ کہنا کہ "(اصلاح) وہاں سے شروع کرے جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کی" ہاں یہیں سے آپ نے ابتداء کی اسی لئے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو ان مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا جس کی طرف شیخ البانی نے اشارہ کیا اگر محض حدیث کا درس دیئے جاتے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مکارم اخلاق کے مطابق تربیت کئے جاتے اور کفار سے بغض وعداوت اور براءت اور ان کی شرکیات، معبودان، باطل قوانین سے کچھ تعرض اور براءت نہ کرتے تو مشرکین بھی ہرگز آپ کے صحابہ سے تعرض نہ کرتے اور تکالیف نہ دیتے اور نہ ہی ہجرت کے لئے مجبور کرتے بلکہ آپ اور آپ کے صحابہ انہی علاقوں اور محلوں میں امن وسکون سے رہ رہے ہوتے۔ ورقہ بن نوفل اس حقیقت کو سمجھ گئے جس سے شیخ البانی بے خبر رہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے نبوت میں فرمایا:

((لم یأت رجل قط بمثل ما جئت به الا عودی)) (بخاری)

"تم جو لائے ہو جو بھی یہ لایا اس سے عداوت کی گئی"

یہ اس راستے کا مزاج ہے جو ناپسندیدگیوں سے ڈھکا ہوا کیونکہ یہ راستہ جنت لے جاتا ہے تو جو کفار کی تکفیر نہ کرے ان سے دشمنی نہ رکھے وہ اپنی دعوت میں غور وفکر کرے اپنے منہج کو چیک کرے

یقینا وہ اس طرح نہیں کر رہا جو رسول اللہ ﷺ لائے اور نہ دعوت و جہاد میں اس نے آپ کو اسوۂ حسنہ بنایا. جہاں تک مسلمان کے کشت وخون کی بات ہے جسے شیخ البانی نے اس منہج کے ماننے والوں کے غلطی پر ہونے کی ایک وجہ بتایا ہے تو یہ اس وقت سے جاری ہے جب طواغیت نے اللہ کے قانون کو معطل کیا جب بھی یہ کفری قانون نافذ ہوا اور نگران بنا موحدین کے خون کو معمولی سمجھا گیا اور جب بھی حاکم اور اختیارات طواغیت کے ہاتھوں میں آئے مشرکین کا خون معصوم بن گیا اور موحد کا خون مباح اور رائیگاں طواغیت پر اسی لئے انکار اور ان کی مذمت کی جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خون اور عزتوں کو مباح سمجھ لیتے ہیں وہ کسی جرم کی بناء پر نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ وہ اللہ کی توحید کو مانتے ہیں اور طاغوت کی تکفیر کرتے ہیں جیسا کہ ان کے قانون، دستور میں موجود ہے کہ جو بھی ان سے بغاوت کرے ان کی تکفیر کرے ان کے شرک سے اظہار براءت کرے اس کا خون جائز ہے (ہم اپنی کتاب (كشف النقاب عن شريعة الغاب) میں ان کے قوانین کو وضاحت سے بیان کر کر چکے ہیں) جبکہ اہل حق مجاہدین مسلمانوں کے خون کو جائز نہیں سمجھتے اور نہ ہی بے قصور معصوم سے تعرض کرتے ہیں البتہ مشرکوں اور طاغوتوں اور ان کے مدد گاروں اور سپاہیوں سے ضرور لڑتے ہیں جو دین کے خلاف جنگ کریں شریعت مٹانا چاہیں شرک کے محافظ بنیں اسے تحفظ دیں اور اسی کی راہ میں مر جائیں اور اگر شیخ البانی اور ان کے پیروکار ''مسلمانوں کے کشت وخون'' سے ان مشرکین اور ان کے حامیوں کا قتل وخون مراد لیتے ہیں (کیونکہ یہ ان کے نزدیک مسلمان ہیں) تو ہم اپنے ان اوراق کو ان کے بارے میں کچھ لکھنے سے پاک رکھنا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد شیخ البانی نے مسلمانوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اسلام کے حکم کی طرف رجوع کریں اور اس فرمان باری تعالیٰ کو ذکر کیا کہ:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبۃ:۳۲)

''اس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں''۔

پھر صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں:''مسلمانوں کے اس قرآنی نص اور اللہ کے وعدے پر عمل کے ممکن ہونے کے لئے ایک واضح راستے کا ہونا ضروری ہے تو کیا وہ راستہ حکام کے خلاف بغاوت کا ہے کہ یہ لوگ انہیں مرتد کفار گمان کرتے ہیں پھر اس غلط گمان کے باوجود کچھ کر بھی نہیں سکتے''

ہم کہتے ہیں کہ اس کے ذمہ دار علماء ہیں جنھوں نے ان کی قیادت اور ان کی صفوں میں داخل ہو کر اس سیاہ حقیقت اور عظیم برائی کو ختم کرنے کے بجائے الٹا ان کی مدد کرنا چھوڑ دی اور ان پر اوران کی دعوت پر ہر سو حملے کرنے لگے لوگوں کو ان کے راستے سے ڈرانے لگے اور ان کے خلاف اپنی فکری دہشت ممکنہ حد تک استعمال کرنے لگے انہیں خوارج اور تکفیری کہنے لگے تا کہ انہیں طاغوت کی تکفیر اوراس کے خلاف جہاد سے روک سکیں ان کی موجودہ شرک سے براءت کا رد کر سکیں ہمارا کام فتح دینا یا انہیں ختم کر دینا نہیں بلکہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم جہاد کے ذریعے اور اخلاص کے ساتھ اس بڑی برائی کو ختم کرنے اور اس کا انکار کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور طواغیت کے خلافجہاد اور توحید کے اثبات کے لئے جس قدر ممکن ہو قوت تیار رکھیں تا کہ شرک وکفر کو مٹا سکیں اور بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال سکیں جیسا کہ انبیاءؑ اور ان کے حواریوں اور تابعداروں کا عمل رہا ہے البتہ نتائج ہمارے اختیار میں نہیں ہیں جب ہم نیتوں کو مخلص بنالیں اقوال واعمال کی اصلاح کر لیں ہم سے اس کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے گا ہمیں نبی ﷺ بیان کر چکے ہیں کہ بروز قیامت کوئی نبی آئے گا اور اس کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہوں گے اور کوئی ایسا بھی ہو گا کہ اس کے ساتھ ایک شخص بھی نہ ہو گا تو کیا یہ ان کا عیب ہے ہر گز نہیں ان کی ذمہ داری تو صرف اپنے رب کے حکم پر ڈٹے رہنا ہے:

﴿وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا﴾(الفرقان:۳۱)

"ہدایت و فتح کے لئے آپ کا رب کافی ہے"۔

نیز سلمہ بن نفیل الکندی سے مروی سنن نسائی کی صحیح حدیث کے مطابق جب نبی ﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ لوگوں نے اپنے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنا چھوڑ دی ہے اور اسلحے سنبھال کر رکھ دیئے اور یہ کہہ دیا کہ اب جہاد نہیں رہا تو نبی ﷺ نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں قتال کا دور تو اب آیا ہے میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق کی حمایت میں قتال کرتی رہے گی اور اللہ کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کے لئے ٹیڑھا کر دے گا اور انہیں انہی کے ذریعے رزق دے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے اور اللہ کا وعدہ آجائے اور گھوڑوں کی پیشانی میں روز قیامت تک خیر باندھ دی گئی ہے۔

ہمارے ذمے اس راستے کو اختیار کرنا ہے جو نبی ﷺ نے متعین کیا اور واضح کر دیا کہ روز قیامت تک وہ رہے گا اور یہ مضبوط عمل، تیاری، جہاد اور دین کی مدد، سیاہی، خون، مال، زبان، خون جگہ اور تلواروں کے ذریعے ہی ممکن ہے نہ کہ بے یارو مددگار چھوڑ دینے، اس راہ سے روکنے یا تلبیس و تدلیس اور خیالی پلاؤ پکانے کے ذریعے جیسا کہ حلبی کا طرز عمل ہے۔ اللہ ہمارا مددگار ہے جب چاہے فتح کا حکم صادر فرمادے۔ شیخ الالبانی کا یہ کہنا کہ وہ کچھ بھی نہیں کرسکتے یہ عیب تو ان پر اس صورت میں لگایا جائے جب وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں مدد کرنا چھوڑ دیں گمراہ کریں جہاد سے روکیں طواغیت کا دفاع کریں مجاہدین اور موحدین پر طعن و تشنیع کریں اگر ایسا کچھ کریں۔ اس کے بعد شیخ البانی کا گمان ہے کہ انہوں نے اپنے سابق کلام کے ذریعے حکام کے خلاف خروج کو قرار دے دیا ہے اور ان کی تکفیر کو غلط گمان ثابت کر دیا ہے صفحہ ۷۷ پر سوال کیا کہ "کیا منہج ہوگا کیا طریقہ ہوگا؟" اور صفحہ ۷۸ پر جواب دیا کہ "ہم اسے صرف دو کلموں میں بیان کر دیتے ہیں تصفیہ اور تربیہ" پھر صفحہ ۷۸ پر تصفیہ اور تربیہ کی یہ وضاحت کرتے ہیں کہ تصفیہ سے مراد لوگوں کو دین کی صحیح تعلیم دینا یعنی اسلام کو بدعات وغیرہ سے پاک وصاف کر دینا اور تربیہ سے مراد یہ ہے کہ نوجوانوں کی اسی تصفیہ کے مطابق تربیت کی جائے۔ یہ وہ دو کلمہ ہیں جو شیخ نے بیان کئے اور ہم حق کو قبول کرتے ہیں خواہ کسی کی طرف

سے ہو لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ یہ حق ہے ایسے ہی اس کے بعد شیخ نے بعض جماعتوں پر جو تنقید کی ہے جو اسلامی حکومت اور ریاست کے قیام کا مطالبہ کرتی ہیں جبکہ خود ان کے عقائد اور اعمال کتاب وسنت کے مخالف ومنافی ہیں یہ تنقید بھی درست ہے بلاشبہ اصلاح عقیدہ اور تصفیہ اور تربیت ضروری ہیں لیکن کیا یہ سب کچھ دشمنان دین مرتد طواغیت کا دفاع کرنے اور ان کے حق میں دلائل ڈھونڈھنے اور ان کے شرک وکفر کو کفر دون کفر قرار دینے کے ساتھ اوران کی تکفیر کرنے والوں کو خوارج اور تکفیری کہنے اور ان کے راستے سے روکنے ان کی دعوت وجہاد کی مدد نہ کرنے کے ساتھ فائدہ دے سکے گا کفایت اور اصلاح کر سکے گا؟اسی لئے ہم کہتے ہیں اوران شاء اللہ اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے سے نہیں ڈرتے کہ ہم شیخ سے لفظ تربیت ایک عرصے سے سنتے آرہے ہیں لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ بلاتردد کہتے ہیں کہ شیخ نے افراد کی تربیت نہیں کی جو اس دین کی مدد کریں اور اسے قائم کریں وہ لوگ جو خود کو شیخ اور ان کی دعوت کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے حلبی وہ ان کی علمیت وشہرت سے فائدہ اٹھاکر خود کو ان کے علم کی طرف منسوب کرتے ہیں جو لوگ انہیں صحیح طور پر جانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ محض اوراق اور اوراق کی تجارت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش اور اسی بنیاد پر ایک دوسرے کو ترجیح دیتے اور ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں کہ بار بار طبع کراتے ہیں تحقیق کرتے حالانکہ بارہااس کی طبع وتحقیق ہوچکی ہوتی ہے لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ان کا مقصد درہم ودینار نہیں اللہ کی پناہ بلکہ وہ ان لوگوں سے بڑھ کر امت کے خیر خواہ اور سنت کے خادم ہیں جنہوں نے پہلے اسے طبع یا اس کی تحقیق ونشرواشاعت کی ہوتی ہے حالانکہ شیخ کے اکثر پیروکار (جیسا کہ حلبی جو نصوص کو توڑ مروڑ کر اور تحریفیں کرکے پیش کرتا ہے)ان کا کام دشمنان دین طواغیت جو توحید کو مٹاتے اور شرک کو قائم کرتے ہیں کے حق میں دلائل فراہم کرنا ہے خواہ ان کے کفر کو کفر دون کفر جیسے شبہات پیش کرکے معمولی قرار دے کر ہو یا تحریف اور علماء کے کلام کو توڑ مروڑ کر پیش کرکے اوران سے وہ ثابت کرکے جو ثابت نہ ہوتا ہو اور اس جگہ

فٹ کر کے جہاں وہ فٹ نہ ہوتے ہوں پھر اس کے بعد الزام تراشی وطعن و تشنیع ان کا کام ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں ہر اس شخص کے خلاف جو ان طواغیت کے خلاف خروج کرے ان کی برائیوں کو بر اقرار دے ان کے شرکیہ اعمال کو ختم کرنا چاہے ان کے کفر کے خلاف جہاد کرے ان کے راستے سے لوگوں کو روکنے اور انہیں تکفیری اور خوارج قرار دینے سے زیادہ محبوب ان کے نزدیک اور کوئی کام نہیں ہے۔ تو کہاں ہے وہ تربیت جس کا شیخ اکثر تذکرہ کرتے رہتے ہیں؟ البتہ تصفیہ سر آنکھوں پر اس بارے میں ہم شیخ کی کاوشوں کا انکار نہیں کر سکتے لیکن کیا وہ صرف ضعیف حدیث کو صحیح سے الگ کر دینے اور دین کو بدعات وغیرہ سے پاک کر دینے کے تصفیے کے ذریعے موجودہ شرک اور طاغوت کے باطل کو ختم کیا جاسکتا ہے؟ اور توحید کو قائم کیا جاسکتا ہے؟ یا اس کے ساتھ ساتھ اور بہت سے امور بھی ہیں مثلاً موجودہ شرک پر غور و فکر کرنا اس کے ارکان کو جاننا، اس کے بارے میں صحیح حکم شرعی نکالنا، موجودہ حالات کو زمانہ خلافت و فتوحات کے مسلمان حکمران کے احوال پر قیاس نہ کرنا ،لوگوں کو اس صریح شرک و کفر سے ڈرانا، مضبوط حکمت عملی کے ذریعے لوگوں کو بندوں کی عبادت سے نکالنا، انہیں ان کے رب اللہ کے عبادت کی طرف لگانا، عبادت، اطاعت اور قانون سازی میں اللہ کی توحید کو ثابت کرنا، اس راستے میں جہاد کے لئے نوجوانوں کو تیار کرنا انہیں اس کی ترغیب دینا تاکہ حکام کے شرک اور طواغیت کے باطل جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے کو ختم کیا جاسکے بالفاظ دیگر جس تصفیے کا شیخ تذکرہ کرتے ہیں اس کے نتائج اسی وقت حاصل ہوں گے جب یہ تصفیہ ہر پہلو سے ہو نہ کہ صرف صحیح حدیث کو ضعیف سے الگ کر کے بلکہ اللہ کے دوستوں کو شیطان کے دوستوں سے الگ کر کے اور توحید کو اس کی تمام انواع کے ساتھ ثابت کر کے اور شرک و کفر سے براءت کر کے اور صرف صوفیہ اور مزاروں کے شرک کے خلاف جنگ کر کے نہیں بلکہ قوانین پارلیمنٹ کے شرک کو بھی بیان کر کے اس کے بعد شیخ البانی نے اپنا کلام صفحہ ۸۱ پر ایک داعی کے ایک جملے پر ختم کیا لکھتے ہیں ”ان کے پیروکاروں سے میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس کی پابندی کریں گے وہ یہ ہے کہ اپنے دلوں پر

اسلامی حکومت قائم کرو وہ تمہاری زمین پر خود بخود قائم کر دی جائے گی"(یہ داعی حسن البناء ہیں ان کے پیروکار ان کے اس قول کو قرآن کی طرح تلاوت کرتے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ یہ سلفیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں حالانکہ یہ اخوان المسلمون کے منہج کے مخالف ہے البتہ مرجئہ سے اپنے مطلب کی چیزیں لے لیتے ہیں اگرچہ بعض میں الگ بھی ہیں البتہ جہمیہ اور مرجئہ کے ساتھ پھر بھی ملے ہوئے ہیں)ابن عثیمین نے اس جگہ حاشیے میں لکھا ہے کہ "بہترین قول ہے واللہ المستعان"

میں کہتا ہوں: تمہارے اس بیان پر اللہ سے مدد مانگتے ہیں طبعی طور پر تمہیں یہ قول پسند ہے تم اسے بہترین کہتے ہو کیونکہ مرجئہ سے متاثر جماعتوں کی یہی میراث ہے مرجئہ سے خوش ہونے والا اس قول سے بھی خوش ہو گا جب دل پر اسلامی ریاست قائم کرنے کی بات آئی تو صیغہ امر ہے اور جب زمین پر عملی اسلامی ریاست قائم کرنے کی بات آئی تو صیغہ مجہول لایا گویا ریاست اس طرح کے مجہول امور کے ذریعے قائم ہو گی جس میں عمل نہ ہو جہاد واجتہاد نہ ہو تکالیف و مصائب نہ ہوں کشت وخون نہ ہو کیونکہ جہمیہ اور مرجئہ تو ان سے ڈرتے ہیں۔کاش کہ وہ اس طرح کہتے کہ "اسلامی ریاست اپنے دلوں کی زبانوں اور اعمال پر قائم کرو"تو اہل السنۃ کے طریقے کے موافق ہو جاتے اور اسلامی ریاست کا قیام زبان اور اعضاء،گھربار،ازواج واولاد،موجودہ دور،دعوت و جہاد پر بھی ہو جاتا اور اسی طرح وہ اسے زمین پر بھی قائم کر پاتے صرف خیالی پلاؤ نہیں پکاتے رہتے جیسا کہ حلبی سے متعلق گزر چکا ہے۔

بہر حال ہم انصاف کے مطابق کہتے ہیں شیخ البانی نے اس جملے کے بعد لکھا ہے کہ:"کیونکہ جب مسلمان اپنے عقیدے کو کتاب و سنت کے مطابق بنالے تو بلاشبہ اس کے ذریعے اس کی عبادت واخلاق اور چال و چلن بھی درست ہو جاتا ہے"شیخ کے اس قول کی ترکیب بھی حسن البناء کے قول کی طرح ہے گویا مسلمان سے مطلوب صرف اصلاح عقیدہ ہے جس کی بناء پر عبادت واخلاق اور چال و چلن درست ہو گا اور اس کی بنیاد پر ریاست قائم ہو جائے گی۔یہ درست نہیں اور نہ ہی حقیقت کے مطابق ہے ہم نے کتنے ہی لوگ دیکھے ہیں جن کا عقیدہ درست ہے یعنی اسماء وصفات وغیرہ معروف مسائل

میں جہمیہ اور مرجئہ کے عقائد کے مخالف ہے اس کے باوجود نہ عبادت کرتے ہیں نہ ان کے پاس اخلاق اور حسن سلوک جیسی کوئی شئے ہے بلکہ دشمنان دین کے دفاع میں ہر وقت تیار اور موحدین کے دشمن بنے رہتے ہیں ان سے جھگڑتے ہیں حق اور ہدایت کو خلط ملط کرتے ہیں چھپاتے ہیں علماء کے کلام میں تحریفیں اور ردّ وبدل کرتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ مسلمان اپنے عقیدے کی اصلاح کرے اور اپنی توحید کی تجرید(یعنی توحید کے منافی اور ناقض ہر قول وفعل اور فکر سے اجتناب وبراءت)کرے اپنی فکر،عبادات،اخلاقیات،دعوت وجہاد منہج نبوت کے مطابق درست بنائے اور یہ مضبوط حکمت عملی اور ترغیب اور تیاری،قیام دین کے لئے جہاد کرنے اور طواغیت کے خلاف جہاد کرکے توحید کو ثابت کرنے کے ذریعے ہی ممکن ہے اگر ہم یہ سب کریں اور ہمارے ہاتھوں اسلامی ریاست معرض وجود میں آجائے توفبہاوگرنہ ہم مرجائیں گے اس حال میں کہ اللہ ہم سے راضی ہوگا کیونکہ ہماری اس سے ملاقات اس حال میں ہوئی کہ ہم مومنین کے سچے راستے پر تھے طائفہ منصورہ کے منہج وطریق پر تھے ان لوگوں کے راستے پر تھے جن پر اللہ نے انعامات کئے جو انبیاء،صدیقین،شہداءاور صالحین ہیں ۔

(یااللہ ہمیں ان میں اور ان کے مددگاروں میں شامل فرما:آمین)

اس کے بعد

شیخ البانی کے فتوے اور حلبی کے مقدمے اور تعلیقات میں سے جن باتوں پر میں نے تنبیہ کرنا مناسب سمجھا یہ ان کا خلاصہ ہے بہت سی باتوں سے میں نے صرف نظر کیا جو مکرر تھیں اور ان پر ہم خوب ردّ کرچکے ہیں تاکہ قاری پر طوالت نہ ہو اور وہ اکتائے نہ مثلاً شیخ ابن باز کی تفریط اور ابن عثیمین کی تعلیق ان میں کوئی نئی بات یا دلیل نہیں ان کی اکثر باتیں شیخ البانی کی توثیق میں تکرار ہیں کہ ”جو اللہ کے دین کا پابند ہو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرتا ہو اگر خواہش یا شہوت کی بناء پر بعض حکم چھوڑ دے تو وہ عاصی ہوگا موجودہ طاغوتی شرک کی بھی یہی صورتحال ہے“بس یہی مسئلہ ابن عثیمین

نے اپنی تعلیق کا اختتام اسی طرح ارجائی ثمرات پر کیا ہے جس طرح شیخ البانی نے اپنے فتوی کو ختم کیا ہے اور حلبی نے اپنا مقدمہ کہ ان طواغیت کے خلاف بغاوت سے لوگوں کو ڈرایا اور ان کے خلاف جہاد میں مدد نہ کرنے پر اکسایا ہے اور جو ان کی تکفیر کرے یا ان کے خلاف خروج کرے اس کے خلاف طعن و تشنیع اور خواہش پرستی کی تہمت لگائی ہے جس کا وہ خود مستحق ہے۔اس طرح کے اختلافات اور تکراراات پر ہم بارہا ردّ کر چکے ہیں جو ہدایت کے طالب کے لئے کافی ہے البتہ حق سے اعراض کی بناء پر جس کے دل پر اللہ نے مہر طبع کر دی ہو اگر پہاڑ بھی اس کے ہاتھوں پر رکھ دیا جائے وہ تو اس پر توجہ نہیں دے گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں معاف اور سلامت رکھے۔ آمین

شیخ بن باز نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق کچھ اقوال نقل کئے ہیں ہمارا اس سے یہاں تعلق نہیں یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ ہم اپنی کتاب (مساجد الضرار واحکم الصلاۃ خلف اولیاء الطاغوت وانوابه) میں بیان کر چکے ہیں ان مشائخ سے ہمارے چند اختلافات بھی ہیں جن میں ہم نے ان پر ردّ کیا ہے اللہ تعالیٰ بآسانی انہیں منظر عام پر لے آئے اس کتاب کو لکھنے میں نے عجلت سے کام لیا ہے کیونکہ میں ان لوگوں کو کتب کی ہیرا پھیریوں میں صبر نہیں کر پاتا دور طالب علمی میں ہم نے ان کی کتب کا کس قدر مطالعہ کیا مگر ردّ کر دیا اور اللہ کی قسم ان کتب کو پڑھ کر میرا سینہ تنگ پڑ جاتا ہے کیونکہ ان میں باطل، تلبیس، ہیر پھیر، جہالت اور ادنیٰ باتوں کے متعلق بحث ہوتی ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں زیادہ پڑھنے سے میرا دل بیمار نہ پڑ جائے اللہ ابن مبارک وغیرہ سلف پر رحم کرے شاید میرا وہی شعور ہے جو ان کا تھا وہ فرماتے تھے: ہم یہود و نصاریٰ کا کلام نقل کر لیتے ہیں مگر جہمیہ کا کلام نقل نہیں کر سکتے'' اس کراہت کے باوجود میں نے اس کتاب کے ردّ کے لئے خود کو تیار کیا اس امید کے ساتھ کہ اللہ اس کے ذریعے بند دلوں، آنکھوں اور کانوں کو کھول دے۔اور اگر اللہ نے میرے مقدر میں جیل نہ لکھی ہوتی جس کی بنائ پر مجھے اس قدر فرصت مل گئی کہ میں اپنی اہم ترین کتابوں کی تصنیف سے دور ہو گیا میں یہ کتاب نہ لکھ پاتا ارشاد فرمایا:

﴿فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا﴾ (النساء:۱۹)

''ممکن ہے تم ایک شئے ناپسند کرو اور اللہ اسی میں خیر کثیر رکھ دے''۔

﴿وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرۃ:۲۱۶)

''امید ہے تم کسی شئے کو ناپسند کرو حالانکہ وہی تمہارے لئے بہتر ہو''۔

میں قاری کو یہ بتانا چاہوں گا کہ یہ کتاب میں جیل میں لکھی ہے جہاں حوالہ جات میں انتہائی مشکل کا سامنا تھا اس لئے میرے خیال میں حلبی کے اقوال کے تعاقب اور اس کے ردّ میں کافی نہیں لکھ سکا اور نہ اصل حوالہ جات چیک کر سکا کیونکہ وہ کتب جیل میں دستیاب نہ تھیں وگرنہ اس شخص کی جن ہیرا پھیریوں اور دھوکوں سے میں وہاں دستیاب کتب کے ذریعے واقف ہو سکا اگر تمام حوالہ جات کو چیک کیا جاتا تو نہ جانے کیا ہوتا اسی لئے میں اپنے اندر یہ کسک محسوس کرتا ہوں بہر حال یہ بات بھی پیش نظر رہے اور ممکن ہے جو ان لوگوں کی چوریوں اور تلبیسات کے پیچھے پڑا ہوا وہ انہیں ڈھونڈ نکالے اللہ اس کی مدد فرمائے جہاں تک میرا تعلق ہے تو میری بیان کردہ چند ایک مثالیں ہی ان لوگوں کی حقیقت بیان کرنے کے لئے کافی ہیں مگر ان لوگوں کے لئے جن کے دل اب بھی زندہ ہیں:

فمن یمیت قلب لا یھتدی ابدا ولو جئتہ بصحیحات البراھین

''جس کا دل مر جائے وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتا اگرچہ اس کے پاس صحیح و درست دلائل لے آؤ''۔

خاتمہ سے پہلے میں حلبی کے ایک اور کلام پر ردّ کرنا چاہوں گا جس کا عنوان اس نے ''حکم میں حکم'' رکھا ہے صفحہ ۱۱۳ کے حاشیے میں لکھتا ہے: ''یہ بحث فاضل بھائی شیخ ابو الحسن المصری کے ہمارے شیخ البانی کے سامنے ایک علمی مذاکرے سے ماخوذ ہے اور شیخ محمد صالح العثیمین وفقہ اللہ بھی اس بحث کی عمدگی اور نتیجہ خیز ہونے کے قائل ہیں'' پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذکر کیا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا﴾ (النساء:٦٠)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ زعم رکھتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا چاہتے ہیں کہ طاغوت کو حاکم بنائیں حالانکہ انہیں حکم ہے کہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں لا پھینکے"۔

پھر کہتا ہے: ان آیات میں مذکور لوگ ابتداءً کافر نہ تھے۔ "یہ زعم رکھتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا"۔ اس کے باوجود کہ ان سے یہ صادر ہوا "چاہتے ہیں کہ طاغوت کو حاکم بنائیں"۔

میں کہتا ہوں: اگر اس سے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے قبل مومن تھے تو ہم اس کے مخالف نہیں لیکن اس کا مطلب ہے کہ وہ طاغوت کو حاکم بنانے کو کفر قرار نہ دے اور نہ ہی اس کے مرتکب کو واجب القتل والقتال قرار دے اور یہ اللہ کے اس فرمان ﴿يَزْعُمُوْنَ﴾ "وہ زعم رکھتے ہیں"۔ کہ واضح خلاف ہے کیونکہ یہ ان کے دعوٰی ایمان کی تکذیب کرتا ہے اہل علم کی اس سے متعلق تفسیر اسی کی تائید کرتی ہے جو ہم ذکر کر آئے ہیں مثلاً شیخ عبدالرحمن بن حسن آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اس کا ردّ کیا جو طاغوت کو حاکم بنانا چاہے اور انہیں ان کے زعم ایمان میں جھوٹا قرار دیا جیسا کہ فرمایا ﴿يَزْعُمُوْنَ﴾ "وہ زعم رکھتے ہیں"۔ اس سے ان کے ایمان کی نفی کی کیونکہ یہ لفظ ﴿يَزْعُمُوْنَ﴾ غالباً جھوٹا دعوٰی کرنے والے کے لئے بولا جاتا ہے جو اپنے ہی عمل سے اپنے دعوٰی کی نفی کر رہا ہو اس کی مزید تاکید اللہ کا یہ فرمان کرتا ہے:

﴿وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾ (النساء:٦٠)

"حالانکہ انہیں حکم ہے کہ اس کے ساتھ کفر کریں"۔

چونکہ طاغوت کے ساتھ کفر کرنا توحید کا رکن ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت میں ہے اور جب یہ رکن نہ رہے توحید بھی حاصل نہیں ہوتی"۔(فتح المجید و شرح کتاب التوحید ص:۳۹۲)

امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ اضواء البیان میں فرماتے ہیں:"اس آیت:

﴿وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾

"وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا"۔

سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کی شریعت کے بغیر قانون سازی کرنے والوں کی پیروی کریں وہ اللہ کے ساتھ شرک کر رہے ہیں. اس کے واضح دلائل میں سے سورۃ النساء کی یہ آیت بھی ہے جس میں اللہ نے صاف فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی شریعت کے علاوہ کو حاکم بنانا چاہیں وہ اپنے اس زعم پر خوش ہوتے ہیں کہ وہ مومن ہیں حالانکہ وہ طاغوت کو حاکم بنانے کے ارادے کے باوجود اپنے اس دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہیں اس پر انہیں خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ارشاد فرمایا:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا.........الآیۃ﴾(النساء:۶۰)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ زعم رکھتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا"۔

ان آسمانی نصوص سے انتہائی طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے اپنے رسل علیہم السلام کی زبانی بیان کردہ اپنے قوانین کے مقابلے میں شیطان کے اپنے اولیاء کی زبانی اپنے بنائے قوانین کی پیروی کرتے ہوں ان کے کفر و شرک میں شک وہی کر سکتا ہے جسے اللہ نے بصیرت اور نور وحی سے محروم کر رکھا ہو"۔علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے فوراً بعد اسی سیاق میں ہی قسم کھائی اور حرف نفی کو مقسم علیہ کی تاکید کے لئے دو مرتبہ ذکر کیا فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء:٦٥)

"آپ کے رب کی قسم وہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں جب تک آپ کو اپنے اختلاف میں حاکم نہ مان لیں پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طرح مان لیں"۔

(ابو بکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں: "اس آیت میں دلیل ہے اس بات کی کہ جو اللہ کے احکامات میں سے کسی ایک حکم کو ردّ کردے یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات میں سے کسی ایک حکم کو ردّ کردے وہ اسلام سے خارج ہے خواہ شک کی بناء پر ردّ کرے یا قبول نہ کرے اور تسلیم کرنے سے رک جائے"۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: جو اپنے اختلافات میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کا التزام نہ کرے اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ وہ مومن نہیں نیز جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کا التزام نہ کرے وہ کافر ہے۔ (منہاج السنۃ:۵/۱۸۱)

اللہ نے بہت بڑی قسم کھا کر ان کے ایمان کی نفی کردی حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم مان لیں اور طاغوت کے حکم سے براءت کرلیں ان آیات کی اس صراحت ووضاحت کے باجود حلبی صفحہ ۱۱۴ پر لکھتا ہے: "لیکن حکم چھوڑنے کے باوجود جب وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ کا حکم ہی حق ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ باطل ہے اور وہ اس کا جحود یا تکذیب یا انکار نہ کرتے تھے تو ان کے بارے میں یہ ہے:

﴿فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيٓ أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا﴾ (النساء:٦٣)

"ان سے صرف نظر کر اور انہیں نصیحت کرتا رہ اور ان سے وہ بات کہہ جو ان کے دلوں میں گھر کرلے"۔

جن لوگوں کی یہی کیفیت وحالت ہو ان کے ساتھ ایسا کرنا ہی واجب ہے یعنی صرف نظر کرنا اور نصیحت کرنا نہ کہ ان کی تکفیر کرنا اور انہیں قتل کرنا اگر انہیں صرف ان کے اس فعل کی بناء پر عمل اور اعتقاد کی تفصیل میں جائے بغیر کافر قرار دے دیا جائے تو اللہ ہمیں ان کے قتل کرنے کا حکم دیتا جیسا کہ صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۵۲۴ میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

((من بدل دینه فاقتلوه)) (بخاری)

" جس نے اپنا دین بدل دیا اسے قتل کر دو۔"

لہٰذا جب وہ ایسے نہ تھے تو ہم سے ہمارے رب نے ان کے ساتھ یہ معاملہ کرنے کا مطالبہ بھی نہ کیا۔

یہ کلام واضح جہالت اور دھوکہ پر مبنی ہے یہ تعجب نہیں کہ لکھنے والے نے اسے لکھ کس طرح لیا یا حلبی پر نہیں کہ کس طرح اس نے اسے اپنی کتاب میں جگہ دی بلکہ تعجب اس بات پر ہے کہ وہ لوگ جو علم وفقہ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جیسا کہ حلبی نے انہیں عالم اور فقیہ قرار دیا ہے انہوں نے اس کلام کو کس طرح قبول کر لیا؟ اس کا یہ قول کہ "لیکن حکم چھوڑے کے باوجود جب وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ حکم ہی حق ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ باطل ہے اور وہ اس کا جحود یا تکذیب یا انکار نہ کرتے تھے" اور یہ قول کہ "اگر انہیں صرف ان کے فعل کی بناء پر عمل اور اعتقاد کی تفصیل میں جائے بغیر کافر قرار دے دیا جائے" اس طرح کے کلام پر ہم گفتگو کر چکے ہیں اور وہاں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ تکفیر کو جحود، تکذیب اور اعتقاد کے ساتھ جہمیہ اور ان جیسے دیگر بدعتی منحصر کرتے ہیں ہم اس کا ردّ کر چکے ہیں اس کی حقیقت اور موجودہ طاغوتی حکم کی حقیقت کو بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی کہ یہ کفر بواح ہے اس کی تکفیر میں تکذیب یا جحود یا استحلال کی شرط نہیں لگائی جائے گی جو ہدایت کا طالب ہو وہ وہاں دیکھ لے وہ کافی ووافی ہے۔ البتہ اس کا یہ قول کہ "جن لوگوں کی یہی کیفیت وحالت ہو ان کے ساتھ ایسا کرنا ہی واجب ہے یعنی صرف نظر کرنا اور نصیحت کرنا نہ کہ ان کی تکفیر کرنا

اور انہیں قتل کرنا......... آخر تک" اس کے بارے میں ہم کہیں گے کہ سیرت شریعت سے واقف ہر شخص جانتا ہے جیسا کہ ابن حزم نے محلیٰ میں بیان کیا ہے کہ ان آیات میں ان لوگوں کے قتل کا حکم نہ دینا اور نبی e کا انہیں قتل نہ کرنا اس کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ ان جیسے لوگوں کے ساتھ چشم پوشی کرنا اور قتل نہ کرنا مسلمانوں کی جمعیت مضبوط ہونے سے قبل کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے نزول سے پہلے ہے فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (التوبۃ:۷۳، التحریم:۹)

"اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے"

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے الصارم المسلول میں متعدد مقامات پر وضاحت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے نزول سے قبل ان کی تکالیف پر صبر کرنے اور ان سے چشم پوشی کرنے اور معاف کر دینے کا حکم تھا تا آنکہ اسلام کا غلبہ غزوہ تبوک کے بعد مکمل ہوا اور مسلمانوں کی جمعیت بڑھ گئی اور یہ آیت نازل ہو گئی اور اس جیسی دیگر آیات جنھوں نے اس حکم کو منسوخ کر دیا (بطور مثال کے دیکھئے الصارم المسلول ص:۱۸۹، ۱۷۸، ۱۷۹، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۳۷، ۳۵۹ وغیرہ نیز الشفاء للقاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ جلد دوم نیز المحلیٰ لابن حزم رحمۃ اللہ علیہ جلد ۱۱ : نیز میں نے اپنی کتاب "امتاع النظر فی کشف شبہات مرجئۃ العصر" کے عنوان: ((

شبهة ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يكفر ولا قتل المعترض على حكمه في شراج الحرة ولا المنافقين الذين يصدون عن حكم الله صدودا والذي قال له اعدل))

کے تحت اس طرح کے شبہات کا رد کیا ہے) چنانچہ کسی کافر یا منافق کے لئے اس کے بعد ممکن نہ رہا کہ وہ اپنے کفر کا اظہار کرے کیونکہ اگر ایسا کرے گا تو پکڑا جائے گا اور قتل کیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد جس کسی نے ایسا کیا تو فوراً ہی اسے ندامت اور توبہ کا اعلان بھی کرنا پڑتا لہٰذا اسے چھوڑ دیا گیا اور اس کے خون کو معصوم قرار دیا گیا علاوہ ازیں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت انہیں قتل نہ کرنے کے کچھ اور اسباب بھی ذکر کئے ہیں انہیں ضرور ملاحظہ کیا جائے کیونکہ وہ کافر اور منافق کے حق میں لڑنے والے کو لگام ڈالنے کے لئے انتہائی موثر ہیں اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تہمت لگاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین میں سے جس نے اظہار کفر کر دیا تھا اس پر حد ارتداد نہیں لگائی یا جو یہاں سے دلیل لیتا ہے کہ دین کے ساتھ استہزاء کرنے والے اور طاغوت کو حاکم بنانے والے و دیگر کفار کافر نہ تھے (اس بارے میں ابن حزم کا کلام ملاحظہ ہو جلد ۱۱ سلفیت کی طرف منسوب بعض مشائخ کا یہ زعم ہے کہ غزوہ تبوک میں قراء کے ساتھ استہزاء کرنے والوں کی تکفیر نہیں کی گئی یعنی کفر اکبر کے ساتھ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل نہ کیا اسی لئے کہا کہ "یہ دلیل ہے کہ اللہ کے دین کے ساتھ استہزاء کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی جب تک وہ دل سے استہزاء کے حلال اور جائز ہونے کا قائل نہ ہو" بلاشبہ یہ جہمیت اور ارجائیت کے ہی نتائج ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ پوری صراحت کے ساتھ فرماتا ہے:

﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (التوبۃ:٦٦)

"عذر نہ پیش کرو تم ایمان لانے کے بعد کفر کر چکے ہو"

سورۃ التوبہ میں اللہ کے اس کلام کے شان نزول میں صراحت ہے کہ ان سب نے توبہ اور ندامت کا اظہار کیا تھا اور ان کے دو گروہ تھے ایک اپنی توبہ میں سچا اور دوسرا جھوٹا تھا تو توبہ نے انہیں فائدہ دیا کہ ان کی جانوں کو معصوم بنا دیا اس دنیا میں البتہ اللہ ہاں کے تو جس نے سچی توبہ کی اللہ نے

اسے معاف کر دیا اور جھوٹوں کو جنہوں نے تلوار اور سزا کے خوف سے توبہ کی تھی انہیں یہ وعید سنائی کہ:

﴿ إِن نَّعْفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾(التوبۃ:٦٦)

"اگر ہم نے تمہارے ایک گروہ سے در گزر کیا ہے تو ہم ایک گروہ کو عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں"۔

اگر ان لوگوں سے چشم پوشی یا انہیں قتل نہ کرنے کا حکم نبی ﷺ کے مراحل دعوت میں سے کسی ایک مرحلے میں مطلق ہوتا اس وقت حلبی اور اس کے ساتھی کا استدلال صحیح ہوتا اور وہ یہ دعوٰی کرسکتے کہ اللہ کی شریعت سے ٹکرا کر طاغوت کو حاکم بنانے والے کی تکفیر نہ کرنا واجب ہے ایسے عموماً مشرکین اور کفار سے عدم قتال اور ان کی تکفیر نہ کرنے کے جواز کا استدلال بھی درست ہوتا اللہ کی کتاب میں کفار سے چشم پوشی کرنے کا حکم بارہا مرتبہ آیا ہے لیکن آیت سیف اور اس جیسی دیگر آیات جن میں تمام کفار و مشرکین کے خلاف قتل اور سختی کا حکم ہے کے نازل ہونے سے پہلے مثلاً فرمایا:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾(الحجر:٩٤)

"تجھے جو حکم ہے اسے پورا کر اور مشرکین سے صرف نظر کر"

کیا اہل خرد و عقل اس آیت سے یہ استدلال درست سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تمام مشرکین کی تکفیر نہ کی جائے اور ان سے مطلقاً قتال نہ کیا جائے جیسا کہ البانی کے سامنے علمی مذاکرہ کرنے والے نے کیا اور ان کے ابن عثیمین نے اس کا مطالعہ کیا اور اس طرح اس نے جہاد و استشہاد کو معطل قرار دے دیا ؟اس بات کا جو وہ جواب دیں وہی جواب ان کے اس علمی مذاکرے اور بحث کا بھی ہے یا جیسے اللہ کا فرمان:

﴿فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا﴾(النجم:۲۹)

''جو ہمارے ذکر سے پھر جائے اور محض دنیا کا چاہنے والا ہو اس سے صرف نظر کر''۔

نیز فرمان کہ:

﴿اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ﴾ (الانعام:۱۰۶)

''تیرے رب کی طرف سے تیری طرف جو وحی کی جائے اس کی پیروی میں لگا رہ نہیں کوئی معبود مگر وہی اور مشرکین سے صرف نظر کر''۔

نیز فرمان کہ:

﴿فَاَعۡرِضۡ عَنۡھُمۡ وَ انۡتَظِرۡ اِنَّھُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ﴾(السجدۃ:۳۰)

''پس ان سے صرف نظر کر اور انتظار میں رہ وہ بھی منتظر ہیں''۔

ایسی ہی دیگر آیات۔ اگر اس بحث میں ان کا یہ زعم ہوتا کہ دور حاضر میں کفار سے چشم پوشی کی اجازت ہے جو حالت کمزوری میں یا قتل و قتال کی استطاعت نہ ہونے کی حالت میں اختیار کی جاسکتی ہے تو اہل علم سلف سے انہیں اس کی دلیل مل جاتی لیکن انہوں نے قتل کے ساتھ تکفیر کا ذکر کیا جس کا اعتقاد میں کوئی دخل نہیں اور کمزوری کو اس کی بنیاد قرار دیا اس طرح انہوں نے ایسی جہالت کا ارتکاب کیا جو ان سے پہلے کسی نے نہ کی اور انہوں نے صراحت سے لکھا کہ جو اللہ کے حکم سے اعراض کرکے طاغوت کو حاکم بنائے اس کی تکفیر اور اس کے خلاف قتل و قتال سے مطلقاً چشم پوشی کرنا واجب ہے جبکہ ایسی بات دین کے اصول و قواعد کو جاننے والا ہرگز نہیں کہہ سکتا اور ان کے اس فاسد استدلال کو وہی شخص دلیل مان سکتا ہے جو محکم کو چھوڑ کر متشابہ کے پیچھے بھاگتا ہو۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے راسخ اہل علم کا یہ طریقہ نہیں بلکہ یہ ان ٹیڑھے دل والوں کا طریقہ ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں فرماتا ہے:

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ﴾(آل عمران:۷)

”جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے متشابہات کے پیچھے جاتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور تاویل ڈھونڈیں“۔

ہم اللہ سے سلامتی اور عافیت کے لئے دعاگو ہیں۔صرف یہ باقی رہ گیا کہ ان آیات میں مذکور لوگوں کا ارادہ صرف طاغوت کو حاکم بنانے کا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے واضح ہے اس صورت میں ان کا حال اور حکم آپ جانتے ہیں توجو اپنے تمام اختلافات و معاملات میں عملی طور پر علاقائی اور صوبائی اور ملکی طواغیت کو حاکم بنائے بلکہ اپنی زندگی و موت اور قیامت کا مقصد طاغوت کی خدمت بنائے اور اسے سب سے بڑا قانون ساز قرار دے جیسا کہ ان کے دستور میں ہے اور اس کے باطل قانون کو نافذ کرے اور اسے مقدم رکھے اور عملی طور پر خون،جان،عزت،مال میں اسے حاکم مانے بلکہ دین و شریعت پر بھی اسے حاکم اور نگران مانے اس کا کیا حکم ہو گا؟جیسا کہ موجودہ حکام شرکیہ قانون سازی کرتے ہیں۔اس سے ہوشیار رہیں اوران کی طرح مت ہو جائیں جو جہمیہ اور مرجئہ کے دھوکوں اور چرب زبانیوں میں پھنس جاتے ہیں۔

خاتمہ

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان اوراق کو چند لطیف اشاروں پر ختم کروں جو شاید طالب حق کے لئے جراءت کی آگ بھڑکا دیں اور اس کے راستے میں آنے والے دھوکوں کو زائل کر دیں میں کہتا ہوں کہ:

1 موجودہ مرجئہ میں بعض اپنے لئے اس وصف کو ناپسند کرتے ہیں جیسے حلبی اور اس کے شیوخ دیکھئے کتاب التحذیر ص ۳۳ اور صفحہ ۳۴-۶۶ کا حاشیہ:ہم نے انہیں اس وصف سے متصف کر کے بڑی نرمی برتی ہے وگرنہ ان کے احوال سے واقف اور گذشتہ کتاب میں جو کچھ آپ نے ملاحظہ کیا اس

سے کچھ اور ہی صورت ہوتی کہ وہ طواغیت کفر کے لیے دلائل ڈھونڈ ھتے ہیں ان کے کفر و شرک کو معمولی سمجھتے ہیں اور ان کی قانون سازی اور کفر بواح کو زمانہ فتوحات کے خلفائے کے ظلم وجور سے مشابہ قرار دیتے ہیں تا کہ اسے کفر دون کفر کہہ سکیں اور موحدین مجاہدین پر ہر سو سے حملے کرتے ہیں انہیں برے القابات دیتے ہیں صرف اس بناء پر کہ وہ ان طواغیت کو کافر کہتے ہیں ان سے براءت واجتناب اور قطع تعلق کی طرف دعوت دیتے ہیں۔اس کے ساتھ ان کی تلبیسات، تدلیسات اور تخلیطات اور جہمیت سے ماخوذ کفر کو جحود یا تکذیب میں منحصر کرنے کو بھی شامل کر لیں۔

میں کہتا ہوں: یہ سب جاننے والا بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ بڑا واضح ظلم ہے اور ہم انہیں پہلے مرجئہ کے ساتھ شامل کرنے یا ان کے برابر یا ان کی طرح قرار دینے میں حق بجانب ہیں خاص کر جب قدیم مرجئہ، ان میں بھی بطور خاص مرجئۃ الفقہاء جو اہل السنۃ سے فقط اسماء میں اختلاف رکھتے تھے یعنی الفاظ و تعریفات میں اور ارکان واعمال کے ترک یا مرتد و کفار کے لئے دلائل ڈھونڈنے میں انہیں مرتب نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اپنی ارجائیت کے ذریعے انہوں نے ان کفار اور ان کے مددگاروں سے دوستی کو جائز قرار دیا اسی لئے سلف نے ان کی تکفیر نہیں کی ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ”مرجئہ کے بارے میں امام احمد سے اختلاف منقول نہیں یعنی وہ ان کی تکفیر نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کی بدعت فروعی مسائل میں فقہائے کے اختلاف جیسی تھی بلکہ ان کے اکثر اختلاف الفاظ واسماء تک تھے اسی لئے انہوں نے ان کے مسائل سے متعلق بحث کو ”باب الاسماء“ کا نام دیا یہ فقہاء کا اختلاف ہے لیکن چونکہ دین کی بنیاد یعنی عقیدے سے متعلق ہے اس لئے اس میں اختلاف کرنے والا بدعتی ہوا“۔(مجموع الفتاوی: ۲۱ / ۴۸۵-۴۸۶)

جب ان متاخرین کی بدعت فقط کفر وایمان کے ناموں یعنی اسماء والفاظ تک تھی تو ہمارے لئے انہیں قدیم مرجئہ کے مشابہ قرار دینا درست ہوا ہم انہیں بدعتی اور گمراہ قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کا کلام بقول ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ دین کے عقیدے سے متعلق ہے البتہ ہم ان کی اس وقت تک تکفیر نہیں

کر سکتے جب تک وہ اپنی اس ارجائیت کو طاغوت کے ساتھ دوستی اور اس کی مدد وبیعت اور اس کی قانون سازی کی مدد یا اس میں شرکت وغیرہ ظاہری اسباب تکفیر پر مرتب نہ کریں قدیم مرجئہ سے واقف شخص ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کی صحت پر تعیین رکھتا ہے کہ وہ عمل کو ایمان سے صرف تعریف کی حد تک الگ کرتے تھے ان کے تراجم ملاحظہ کرنے والا تعجب کرتا ہے جب وہ مرجئہ کے کبار اور بڑے بڑے دعاۃ کو ان لوگوں میں پاتا ہے جن کی عبادات اور زہد عمل مشہور ہے بلکہ منکر پر ان کا انکار تک مشہور ہے مثلاً محمد بن کرام السجستانی جو مرجئہ کرامیہ کی طرف منسوب ہے وہ کہتا تھا کہ ایمان فقط قول کا نام ہے عمل کا نہیں مؤرخین اسے اس نام سے ذکر کرتے ہیں: ابو عبد اللہ السجستانی العابد (البدایۃ والنہایۃ: ۱۱/ ۲۸۰) سالم بن سالم ابو بحر البلخی حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق لکھتے ہیں مرجئہ کا داعی تھا البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بڑا تھا اور عابد وزاہد تھا اپنے لئے ۴۰ سال تک بستر نہیں بچھایا اور ۴۰ سال مکمل روزے رکھے (یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے لیکن مقصود یہ ہے کہ وہ صرف تعریفات میں اختلاف رکھتے تھے عملی طور پر نہیں) بغداد آیا تو رشید پر انکار کیا اس کی شناعت بیان کی اس نے اسے ۱۲ بیڑیوں میں قید کر دیا اور ابو معاویہ اس کی سفارش کرتا رہا یہاں تک کہ صرف ۴ بیڑیاں رہ گئیں۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۱۰/ ۵۲۲)

ابو معاویہ جس نے اس کی سفارش کی اس سے ابو معاویہ الضریر محمد بن خازم بن بزیع مراد ہے وہ بھی مرجئہ کا داعی تھا اور عبادت گزار تھا۔ ایسے ہی قیس مسلم العدوانی بھی مرجئہ تھا عبادت گزار تھا سفیان کہتے ہیں: "لوگ کہتے ہیں کہ قیس بن مسلم نے اتنے لمبے عرصے تک اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے آسمان کی طرف سر نہیں اٹھایا" ایسے ہی عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی روّاد مرجئہ کا بہت بڑا داعی تھا عبد الرزاق کے پاس جب اس کی موت کی خبر آئی تو کہنے لگے اللہ کا شکر ہے جس نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد المجید سے نجات دی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ارجائیت میں غلو کرتا تھا (کہتا تھا کہ) یہ مشکوک لوگ کہتے ہیں "میں ان شاء اللہ مومن ہوں" اس کے باوجود یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اس کے

بارے میں فرماتے ہیں: سچا تھا اپنا سر آسمان کی طرف نہ اٹھاتا تھا وہ اس کی تعظیم کرتے تھے اور عبد اللہ بن ایوب المخرمی فرماتے ہیں: عبد المجید کی صورت میں میں ایک بزرگ شخصیت دیکھتا ہوں عبادت کے اعتبار سے اور ہارون الحمال فرماتے ہیں: میں نے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا نہ دیکھا اور عبد المجید ان سے بڑھ کر اللہ سے ڈرتا تھا۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (سیر اعلام النبلاء:۹/۴۳۶) میں فرماتے ہیں: امام وکیع ۴۳۶ کے خشوع کو سنت کا امام ہونے کے باوجود مقدم کیا بخلاف اس مرجئی کے خشوع کے اللہ اسے معاف فرمائے اور ہمیں اور آپ سب کو سنت کی مخالفت سے بچائے۔ ایسے ہی عامر بن ذر بن عبد اللہ الہمدانی مرجئہ کے بڑوں میں سے ایک ہے اس کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس نے سب سے پہلے ارجائیت کے متعلق گفتگو کی اس کے باجود ان عبادت گزار لوگوں میں سے ہے جن کے اقوال کو تہجد پر ترغیب دینے کے لئے پیش کیا جاتا ہے اس کا قول ہے کہ: جب عبادت گزاروں نے دیکھا کہ رات ان پر اچانک آجاتی ہے اور غفلت میں پڑے ہوؤں کو دیکھا کہ اپنے بستروں میں سکون سے ہیں اللہ کی طرف خوش ہو کر اور اس بات کی خوشخبری حاصل کر کے کہ اس نے انہیں آخری پہر کی بہترین عبادت اور لمبے تہجد کی بہترین توفیق سے نوازا اللہ کی طرف کھڑے ہو جاتے ہیں رات کا استقبال اپنے جسموں سے کرتے ہیں اندھیروں سے اپنے چہرے ملا لیتے ہیں ان کی رات گزر جاتی ہے تلاوت کی لذتیں ختم نہیں ہو پاتیں اور نہ ان کے جسم لمبی عبادت سے تھکتے ہیں صبح دو فریق ہوتے ہیں جن سے رات فائدے اور نقصان کی حالت میں جدا ہوتی ہے ان دونوں گروہوں میں کس قدر دوری ہے اپنے نفوس کے لئے عمل کرو اللہ تم پر رحم کرے اس رات اور اس کی سیاہی میں نقصان میں وہ رہا جو دن رات کی خیر سے محروم رہا وہی حقیقی محروم ہے اس نے ان دونوں کو مومنوں کے لیے اپنے رب کی اطاعت کا ذریعہ بنالیا ہے اور دوسروں کے لئے جو اپنے آپ سے غافل رہتے ہیں وبال بنایا ہے اللہ کے لئے اپنے نفوس کو زندہ کرو کیونکہ دل اللہ کے ذکر سے زندہ رہتے ہیں۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں تراجم میں ایسی بہت سی مثالیں نظر سے گزرتی ہیں طالب حق ان

کے لئے کتب رجال ملاحظہ کرے (افسوس جیل میں یہ کتب نہ تھیں اس لیے میں اکثر حوالے البدایہ والنہایۃ کے دیئے ہیں) اور مرجئہ کے تراجم پڑھے تاکہ جان سکے کہ ارجائیت کی ابتداء فقط الفاظ واسماء اور تعریفات میں اختلاف سے ہوئی لیکن بعد ازاں یہ عمل میں سستی اور فسق اور نافرمانیوں کا سبب بن گئی جیسا کہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الایمان ص:۳۳۹) میں فرماتے ہیں: اسی لئے ارجائیت فقہاء میں ایک جماعت میں داخل ہوگئی جو ائمہ کے نزدیک اہل علم و دین تھے اسی لئے سلف میں سے کسی نے بھی مرجئہ فقہاء کی تکفیر نہیں کی بلکہ اسے اقوال وافعال کی بدعت قرار دیا نہ کہ عقائد کی بدعت اکثر اختلاف لفظی تھا لیکن کتاب وسنت کے مطابق لفظ ہی درست ہے کسی کے لئے جائز نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے قول کے خلاف کہے البتہ مرجئہ متکلمین کی بدعت اور فسق کے ظہور کا سبب بنا یہ لفظ کی معمولی غلطی عقائد واعمال کی بڑی غلطیوں کا سبب بنی اسی لئے ارجائیت کی مذمت میں بڑا کچھ کہا حتٰی کہ ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”مرجئہ کا فتنہ اس امت کے لئے ازارقہ کے فتنے سے بڑھ کر ہے“ (دیکھئے کتاب السنۃ لعبد اللہ بن الامام احمد رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۳/ ۱: ازارقہ خوارج کا ایک فرقہ ہے)

زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ”ارجائیت سے زیادہ نقصان دہ بدعت بدعتی کے لئے اسلام میں کوئی نہیں“ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یحیٰ بن ابی کثیر اور قتادہ رحمہما اللہ علیہما دونوں کہا کرتے تھے کہ ارجائیت کی بنسبت خواہشات میں سے کوئی شئے اس امت کے لئے خوفناک نہیں۔ (کتاب السنۃ: ۱/ ۳۱۸)

قاضی شریک رحمۃ اللہ علیہ مرجئہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”وہ خبیث ترین لوگ ہیں خباثت میں رافضہ کافی ہیں لیکن مرجئہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں“ (ان کے اللہ پر جھوٹ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عمل ایمان کا حصہ نہیں یا یہ کہ یہ شرط کمال ہے اور ایک جھوٹ یہ بھی ہے کہ ان کے علماء اور جانشینوں نے طاغوت کو حاکم بنانے اور اللہ کے ساتھ قانون سازی کرنے کو کفر دون کفر قرار دیا اور یہ کہا کہ اس کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا جب تک اسے حلال نہ سمجھے۔ یہ اللہ پر جھوٹ

بولنے کے مترادف ہے انہوں نے بچھڑے کی عبادت کو شرک نہیں مانا اور کہا کہ ہم جہنم میں صرف چند دن رہیں گے)سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"مرجئہ نے اسلام کو باریک کپڑے سے بھی زیادہ رکیک بنادیا"۔امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ مرجئہ کے عقائد کے نتائج سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :انہوں نے ہر فاسق اور ڈاکو کو تباہ کن گناہوں پر جری کر دیا ہم اس خذلان سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔(سیر ااعلام النبلاء:٩/ ٤٣٦)

میں کہتاہوں کہ: مرجئہ کو مذکورہ حالت سے بعد کے زمانوں میں حقیر اور ناکارہ حالت میں بدل جانا اچنبھے کی بات نہیں کہ یہ طواغیت کے حق میں سہارے تلاش کریں اوران کے ارتداد کو کفر دون کفر کہہ کر معمولی قرار دیں اور جو انہیں کافر کہے اسے تکفیری اور خارجی کہیں اور اسی وجہ سے ان کے اور ان کی دعوت وجہاد کے خلاف ہر طرف سے مختلف حملے کریں ان امتیازات کے ذریعے ہم قدیم مرجئہ کو جدید مرجئہ سے الگ سمجھتے ہیں اس لئے انہیں "موجودہ مرجئہ "کہتے ہیں تاکہ قدیم مرجئہ کی نسبت ان کی طرف کرکے ہم اُن پر ظلم نہ کریں یا یہ شبہ پیدا نہ ہو کہ قدیم وجدید مرجئہ ایک جیسے ہیں کیونکہ بعد کے اکثر مرجئہ جہمیہ میں سے ہیں یا غالی مرجئہ میں سے اور بعض مرجئہ فقہاء میں سے بھی ہیں خاص کر کفر اکبر کو جحود یا تکذیب یا استحلال کی شرط کے ساتھ مشروط کرنے کے مسئلے میں اسی لئے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: چنانچہ بغیر مجبوری کے کلمہ کفر کہنا فی نفسہ کفر ہے اہل السنۃ والجماعت اور کبار فقہاء حتی کہ مرجئہ بھی یہی کہتے ہیں البتہ جہمیہ اوران کے پیروکاراس کے مخالف ہیں "(فتاوٰی ابن تیمیۃ/رسالۃ العقیدہ الاصفہانیۃ /١٢٤/دارالکتب العلمیۃ)

2 سلف عام بدعتی اور بدعت کی طرف داعی میں فرق کرتے ہیں ایسے ہم بھی جہمیہ اور مرجئہ کے عام افراد اور ان کے پیروکاروں کے مابین اور ان کے بڑوں اور ان مشائخ اور داعیان کے درمیان فرق کرتے ہیں یہ باطل کو جائز قرار دینے اور کفر بواح اور صریح شرک اور ظاہر ارتداد کو معمولی قرار دینے کے لئے باطل شبہات قائم کرتے ہیں ان میں بھی خاص طور پر وہ لوگ جو اپنی بدعت وگمراہی کی

نصرت وترویج کے لئے تدلیس و تلبیس اور کلام علماء کی کاٹ پیٹ کا سہارا لیتے ہیں یہ گمراہوں کے سردار ہیں ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ علم کو لوگوں کے سینوں سے نکال کر قبض نہیں کرے گا بلکہ علماء کو موت دے کر علم قبض کرے گا یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی نہ چھوڑے گا لوگ جاہل سرداروں کو پکڑلیں گے وہ علم کے بغیر فتوٰی دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ (مسلم عن عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ) ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃالشرعیۃ) میں فرماتے ہیں: ''اہل بدعت اہل اسلام سے متفق ہوتے ہیں لیکن چند اصول میں مخالفت کرتے ہیں جیسے رافضہ، قدریہ، جہمیہ اور غالی مرجئہ وغیرہ ان کی چند اقسام ہیں:

☆: جاہل مقلد جو بصیرت سے محروم ہو اسے کافر یا فاسق نہیں کہا جائے گا نہ ہی اس کی گواہی ردّ کی جائے گی جبکہ ہدایت حاصل کرنے پر قادر نہ ہو اس کا حکم وہی ہو گا جو کمزور مرد وزن اور بچوں کا ہوتا ہے جن کے پاس کوئی حیلہ وراستہ نہیں ہوتا ان لوگوں کو ممکن ہے اللہ معاف فرمادے اللہ معاف کرنے والا گناہ بخشنے والا ہے۔

☆: جو سوال کرنے ہدایت حاصل کرنے اور حق پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن دنیا اور ریاست اور اس کی لذت وزندگی وغیرہ میں سست ہوتا ہے یہ وعید کا مستحق، گناہگار، اس واجب کا تارک ہے جو اللہ کا خوف اس پر حسب طاقت واجب تھا اس کا حکم وہی ہے جو اس جیسے دیگر واجبات کے تارک کا ہوتا ہے اگر اس میں سنت وہدایت کے مقابلے میں بدعت وخواہش غالب ہوئی تو اس کی گواہی ردّ کر دی جائے اور اس کے برعکس ہو تو قبول کی جائے۔

☆ اس کے سامنے ہدایت کا راستہ واضح کرنے کے بعد اس سے اسے اختیار کرنے کا مطالبہ کیا جائے لیکن وہ تعصب اور تقلید کی بناء پر اسے اختیار نہ کرے یہ سب سے کم درجے میں ہے فاسق ہے اس کی تکفیر میں اجتہاد اور تفصیل سے کام لیا جائے گا (یہ ان کے بارے میں ہے جو غالی نہ ہو ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں اپنے شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ اختیار کیا ہے کہ مجتہد اپنی بدعت

کی طرف داعی غیر غالی کی تکفیر نہ کی جائے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جہمیہ سے کہتے تھے "میرے نزدیک تم کافر نہیں ہو کیونکہ تم جاہل ہو" ان کا یہ قول امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور مذہب کے خلاف ہے ان کے درست مذہب کے مطابق مجتہد جو اپنی بدعت خلق قرآن یا رویت کی نفی وغیرہ کی طرف داعی ہو اس کی تکفیر کی جائے گی اور جو اس کا مقلد ہو اسے فاسق کہا جائے گا۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "درست یہی ہے کہ جس بدعت کے داعی کی ہم تکفیر کر دیں اس کے مقلد کو فاسق کہا جائے جیسے جو قرآن کو مخلوق کہے یا اللہ کے علم اور اسماء کو مخلوق کہے یا یہ کہے کہ آخرت میں اس کا دیدار نہ ہو گا یا صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینا دین کا حصہ سمجھے یا فقط اعتقاد کو ایمان قرار دے وغیرہ تو جو ان کا عالم ہو ان کی بدعات کی طرف دعوت دے اور اس پر مناظرہ کرے اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کئی جگہ یہ بات بطور نص کے ملتی ہے) اگر اعلان کرتا ہو داعی ہو تو اسکی گواہی، فتاوٰی اور احکام رڈ کر دیئے جائیں گے اگرچہ ان کا اہل ہو نہ اس کی گواہی قبول کی جائے گی نہ فتوٰی اور نہ حکم مگر بوقت ضرورت جیسے ان لوگوں کو غلبہ حاصل ہو جائے یا قاضی یا مفتی یا گواہ ان کے مقرر ہو جائیں اس صورت میں اس کی گواہی اور احکام رڈ کرنے میں بڑے فسادات ہیں اور ایسا کرنا ممکن نہیں لہٰذا ضرورتاً قبول کر لی جائے گی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بصراحت موجود ہے فرماتے ہیں کہ: "بدعتی جیسے قدری، رافضہ وغیرہ کی گواہی قبول نہ کی جائے گی اگرچہ ہماری طرح نماز پڑھیں اور ہمارا قبلہ اپنائیں" لخمی کہتے ہیں: "یہ ان کے فسق کی بناء پر ہے کہتے ہیں اگر یہ تاویل کی بنا پر ہو پھر یہ غلطی ہے" اگر قدریہ کی گواہی کو رڈ کرنا اور انہیں غلط قرار دینا قرآن کی تاویل کی بناء پر ہے جیسے خوارج کرتے ہیں تو جہمیہ کے بارے میں کیا کہا جائے جنہیں سلف کی اکثریت نے بہتّر (۷۲) فرقوں سے خارج قرار دیا ہے؟ (الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ ص:۲۳۳-۲۳۴)، (جن جہمیہ کو سلف کی اکثریت نے بہتّر (۷۲) فرقوں سے خارج قرار دیا ہے وہ غالی جہمیہ ہیں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "غالی جہمیہ غالی رافضہ کی طرح ہیں ان دونوں گروہوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اسی لئے سلف کی ایک جماعت نے انہیں بہتّر

(۷۲)فرقوں سے باہر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ دین سے الگ ہیں)ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بدعتی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"ان میں علماء اور عبادت گزاروں کی کثیر تعداد شامل ہے جن سے علم لکھا جاتا ہے اور بخاری و مسلم نے ان سے احادیث نقل کی ہیں لیکن ان میں سے جو اپنی بدعت کی طرف داعی تھا ان سے نقل نہیں کیں یہ فقہاء اہل حدیث کا مذہب ہے جیسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہ جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دے وہ سزا کا مستحق ہے تا کہ لوگ اس کے ضرر سے محفوظ ہیں اگرچہ باطن میں وہ مجتہد ہو اور کم از کم سزا یہ ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے دین میں اس کا کوئی مقام نہ رہے نہ اس سے علم سیکھا جائے نہ اس سے فیصلہ کروایا جائے اور نہ ہی اس کی گواہی قبول کی جائے وغیرہ امام مالکa کا مذہب اس کے قریب ہے اسی لئے صاحب صحیح نے داعی کی روایت نقل نہیں کی لیکن ان کی اور دیگر اہل علم کی اکثریت نے ان سے روایت لی ہے جو باطن میں قدریہ یا مرجئہ یا خوارج یا شیعہ کی رائے رکھتا ہو۔(مجمو الفتاوی:۷/ ۳۸۵)

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ نے اپنی بدعت کا اعلان اور اس کی طرف دعوت دینے والے کی روایت اور شہادت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور اس کی توبیخ کی جائے تا کہ اس کی بدعت مسلمانوں کے سامنے آئے اس کی گواہی کو قبول کرنا اس سے روایت لینا اس کے پیچھے نماز پڑھنا اس سے فیصلہ کروانا اور اس کے احکامات ماننا نافذ کرنا اس کی بدعت کے ساتھ راضی ہونے اسے اس کی بدعت سمیت قبول کرنے کے مترادف ہے اور اس سے اس کی بدعت قبول کرنے کا ذریعہ ہے۔(الطرق الحاکمیۃ ص: ۲۳۲)

ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے عبداللہ بن عمیر الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا میں نے ابراہیم بن موسیٰ (الفراء الزاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہا ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے مرجئہ کے بارے میں پوچھا گیا کہنے لگے : مرجئہ دو طرح ہیں: جنہوں نے عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے معاملے کو مؤخر کیا یہ لوگ گزر گئے

موجودہ مرجئہ کہتے ہیں ایمان قول بلا عمل کا نام ہے تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو نہ کھاؤ پیو اور نہ نماز پڑھو اور نہ ان پر جنازہ پڑھو۔(تھذیب الآثار:۱۸۱/۲)

"کوسج نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس مرجئی کے بارے میں پوچھا جو اپنی بدعت کی طرف داعی ہو کہنے لگے! اللہ کی قسم اسے دور کر دیا جائے ہٹا دیا جائے" (اعلام المؤقعین لابن القیم:۱۶۸/۴)

اسی لئے ہم لوگوں کو ان داعیان اوران کے بڑوں سے ڈرانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے جو جہمیہ اور مرجئہ کی بدعات کو رائج کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کے دھوکوں سے محفوظ رہیں خصوصاً ان میں وہ لوگ جو سلفیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں اور خود کو جھوٹ بول کر منہج سلف کی طرف منسوب کرتے ہیں تاکہ اپنی ارجائیت کو مخلوق میں عام کر سکیں کیونکہ ان کی بے بضاعتی اس وقت کارآمد ہو سکتی ہے جب یہ سلف امت اور ثقہ ائمہ کی طرف خود کو منسوب کریں۔جیسا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء کے متعلق لکھا ہے :"اشعریہ نے لوگوں میں اپنے عقائد خود کو حنابلہ کی طرف منسوب کر کے پھیلائے"۔(مجموعہ الفتاوی:۱۷/۴)

یہی حال موجودہ جہمیہ اور مرجئہ کا ہے وہ سلف اورائمہ کی طرف منسوب ہو کر اپنی بدعات عام کرتے ہیں کبھی کتاب لکھ کر اس کا نام "العذر بالجہل عقیدۃ السلف" رکھتے ہیں اور کوئی فرق بھی نہیں کرتے اور کبھی کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سلف اور ائمہ کا اجماع ہے کہ کفر کے تمام ابواب میں جحود یا تکذیب یا استحلال کے بغیر مطلقاً تکفیر نہیں کرنی چاہیئے اور پھر اللہ کے ساتھ شریعت سازی اور کفر بواح اور صریح شرک کو بھی اسی میں شامل کر لیتے ہیں اور کبھی کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا حکام کے خلاف مطلقاً خروج نہ کرنے پر اجماع ہے تاکہ کشت وخون اور فتنہ نہ ہو اس میں مسلمانوں اور کفار کی تعریف نہیں کرتے نہ ہی ظالم وجابر اور مرتد وواضح کافر کے مابین فرق کرتے ہیں۔اس طرح یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے طریقے اور سلف امت اور ثقہ ائمہ کے منہج پر بہت بڑی زیادتی کرتے ہیں اور

جان بوجھ کر یا بے جانے بوجھے انہیں تشویش میں مبتلا کرتے ہیں اس کی مثالیں ہم حلبی سے متعلق ذکر کر آئے ہیں خصوصاً علماء کے کلام کو کاٹ پیٹ کر اپنے فاسد مذہب کے مطابق بنانا اور یہ دعویٰ کرنا کہ کفر صرف جحود یا تکذیب قلبی کے ذریعے ہی ممکن ہے آپ جانتے ہیں یہ جہمیہ کے عقائد ہیں سلف اور ائمہ اور اہل السنۃ والجماعۃ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ایسے ہی علماء کے کلام سے وہ ثابت کرنا جو ثابت نہ ہوتا ہو اور اس کی ظاہری مراد کو چھوڑ کر ان کے ظالم حکام سے متعلق کلام کو موجودہ کافر حکام پر فٹ کرنا اور خوارج کے متعلق ان کے کلام کو مجاہدین موحدین پر فٹ کرنا جو طواغیت کے خلاف لڑتے ہیں اور کافر حکام کو ردّ کرتے ہیں جبکہ خوارج معاصی کی بناء تکفیر کرتے تھے اور دین سے خارج قرار دیتے تھے اس کے علاوہ اور بہت سے فریب ہیں جو ہم آپ کے سامنے منکشف کر آئے ہیں۔ لہٰذا اپنی بدعات کی طرف دعوت دینے والے بدعتیوں سے لوگوں کو ڈرانا اور ان کی گمراہیوں اور دھوکوں کے پردے چاک کرنا واجب ہے اور بلاشبہ یہ تصفیہ کی بہت بڑی قسم ہے کہ جس تصفیے کا یہ لوگ بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کیا آدمی نماز پڑھے روزہ رکھے اعتکاف کرے یا پھر بدعتی کے ردّ میں گفتگو کرے آپ کو کیا پسند ہے کہنے لگے! جب نماز پڑھے گا روزہ رکھے گا اعتکاف کرے گا تو اس کی اپنی ذات کو فائدہ ہو گا مگر جب بدعتی کا ردّ کرے گا تو تمام مسلمانوں کو فائدہ ہو گا لہٰذا یہ افضل ہے بات واضح ہے کہ اس کا نفع مسلمانوں کے دین میں عام ہے یہ جہاد فی سبیل اللہ کی قسم ہے کیونکہ سبیل اللہ اور اس کے دین اور منہاج و شریعت کو پاک کرنا اور دشمنوں کی بغاوت و زیادتی کو ختم کرنا فرض کفایہ ہے اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور اگر اللہ ایسے لوگوں کو قائم نہ کرتا جو ان لوگوں کے ضرر کو ہٹاتے تو دین بگاڑ کا شکار ہو جاتا اور دین کا بگڑ جانا جنگجو دشمن کے غالب آجانے سے بڑھ کر فساد ہے۔ (مجموع الفتاویٰ:۲۸/ ۲۳۲)

امت اور نوجوانان امت کو گمراہی کے سرداروں کی تعریف کرکے یا انہیں مقتدی و پیشوا قرار دے کر اور ان کے اقوال کو مرجع قرار دے کر اور رائج کرکے دھوکہ دینا جائز نہیں جیسا کہ بہت سے افاضل فقط حسن ظن کی بناء پر کرتے ہیں کہ ان کے بعض اقوال کو جو بظاہر حق کے مطابق ہوتے ہیں نقل کرتے ہیں حالانکہ وہ مجروح ہوتے ہیں طواغیت کی بیعت کرتے ہیں ان کی مدد کرتے ہیں ان سے دوستی لگاتے ہیں جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام میں طالب ہدایت کے لئے کافی کچھ موجود ہے ایسے ہی ائمہ اہل السنۃ کے اقوال میں بھی کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ: جو پیروی کرنا چاہے وہ ان لوگوں کی کرے جو مر چکے ہیں کیونکہ زندہ پر فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہے"۔

3 واضح رہے کہ ارجائیت ایک بدعت ہے جو پھیل چکی ہے جیسے حکام پر خروج کرنے والے کا رد کرنا اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے فسادات، اور فتنے اور کشت وخون عام ہو چکے ہیں یہ عقیدہ ہے جس کی کوئی دلیل شرعی نہیں ہے یہ انحرافات ہیں متشابہ کی پیروی ہے خواہش نفس اور شہوت پرستی ہے حکومتی عتاب سے سلامتی کا راستہ ہے بادشاہوں کی رضامندی کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ دین بادشاہوں کو محبوب ہے جیسا کہ نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول گزر چکا ہے لہٰذا اس کے مخالف کسی بھی منہج کا رد کیا جائے لازمی بات ہے جو ان کے خلاف خروج کرنا ان سے لڑائی کرنا اور انہیں ہٹا دینا رد کر دینا ہے

حب السلامة يثنيهم صاحبه　　　عن المعالي ويغري المرء بالكسل

"سلامتی کی محبت اپنے محب کے قصد کی تعریف کرتی ہے بلندیوں سے دور کر دیتی ہے اور مرد کو نکما بنا دیتی ہے"۔

امام ذہبی، قتادہ رحمۃ اللہ علیہما کا قول نقل کرتے ہیں فرمایا: "یہ ارجائیت ابن اشعث رحمۃ اللہ علیہ کی شکست کے بعد رونما ہوئی" (اس بارے میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الایمان ملاحظہ ہو۔ ابن اشعث رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص ہے جس نے اپنے زمانے کے حکام کے خلاف خروج کیا تھا اس کے ساتھ اہل علم کی کثیر تعداد

تھی اس کے اور حجاج کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں جن میں اکثر حجاج شکست سے دوچار ہوا پھر ۸۲-۸۳ ہجری میں عراق میں جماجم کے معرکے میں ابن اشعث رحمۃ اللہ علیہ کو شکست ہوئی کیونکہ یہاں حجاج کی فوج ظفر موج تھی اس شکست کے بعد ارجائیت پھیل گئی) طالب علم متشابہ کی پیروی جو خواہش پرستی ہے پھر تعصب کو مذہب کی بنیاد بنا کر مخالفین اور ان کے شبہات سے نقصان اٹھانے سے مکمل احتیاط کرے یہ دل ٹیڑھے دل والوں کا راستہ ہے جن کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا فرمایا:

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ﴾ (آل عمران:۷)

”جن کے دل میں کجی ہے وہ فتنہ بپا کرنے کے اور تاویل معلوم کرنے کے لئے متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں“۔

اور اس ارجائیت کے پھیل جانے کے مقابلے اور ردّ عمل میں ظالم حکام کے بغاوت کی کوششیں اور اس کے نتیجے میں تکالیف اور کوڑے ہیں میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جنہوں نے تکفیر میں غلو سے کام لیا اور لوگوں پر حکم لگانے میں زیادتی کی اور تمام مسلمانوں پر عیب لگانے لگے بلکہ ان میں سے بعض علمائے کی بہت سی کتابوں سے بیزار ہو گئے اور انہیں پڑھنا چھوڑ دیا اور تکفیر میں اصول وضوابط کے بغیر ہی غلو سے کام لینے لگے یہ سب مرجئہ کے تساہل اور علماء سو کی ناانصافی اور طاغوت سے دوستی کا ردّ عمل ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا خلافت وملوکیت سے متعلق کلام گزر چکا ہے جس میں لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک خوارج اور معتزلہ کا گروہ اور دوسرا ان کے مخالف مرجئہ کا گروہ حالانکہ دونوں ہی گروہ قابل مذمت ہیں خوارج اور معتزلہ نے خلافت کی مذمت کی اور مسلمانوں کی مطلق نافرمانیوں کی بناء پر جو کفر بواح میں داخل نہیں کرتیں مخالفت شروع کر دی ان کے مقابلے میں مرجئہ نے طواغیت بادشاہان اور ظالموں کے انحراف کو جائز قرار دے دیا اور ان کے اوران کے باطل کے حق میں دلائل ڈھونڈنے لگے یہ سب انحراف افراط وتفریط کی راہیں ہیں سب

سے ضروری صفت جس سے اس طالب حق کا آراستہ ہونا ضروری ہے جو طائفہ منصورہ میں داخل ہونا چاہتا ہو اور راسخ اہل علم کے منہج کو اپنانا چاہتا ہو وہ اس امر کو مضبوط پکڑ لیتا ہے جس پر ہمیں رسول اللہ ﷺ چھوڑ کر گئے اور یہ کہ مخالفین اور دین کو بے یارومددگار چھوڑ دینے والوں کے شبہات سے نقصان نہ اٹھائے نبی ﷺ نے طائفہ منصورہ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على امر الله لا يضرهم من خالفهم ولا من خذلهم حتى ياتي امر الله وهم كذلك))

" میری امت کی ایک جماعت غالب رہے گی اللہ کے حکم پر رہے گی ان کا مخالف اور ان کی مدد نہ کرنے والا انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے اور وہ اسی حال میں ہوں گے "(متواتر حدیث ہے دس سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے)

لہٰذا مخالفین کے پروپیگنڈے سے نقصان نہ اٹھائیں اور نہ ہی حق سے انحراف کریں اور اس بناء اس سے الگ نہ ہوں کہ اس پر چلنے والے کم ہیں یا اس پر چلنے والوں کی اکثریت تباہ ہو جاتی ہے۔

4 جب طالب حق نے موجودہ حالات اور ان کی شرعی حیثیت معلوم کر لی اور اب وہ دوبارہ ظالم حکمرانوں اور ان کی شرعی خلاف ورزیوں کے مابین اور موجودہ مرتد حکام اور ان کے کفر بواح کے مابین اختلاط نہیں کرنا چاہتا اور اسے یقین ہو گیا کہ ایمان کا مضبوط ترین کڑا اللہ کے لئے محبت اور اسی کے لئے بغض اور اسی کے لئے دوستی اور دشمنی ہے تو وہ جہمیہ اور مرجئہ کے طواغیت سے بیزار موحدین کو خوارج کہنے سے دھوکے میں نہ آیئے اگر مسلمانوں اور مسلم حکام پر خروج کرنے والوں کو یہ وصف برا لگتا ہے تو مرتد اور مشرک حکام کے خلاف خروج کرنے والوں کو یہ برا نہیں لگتا اور جو اہل السنۃ والجماعۃ کے طریقے اور خوارج اور ظالم حکام سے متعلق اور دوسری طرف مرتد اور کافر حکام سے متعلق ان کے کلام سے معمولی واقفیت بھی رکھتا ہے وہ ہماری مراد سمجھ سکتا ہے اور اگر جہمیہ اور مرجئہ

کے اس زعم کو موحدین جو طواغیت پر ردّ کرتے ہیں خوارج ہیں کو بالفرض مان لیا جائے تو بھی جمہور اہل السنۃ والجماعۃ فاجر حکام کے ساتھ مل کر قتال کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ دین کی مدد ہو اور کفار ومشرکین سے جنگ ہو ان کے عقیدے کے ضمن میں یہ بھی ہے ان کا عقیدہ ہے وہ کہتے ہیں کہ: ''ہم اپنے حکام کے ساتھ نماز، حج اور جہاد کو جائز سمجھتے ہیں خواہ وہ نیک ہو یا بد'' (صحیح بخاری میں عبید اللہ بن عدی بن خیار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اس وقت وہ محصور تھے کہنے لگے: آپ عام خلیفہ ہیں اور آپ پر جو مصیبت ہے وہ آپ جانتے ہیں ہمیں اس فتنے کو بھڑکانے والا امام نماز پڑھاتا ہے جس سے ہم تنگی محسوس کرتے ہیں۔ فرمانے لگے: لوگوں کا سب سے بہتر عمل نماز ہے جب لوگ یہ اچھائی کریں تو اس اچھائی میں اس کا ساتھ دو اور جب کوئی برائی کریں تو اس سے اجتناب کرو'' ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں اس قول کہ: ''جب لوگ اچھائی کریں'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت دے دی گویا یہ کہہ رہے ہوں کہ تجھے ان کا مفتون ہونا نقصان نہ دے گا بلکہ جب وہ اچھائی کرے تو اس کی اچھائی پر متفق ہو جا اور اسے چھوڑ دے جس فتنے میں وہ مبتلا ہے'' یہ بات باب کے مطابق ہے ملاحظہ ہو ((فتح الباری باب امامۃ المفتون والمبتدع)) ان الفاظ پر غور کریں ''خواہ نیک ہوں یا بد''۔ یہ نہیں کہا کہ خواہ کافر ہوں اگر یہ درست ہو کہ موحدین کے پاس خوارج کا عقیدہ ہے میں کہتا ہوں اگر یہ الزام درست بھی ہو پھر بھی کسی بھی حال میں ان کی واضح کافر اور مرتدین کی تکفیر اور ان کے خلاف ان کے جہاد وخروج کی مخالفت جائز نہیں جیسا کہ بہت سے کج رو اور گمراہ لوگ ایسا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مغرب میں علماء مالکیہ پر رحم کرے وہ صحیح معنوں میں فقیہ ہیں جب انہوں نے بنو عبید اللہ القداح حکام مصر ومغرب مرتدین کے خلاف خروج وقتال کیا تو ان علماء نے خوارج کی ما تحتی میں بھی ان کے خلاف قتال میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا جب ابو یزید الاباضی نے عبیدیوں کے خلاف جنگ کی اور بعض لوگوں نے ان علماء کے اس عمل پر ملامت کی اور عیب لگایا تو انہوں نے جواب دیا ہم اللہ کے نافرمان

کے ساتھ مل کر اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں کے خلاف لڑتے ہیں اور یہ کہا کہ خوارج اہل قبلہ میں جبکہ بنو عبید اللہ کے دشمن ہیں اہل قبلہ نہیں۔(ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء:۱۵/ ۱۵۴)

ائمہ اسلام کی اس فقاہت وفطانت اور وسعت فقاہت اور حقائق کی معرفت پر غور کریں اور ان کے اور موجودہ مرجئہ کے مابین تقابل کریں تاکہ آپ اس دور میں زوال امت اور اس پر اللہ کے دشمنوں کے تسلط کے حقیقی اسباب کو جان سکیں۔موجودہ مرجئہ موحدین اور مجاہدین کے راستے سے لوگوں کو یہ کہہ کر ہٹاتے ہیں کہ یہ خارجی ہیں۔آخر انہوں نے کس کے خلاف خروج کر دیا مسلمانوں کے خلاف یا مسلمان امرائے کے خلاف ؟یا پھر کفار اور مرتد حکام کے خلاف ؟ان موجودہ مرجئہ کی حالت ان لوگوں سے کس قدر مشابہ ہے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ﴾(التوبۃ:۴۶)

”اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لئے سامان کی تیاری کر رکھتے لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا اس لئے انہیں کچھ کرنے ہی نہ دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہی رہو“

میں پھر کہتا ہوں: اگر طواغیت سے برسرپیکار موحدین مجاہدین کے خلاف ان کا یہ زعم کے وہ خوارج ہیں درست ہوتا اور یہ لوگ علم وفقہ اور تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتے تو خوارج کی ماتحتی میں بھی نصرت دین کرنے سے پلک جھپکنے برابر دور نہ رہتے یا پھر کم از کم ان کی مدد چھوڑنے کی باتیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈے اور ان کے بارے میں لوگوں کو گمراہ نہ کرتے۔

میں کہتا ہوں: اگر موحدین سے متعلق ان کی یہ بات درست ہوتی کہ ان میں خارجی عقیدے کی جھلک ہے(حالانکہ وہ اس سے بری ہیں اہل السنۃ والجماعۃ کے صاف ستھرے عقیدے اور

بدعتی اور گمراہوں کے عقیدے کے درمیان فرق کرتے ہیں خواہ وہ خوارج ہوں یا جہمیہ یا مرجئہ) کاش دنیا کے حریص یہ موجودہ مرجئہ نبی ﷺ کے اس فرمان کو سمجھ پاتے فرمایا:

((من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیصمت))

(مسلم عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ)

" جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے "۔

ہاں اگر درست ہوتی تو حق کی مدد ضرور کرتے اگرچہ دعا ہی کرتے یا خاموش رہتے یا غلط پروپیگنڈہ نہ کرتے، حق و باطل نہ ملاتے اور مدد کرنا نہ چھوڑتے۔ اللہ شاعر پر رحم کرے کہتا ہے:

الصمت افضل من کلام مداھن نجس السریرۃ طیب الکلمات

عرف الحقیقۃ ثم حاد الی الذی یرضی ویعجب کل طاغوت

ان یبشیر الحقیقۃ راغب فیوصل الظلم والشھوات

"خاموشی دورنگے کلام سے بہتر ہے دل میں کھوٹ ہے الفاظ بڑے پاکیزہ وہ حقیقت کو جانتا ہے پھر بھی وہ راستہ اختیار کرتا ہے جو طاغوت سرکش کو پسند ہو اللہ کی قسم انہوں نے کبھی حق اور ہدایت کی بات نہیں کی نہ ہی ہلاکت میں ڈال دینے والے امور کا پردہ چاک کیا وہ حقیقت کی طرف اشارہ بھی کس طرح کریں جو ظالم شہوت پرستوں کی طرف راغب ہوں"۔

حق اور حق کے مقابلے میں خواہش یا حزبیت، عصبیت یا شہوت پرستی کی مدد سے اجتناب کریں یہ سب پسپائی اور مدد نہ کرنے کی راہیں ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ہی خوبصورت قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

میں مامون کے پاس آیا.

مامون کہنے لگا نضر کیسے ہو؟

میں نے کہا امیر المومنین خیریت سے ہوں۔

مامون نے پوچھا: ارجائیت کیا ہے؟

میں نے کہا: وہ دین جو بادشاہوں کو پسند ہو وہ اس کے ذریعے دنیا کماتے ہیں اور اپنے دین کو ناکارہ کر دیتے ہیں۔ مامون کہنے لگا: آپ نے سچ فرمایا۔



مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان